ارشاد الشیعہ

تالیف

شیخ الحدیث امام اہل السنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان مدظلہ

ناشر

مکتبہ صفدریہ
نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ؕ الآیۃ

بے شک وہ لوگ جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور شیعہ ہو گئے تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے (القرآن)

سیکون فی امتی قوم ینتحلون حب اهل البیت لهم نبز یسمون الرافضة قاتلوهم فانهم مشرکون (حدیث شریف)

عنقریب میری امت میں اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرنے والی قوم ہوگی (عوام میں) ان کا لقب رافضہ ہوگا ان سے لڑو اس لیے کہ وہ مشرک ہیں۔

اُمنڈ آئے ہیں بادل کالے کالے — ترا ایمان خالق کے حوالے

ارشاد الشیعہ

جس میں شیعہ اور امامیہ اور ان کے جناب خمینی صاحب کے چند اصولی اور بنیادی عقائد و نظریات اور ان کے بعض فقہی مسائل باحوالہ عرض کیے گئے ہیں تاکہ وہ خود بھی ان پر غور کر سکیں اور اہل السنت والجماعت کے ناظرین کرام بھی ان سے بخوبی آگاہی حاصل کر لیں اور پھر اکابر علماء امت کے فتوے بھی جو شیعہ و امامیہ کے بارے صادر کیے گئے ہیں ملاحظہ کریں تاکہ اپنے ایمان کو بچایا جا سکے اس دورِ الحاد و زندقہ میں ایمان کی حفاظت بہت ہی مشکل کام ہے۔ وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ

ابو الزاہد محمد سرفراز

جملہ حقوق بحق مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ محفوظ ہیں

طبع ششم ——— نومبر ۲۰۰۱ء

نام کتاب ——— ارشادُ الشیعہ

مؤلف ——— شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

تعداد ——— گیارہ سو ۱۱۰۰

مطبع ——— فائن بکس پرنٹرز لاہور

ناشر ——— مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ

قیمت ——— /۵۰

ملنے کے پتے

- مکتبہ علمیہ جامعہ بنوریہ سائٹ کراچی ۲۱
- مکتبہ قاسمیہ جمشید روڈ بنوری ٹاؤن کراچی
- مکتبہ حقانیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
- مکتبہ مجیدیہ بوہڑ گیٹ ملتان
- مکتبہ سید احمد شہیدؒ اردو بازار لاہور
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- دار الکتاب عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور
- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
- مکتبہ حنفیہ فاروقیہ اردو بازار گوجرانوالہ
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ رشیدیہ حسن مارکیٹ مینگورہ
- مکتبہ العارفی جامعہ امدادیہ فیصل آباد
- مکتبہ امدادیہ حسینیہ راولپنڈی روڈ چکوال
- مکتبہ نعمانیہ کبیر مارکیٹ لکی مروت
- مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
- مکتبہ فریدیہ ای سیون اسلام آباد
- کتاب گھر شاہی مارکیٹ گکھڑ

فہرست مضامین ارشاد الشیعہ

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
محترم مولانا غلام اکبر صاحب کا خط	١٥	الصافی کا حوالہ	٢٦
اس کا جواب	١٧	ائمہ مدد کرتے اور حاضر و ناظر ہیں	"
شیعہ کی تکفیر میں تامل کی وجوہ	١٩	عقائد الشیعہ	"
پہلی وجہ یہ کہ لفظ شیعہ کے بارے اہل السنت		ائمہ کی حکومت ذرہ ذرہ پر ہوتی ہے	٢٧
کے متقدمین اور متاخرین کی اصطلاحات	١٩	خمینی	"
جدا جدا ہیں۔		دوسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ کی کتابیں	"
تہذیب التہذیب کا حوالہ	٢٠	بیشمار عربی و فارسی میں ہیں ان کا پڑھنا	"
رافضہ کا لفظ حدیث سے ثابت ہے	٢٢	ہر آدمی کے بس میں نہیں	"
مسند احمد ۔ مجمع الزوائد	"	علم کے بعد انکی تکفیر قطعی ہے فواتح الرحموت	٢٨
شیعہ کا شرک	٢٣	تیسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ تقیہ سے	
کہ حضرات ائمہ ماکان وما یکون کا علم رکھتے ہیں	"	کام لیتے ہیں لہذا اپنا عقیدہ نہیں بتاتے	"
اصول کافی کے حوالے	"	شیعہ مسلک کے ابطال پر مفید کتابیں	٢٩
اور جس چیز کو وہ چاہیں حلال یا حرام کر سکتے ہیں	٢٥	حضرت مجدد الف ثانی نے رسالہ رد روافض	٣٠
اصول کافی	"	میں شیعہ کی تکفیر کی تین اصولی باتیں بتائی ہیں	"

عنوان	صفحہ
باب اوّل	۳۱
شیعہ کی تکفیر کی پہلی وجہ یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کی تحریف کے قائل ہیں	″
علامہ ابن حزمؒ کا حوالہ	″
شیعہ کے چار علماء کے علاوہ باقی سب تحریف کے قائل ہیں	۳۲
فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب اس سلسلہ کی مستقل اور مفصل کتاب ہے	″
فصل الخطاب کا حوالہ	۳۳
بقول انکے دو ہزار سے زائد متواتر روایات تحریف قرآن کریم پر دال ہیں	۳۴
اہل السنت کے ہاں قرآن کریم کی کل ۶۶۶۶ آیتیں ہیں	۳۵
اور شیعہ کے نزدیک سترہ ہزار ہیں	″
اصول کافی	″
قرآن کریم کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے	۳۷
قرآن کریم سے اس کا ثبوت	۳۷
قرآن کریم میں تحریف کے اثبات پر	۳۹

عنوان	صفحہ
شیعہ کی کتب کے چند حوالے	۳۹
اصول کافی	″
تذکرۃ الائمہؒ کا حوالہ	۴۰
شیعہ کا متوازی قرآن مصحف فاطمہؓ	″
اس میں قرآن کریم کا ایک حرف بھی موجود نہیں ہے	۴۱
اصول کافی	″
غیر مسلموں کی زبانی قرآن کریم کی حقانیت	۴۲
کلکتہ ہائیکورٹ کے ہندو ججوں کا فیصلہ	″
باب دوم	۴۶
شیعہ کی تکفیر کی دوسری وجہ	″
کہ وہ چند نفوس کے علاوہ بشمول اصحاب ثلاثہؓ	″
سب صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرتے ہیں	″
رد رفض کا حوالہ	″
شیعہ اور امامیہ کے نزدیک حضرات خلفاء ثلاثہؓ کی تکفیر	۴۷
اصول کافی	″
الصافی	″
حضرت عثمانؓ کی تکفیر (کتاب الروضہ)	۴۸
حق الیقین کا حوالہ	″

حق الیقین کا حوالہ ۴۸
مزید کتاب الروضۃ کا حوالہ ۴۹
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی عثمانؓ کو دی تھی اور حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو ۵۰
مجالس المومنین کا حوالہ ״
حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے دوستی کرنے والے بھی کافر ہیں ۵۰
عام حضرات صحابہ کرامؓ کی تکفیر و تنقیص ״
فروع کافی ۵۱
حیات القلوب ״
مزید حوالے ۵۳
ابوسفیانؓ منافق تھا (معاذ اللہ تعالیٰ) ״
اور ہندہؓ زانیہ تھی (العیاذ باللہ) ״
جب کہ وہ خود زنا سے انتہائی نفرت کرتی تھیں ״
ابن کثیر۔ در منثور۔ البدایۃ والنہایۃ کتاب الاعتبار ״
امیر معاویہؓ منافق شرابی اور بت پرست تھا (العیاذ باللہ) ۵۴
تذکرۃ الائمہؒ ״
حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو مسلمان کہتے تھے ۵۴
نہج البلاغۃ ״
بخاری کا حوالہ ۵۵
رافضیوں کی بدزبانی ۵۶
کافی کتاب الروضۃ ״
خمینی کی ہرزہ سرائی ۵۷
چھوٹے میاں ״
حضرت علیؓ کا فرمان ۵۸
کہ اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت برحق تھی طبری۔ البدایۃ والنہایۃ، ابن خلدون ۵۹
کنز العمال کا حوالہ ۶۰
ابن ہیثم بحرانی کا حوالہ ״
کتاب شافی کا حوالہ ۶۲
حضرت علیؓ حضرات اصحاب ثلاثہؓ کو خیر امت تسلیم کرتے تھے ۶۳
شافی کا حوالہ ״
نہج البلاغہ کا حوالہ ״
اس سے حاصل فوائد ۶۵
حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے قرآنی فیصلہ ۶۷

کہ مہاجرینؓ اور انصارؓ دونوں گروہ پکے مومن تھے	٦٧
بیعت رضوان میں شریک پندرہ سو صحابہؓ سب یقیناً مومن ہیں	٦٨
حضرت عثمانؓ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بیعت کی تھی	″
قاذف حضرت عائشہؓ اور منکر	٦٩
صحبت ابی بکرؓ کافر ہے (شامی)	″
جو ایسے کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے	″
عقود شامیؒ	″
علامہ ذہبیؒ کا حوالہ	″
حضرات خلفاء اربعہؓ کا ایمان اور خلافت قرآن کریم سے	″
ان کا ایمان حدیث سے	٧٠
عام حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق حدیث	٧٢
بخاری و مسلم کی حدیث	″
مستدرک کی حدیث	٧٣
مشکوٰۃ اور ترمذی کا حوالہ	٧٥
کتاب الاعتصام کا حوالہ	٧٦
باب سوم ۳	٧٨

شیعہ کی تکفیر کی تیسری اصولی وجہ یہ ہے	٧٨
کہ وہ حضرات ائمہ کو معصوم اور ان کی امامت کو منصوص مانتے ہیں	″
ردّ روافض کا حوالہ	″
ان کے نزدیک امامت کا رتبہ	٧٩
پیغمبری کے رتبہ سے بلند ہے	″
حیات القلوب	″
اصول کافی کا حوالہ	٨٠
مزید حوالے	٨١
ائمہ کرام اپنی ماؤں کی رانوں سے پیدا ہوئے	٨٢
حق الیقین	″
امام کا لفظ ہی شیعہ کے مذہب	٨٧
کے باطل ہونے کی دلیل ہے	″
حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ	″
فتاویٰ عزیزی کا حوالہ	٨٩
باب چہارم	٩١
رافضیوں کے نائب امام	″
جناب خمینی صاحب کی رائے	″
کہ امامت اگر منصوص من اللہ ہے تو لفظ	٩٢

امام کی تصریح قرآن میں کیوں نہیں؟	۹۲
اگر امام کا لفظ قرآن میں ہوتا ہے تو منافق دنیا طلب (صحابہؓ) اس لفظ کو قرآن کریم سے نکال دیتے (کشف الاسرار)	۹۲
ابوبکرؓ نے قرآن کی مخالفت کی	۹۳
وہ یوں کہ حضرت فاطمہؓ کو وراثت کا حصہ نہ دیا	۹۴
اور جعلی حدیث سنا کر ان کو ٹال دیا۔	۹۵
حالانکہ قرآن سے پیغمبروں کی وراثت ثابت ہے	۹۵
وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ	״
اور فَهَبْ لِي... يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ	״
اس کی دلیل ہے	״
اور یہی بات ملا باقر مجلسی نے کہی ہے	۹۶
تذکرۃ الائمہ	״
الجواب	۹۷
پہلا مقام	״
حضرت سلیمان علیہ السلام کو نبوت کی وراثت ملی نہ کہ مال کی	۹۸
حضرت سلیمان علیہ السلام کے اور بھائی بھی تھے	۹۸
اصول کافی۔ وحیات القلوب	״
حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس[۱۹] بیٹے تھے	۹۸
بیضاوی، مدارک اور مدۃ البیان کے حوالے	״
اور شیعہ کی مستند کتاب ناسخ التواریخ	״
میں سترہ[۱۷] کے نام مذکور ہیں	״
اگر مالی وراثت ہوتی تو ان سب کو ملتی	۹۹
وراثت کتاب میں بھی جاری ہوتی ہے قرآن کریم سے متعدد حوالے	״
حدیث شریف	۱۰۰
حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ	۱۰۰
والسلام کی وراثت علمی ہوتی ہے	״
کتب حدیث کے حوالے	۱۰۱
اصول کافی کا حوالہ	״
مجمع الزوائد کا حوالہ	۱۰۲
لغت عربی	۱۰۳
شرف و مجد کی وراثت بھی ہوتی ہے	״
سبعہ معلقہ	״
اصول کافی کا حوالہ	״
حیات القلوب کا حوالہ	۱۰۵

دوسرا مقام	۱۰۵
حضرت زکریا علیہ السلام نے مال کے لیے بیٹا طلب نہیں کیا تھا کیونکہ نبی کے ہاں مال کی کوئی قدر نہیں ہوتی	"
ان کا ذریعہ معیشت درورت تھا ہاتھ سے بڑھئی کا کام کرتے تھے (مسلم) انکے پاس کتنی دولت جمع تھی جسکے لیے پریشان تھے؟	۱۰۶
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۱۰۷
قرآن کریم میں یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِی اَولَادِکُم الآیۃ میں حکم عام اور قطعی ہے حدیث خبر واحد سے وہ کیسے ساقط ہو گیا	"
جواب	"
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بالمشافہ سنی ہوئی حدیث بھی قرآن کی طرح قطعی ہوتی ہے	۱۰۸
بدائع الفوائد کا حوالہ	"
علامہ سندھیؒ کا حوالہ	"
لطائف رشیدیہ کا حوالہ	۱۰۹
مقام حیرت	"
کہ صحیح حدیث کو خمینی نے جعلی بنا ڈالا	"
یہ روایت حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے	۱۱۰
حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی	"
حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سب اس حدیث کو مانتے ہیں	۱۱۱
بخاری و مسلم و ترمذی کے حوالے	"
اگر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو زمین کی وراثت نہیں دی تو یہ عین شیعہ مذہب کے موافق ہے	۱۱۲
ان کی کتب اصول اربعہ کے حوالے	۱۱۳
قابل توجہ امر	۱۱۵
کہ پھر حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے ناراض کیوں ہوئیں؟	۱۱۶
اس مضمون کی حدیثیں	"
الجواب	۱۱۷
حضرت ابوبکرؓ نے نبی معصوم کا ارشاد پیش کیا تھا حضرت فاطمہؓ کی رائے معصوم نہ تھی	۱۲۱

اہل بیت کا کوئی بزرگ اس منصب پہ فائز ہوتا تو اس کا بھی یہی فیصلہ ہوتا ۔۔۔ ۱۷
حضرت فاطمہؓ سات گاؤں کی مالک تھیں ۔۔۔ ۱۱۸
اصول کافی ۔۔۔ "
جب وہ خود مالدار تھیں تو حصہ نہ ملنے پر اُن کی ناراضگی کا کیا مطلب؟ ۔۔۔ "
حضرت فاطمہؓ نے طلب وراثت کے ۔۔۔ ۱۱۹
سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو نہیں کی ۔۔۔ "
فتح الباری ۔۔۔ ۱۲۰
البدایۃ والنہایۃ ۔۔۔ ۱۲۰
نووی شرح مسلم ۔۔۔ "
آخر میں حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہوگئی تھیں ۔۔۔ ۱۲۲
البدایۃ والنہایۃ ۔۔۔ ۱۲۳
فتح الباری وعمدۃ القاری ۔۔۔ ۱۲۴
ابن میثم بحرانی کا حوالہ ۔۔۔ ۱۲۴
خمس کا مسئلہ ۔۔۔ ۱۲۵
خمینی کا اعتراض ہے کہ ابوبکرؓ نے قرآن کی مخالفت کرتے ہوئے اہل البیت کو خمس نہیں دیا ۔۔۔ ۱۲۵
الجواب ۔۔۔ "
خمس اور وراثت کا مسئلہ ایک ہی ہے دو نہیں ۔۔۔ "
بخاری کا حوالہ ۔۔۔ ۱۲۶
مؤلفۃ القلوب کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ پر مخالفت قرآن ہونے کا اعتراض اور اس کا جواب ۔۔۔ ۱۲۷
۔۔۔ "
تفسیر ابن جریر اور احکام القرآن کا حوالہ ۔۔۔ ۱۲۸
روح المعانی کا حوالہ ۔۔۔ "
اس پر تمام حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع تھا ۔۔۔ "
امام ابوجعفرؒ بھی اس کی بقا کو امام عادل سے مشروط کرتے ہیں ۔۔۔ ۱۲۹
تفسیر مجمع البیان ۔۔۔ "
خمینی صاحب کی حضرت عمرؓ کے خلاف ہرزہ سرائی کہ قرآن میں متعۃ النساء ثابت ہے مگر عمرؓ نے اس سے منع کر دیا۔ ۔۔۔ ۱۳۰
۔۔۔ "
۔۔۔ "
۔۔۔ "
الجواب ۔۔۔ ۱۳۱
متعہ پہلے حلال تھا پھر تاقیامت حرام کر دیا گیا اور اس پر اجماع ہے ۔۔۔ ۱۳۱
نووی شرح مسلم ۔۔۔ "
اور اس کی حرمت دائمی ہے ۔۔۔ "
روح المعانی ۔۔۔ "
حضرت ابن عباسؓ سے حرمت متعہ کی حدیث (ترمذی شریف) ۔۔۔ ۱۳۲
۔۔۔ "

حرمت متعہ پر مسلم شریف کی احادیث ۱۳۳
روح المعانی، شرح مسلم ۱۳۴
سبل السلام ״
بخاری کا حوالہ ۱۳۵
خمینی کی غلطی کہ انہوں نے سیاق وسباق ״
نہیں دیکھا ورنہ یہی آیت متعہ کی جڑ کاٹتی ہے ״
نیل الاوطار کا حوالہ ۱۳۷
احکام القرآن کا حوالہ ۱۳۸
امام ابن جریرؒ کی مختار تفسیر ۱۳۹
حضرت عمرؓ پر مخالف قرآن ہونے کا دوسرا الزام کہ وہ تمتع کے منکر تھے ۱۴۰
الجواب ۱۴۰
جب حضرت عمرؓ کافر تھے (معاذ اللہ) ۱۴۱
تو حکم کاٹ کر ان کی تکفیر کا کیا مطلب؟ ״
حضرت عمرؓ تمتع کے منکر نہ تھے بلکہ فسخ الحج الی العمرۃ کے منکر تھے ۱۴۲
بخاری شریف و مسلم شریف ״
حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قارن تھے۔ ۱۴۳

بخاری، مسلم ونسائی ۱۴۳
حضرت صحابہ کرامؓ میں بعض کا حج کا اور ״
بعض کا عمرہ کا احرام تھا اور بعض قارن تھے ״
بخاری شریف ״
دور جاہلیت میں لوگ حج کے مہینوں ״
میں عمرہ کو سخت گناہ سمجھتے تھے ״
بخاری ״
اس لیے آپؐ نے حضرت صحابہؓ کرام ״
کو فسخ الحج الی العمرۃ کا حکم دیا ״
اور خود سوق ہدی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکے ۱۴۴
بخاری ومسلم ״
اور یہ فسخ الحج الی العمرۃ اسی سال کیلئے تھا اور حضرت صحابہؓ سے مختص تھا ۱۴۵
ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ ۱۴۵
حضرت ابوذرؓ سے متعۃ النساء اور ״
متعۃ الحج کی ممانعت کی حدیث ״
مسلم۔ اس کی شرح امام نوویؒ سے ״
حضرت عمرؓ پر مخالف قرآن ہونے کا تیسرا الزام ۱۴۶

کہ قرآن حکیم میں تین طلاقوں کو ایک قرار دیا ہے مگر عمرؓ نے تین کو تین ہی قرار دیا ہے — ۱۴۶

الجواب — ۱۴۷

قرآن کریم نے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا ہے — ۱۴۸

کتاب الام و سنن الکبریٰ — 〃

حضرت ابن عباسؓ کا بھی وہی فتویٰ ہے جو حضرت عمرؓ کا ہے (سنن الکبریٰ) — ۱۴۹

مسلم کی روایت مجمل ہے — 〃

ابوداؤد اور نسائی میں اس کی تفصیل ہے — 〃

حضرت علیؓ بھی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیتے تھے (سنن الکبریٰ) — 〃

حضرت عمرؓ پر مخالفت قرآن ہونے کا چوتھا الزام اور خمینی صاحب کے ترکش کا آخری تیر — ۱۵۰

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مرض الموت میں کاغذ طلب کیا مگر عمرؓ نے ہجر رسول اللہ کہہ کر آپؐ کا حکم ٹال دیا — 〃

لہٰذا عمرؓ قرآن کریم کی متعدد آیات اور رسولؐ کے حکم کا منکر اور کافر و زندیق ہے — ۱۵۱

الجواب — ۱۵۲

آپؐ کا کاغذ وغیرہ طلب کرنا آپؐ کی اپنی ذاتی رائے تھی حکم خدا نہ تھا — ۱۵۲

یہ کارروائی جمعرات کی تھی اور آپؐ کی وفات سوموار کے دن ہوئی (بخاری) — 〃

اس کے بعد آپؐ نے نماز وغیرہ کی وصیت کی — 〃

ابوداؤد و مسند احمد — 〃

مگر کسی اور چیز کی تحریر نہیں لکھوائی — ۱۵۳

بخاری، مسلم، اور مسند احمد کی کسی حدیث میں حضرت عمرؓ سے ہجر کا لفظ ثابت نہیں ہے — 〃

اس لفظ کے قائل دیگر حضرات تھے حضرت عمرؓ نہ تھے — ۱۵۵

اور انہوں نے بھی اہجر ہمزہ استفہام انکاری سے کہا ہے ہم کو اثبات کیا ہے — 〃

اور ہجر کے معنی جدائی اور فراق کے بھی ہیں — 〃

حاشیہ بخاری — 〃

صحیح لفظ اہجر ہی ہے۔ — ۱۵۶

نووی شرح مسلم — 〃

کاغذ لانے کا حکم حضرت علیؓ کو تھا — ۱۵۷

مگر انہوں نے تعمیل نہ کی (مسند احمد)	۱۵۷
حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ	۱۵۹
نے کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا	″
مجمع الزوائد۔ ومستدرک	″
ہاں اشارات وکنایات سے آپؐ	۱۶۱
نے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت	″
عثمانؓ کی خلافت واضح کردی تھی اس پہ متعدد حوالے	″
اگر آپؐ کچھ لکھوا دیتے تو وہ حضرت	۱۶۳
ابوبکرؓ کی خلافت ہی ہوتی	″
مسلم۔ دارمی، مشکوٰۃ	۱۶۴
مگر تسلی کے بعد یہ ارادہ ترک کردیا	″
حضرت عمرؓ نے جو الفاظ فرمائے اُن	۱۶۵
سے آپؐ کی تعظیم ثابت ہے	″
حضرت عمرؓ سے صرف حسبنا کتاب اللّٰہ	″
کے الفاظ ہی ثابت ہیں	″
بخاری	″
اگر معاذ اللہ تعالیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ	۱۶۶
تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم زمانے کی وجہ سے	″
حضرت عمرؓ کافر ہیں تو صلح حدیبیہ کے	″

کے موقع پر حضرت علیؓ نے بھی آپؐ کا	۱۶۶
حکم نہیں مانا وہ کفر سے کیسے بچ گئے	″
بخاری، مسلم، ومشکوٰۃ	۱۶۷
حیات القلوب کا حوالہ	۱۶۸
باب پنجم	۱۶۹
بداء کا عقیدہ	″
بداء کا عقیدہ ایک بہت ہی بڑی عبادت ہے	″
اصول کافی	″
بداء کا واقعہ اصول کافی سے	۱۷۰
بداء کا معنیٰ خلیل قزوینی سے	۱۷۱
اسماعیلیہ فرقہ کا نظریہ	۱۷۲
خلیل قزوینی کی تاویل کا رد	۱۷۳
اولاً	″
ثانیاً و ثالثاً	۱۷۴
ورابعاً	۱۷۵
تقیہ	″
دین کے نو حصے تقیہ میں مضمر ہیں	۱۷۶
اصول کافی	۱۷۶
زمین کی سطح پہ تقیہ سے کوئی چیز زیادہ محبوب نہیں ہے	″

دین کو چھپانے والا عزت پائیگا اور ظاہر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ذلیل کریگا ۱۷۷
اصول کافی "
متعہ ۱۷۸
اس کا لغوی معنی ؟ "
شیعہ کے نزدیک اس کا معنی ؟ "
متعہ کم سے کم مدت کے لیے بھی جائز ہے "
خمینی "
جو چار دفعہ متعہ کریگا وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجہ کو پہنچ جائے گا (معاذ اللہ تعالیٰ) ۱۷۹
تفسیر منہج الصادقین "
ملا باقر مجلسی کے رسالہ متعہ کے ترجمہ عجالہ حسنہ کے چند حوالے "
متعہ زانیہ سے بھی بکراہت جائز ہے ۱۸۱
متفرقات ۱۸۲
کربلا کی کعبہ پر فضیلت "
مسلمانوں کے نزدیک زمین کے خطوں میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قبر مبارک کا خطہ بھی کعبہ افضل ہے ۱۸۲
چند حوالے "
شیعہ کے نزدیک کربلا کی کعبہ پر فضیلت ہے ۱۸۳
حق الیقین "
عقیدۂ امامت کا درجہ "
شیعہ کے نزدیک مسئلہ امامت بنیادی رکن ہے (اصول کافی) ۱۸۴
غیر مسلم کی شرمگاہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے "
فروع کافی ۱۸۵
شیعہ کے نزدیک بیوی سے لواطت بھی درست ہے (الاستبصار) ۱۸۶
اور یہی مشہور اور قوی مذہب ہے "
خمینی "
شرمگاہ کا عاریہ بھی درست ہے "
(الاستبصار) ۱۸۷
متفرقات "
حضرت امام مہدی کے بارے شیعہ کا نظریہ ۱۸۹
ظہور کے بعد لقول! بایں حضرت امام مہدی کے کارنامے ۱۹۰

شیعہ امامیہ کے نزدیک حضرت امام مہدیؒ کا درجہ	۱۹۲
حضرت امام مہدی کے بارے اہل السنت والجماعت کا نظریہ	۱۹۳
صحیح روایات سے ان کی نشانیاں	۱۹۵
حضرت امام مہدی کی آمد کی احادیث متواتر ہیں	۱۹۸
عقیدۃ السفارینی والحاوی للفتاوی	״
نبراس	۱۹۹
الحاوی للفتاوی کا حوالہ	۲۰۰
حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے	۲۰۱
متعدد حوالے	״
دجال کو قتل کر کے چالیس سال حکومت کریں گے	״
پھر ان کی وفات ہوگی	۲۰۲
مظالم شیعہ	״
ہلاکو خان	۲۰۳
نصیر الدین طوسی	״
منہاج الکرامۃ کا رد منہاج السنۃ	۲۰۵
مذکورہ نظریات کے شیعہ قطعی کافر ہیں	״
الصارم المسلول	۲۰۶
تفسیر ابن کثیر	۲۰۷
روح المعانی	״
الفصل لابن حزمؒ	۲۰۸
شفا قاضی عیاضؒ	״
ملا علی ن القاریؒ	״
مظاہر الحق	۲۰۹
فتاویٰ عالمگیری	״
حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ	۲۱۰
فائدہ فتاوی رشیدیہ میں لفظ نہ کتابت کی غلطی سے زائد ہو گیا ہے	۲۱۱

Www.Ahlehaq.Com

سببِ تالیف ذیل کا گرامی نامہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد

محترم جناب حضرت مولانا غلام اکبر صاحب بلوچ سابق فوجی دام مجدہم کا خط

السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ،

مزاج مبارک ؟

محترم ! ایک بات عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں اُمید قوی ہے کہ یہ بارِ خاطر نہ ہوگی بڑوں کا ادب و احترام بھی مانع ہے مگر دلِ بیتاب کی مجبوری بھی اشد ہے کہ قرار وچین نہیں ۔

محترم ! آپ نے باطل اور مرجوح فرقوں کے بارے جو قلمی جہاد اور دفاع کیا ہے وہ کسی بھی درد دل رکھنے والے حساس اور غیور مسلمان سے جسے دین کی کچھ بھی سمجھ و محبت اور لگاؤ ہے مخفی نہیں ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ آپ کے خلاف بھی لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا ہے اور خوب زور لگایا ہے مگر آپ کی مضبوط اور مدلل عبارات کے سامنے اُن کی حیثیت آفتاب نیمروز کے سامنے ٹمٹماتے چراغ کی بھی نہیں ہے اور بغیر کسی تعصب اور ضد کے اس

نمایاں فرق کا انکار کوئی نہیں کرے گا، اور نہ کر سکتا ہے؟ یوں تو نہ ماننے والوں نے قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی بلکہ نفس اسلام کو بھی نہیں مانا لیکن اس سے ان کی صداقت اور اسلام کی حقانیت پر کیا زد پڑی؟ یا پڑ سکتی ہے؟ بقول مشہور صحافی حضرت مولانا ظفر علی خان صاحبؒ۔ ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

محترم! آپ سے ہمارا یہ سچا شکوہ ہے کہ آپ نے شیعہ اور روافض کے خلاف کچھ نہیں لکھا کیا یہ فرقہ آپ کے نزدیک قابلِ تنقید و ملامت نہیں؟ اور کیا وہ آپ کے ہاں مسلمان ہے؟ اور کیا ان کے عقائد و نظریات سے اسلام پر کوئی زد نہیں پڑتی؟ اگر یہ فرقہ بھی باطل فرقوں میں شمار ہوتا بلکہ سرِ فہرست ہے، تو آپ کا ناطق قلم ان کے خلاف کیوں خاموش ہے؟ اگر پہلے کچھ نہیں لکھا تو کیا اب اس کی تلافی کر سکتے ہیں؟ کوئی لمبی چوڑی کتاب اگرچہ نہ ہو مگر ان کے بنیادی عقائد پہ آپ کے گوہر قلم سے کچھ تو صادر ہونا چاہیئے مجھے آپ کی کبر سنی، بزرگی، مصروفیات اور علالت کا بخوبی علم و احساس ہے مگر ان تمام عوارضات کے ہوتے ہوئے آپ درس و تدریس وغیرہ دیگر مصروفیات کے علاوہ تصنیف و تالیف کا کام بھی کرتے ہیں لہٰذا مؤدبانہ گزارش ہے کہ اس موضوع پر بھی کچھ نہ کچھ ضرور تحریر فرما دیں تاکہ عوام الناس کو شیعہ اور روافض کے باطل عقائد سے آگاہی ہو اور آپ کے لیے بھی آخرت کا ذخیرہ اور صدقہ جاریہ ہو ہمارا دیانتدارانہ تجربہ ہے کہ آپ کی تحریر افراط و تفریط سے پاک اور حقیقت و اصلیت کو واضح کرنے میں بڑی ہی مدد و معاون اور مؤثر ہے آپ کی تحریر پڑھتے وقت بیشتر شکوک و شبہات خود بخود رفع ہو جاتے ہیں اور کتاب کا ہر صفحہ پڑھتے وقت قاری کی نگاہ اگلے صفحہ

پہ ہوتی ہے اور کتاب کو مکمل کیے بغیر چین نہیں آتا کتابیں تو اس سلسلہ کی قدیماً و حدیثاً اور بھی بہت زیادہ ہیں مگر سچ کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور سمع خراشی کی تہ دل سے معافی چاہتا ہوں اور قوی امید رکھتا ہوں کہ آپ نہ صرف یہ کہ میری اس تمنا کو بلکہ اور بھی بہت سے اہل السنت والجماعت کے دھڑکتے دلوں کی اس آرزو کو پورا کریں گے اور نیز یہ بھی واضح کریں کہ جو علماء شیعہ کی تکفیر میں تامل یا مداہنت کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے ؟ اس نکتہ پر بھی ضرور روشنی ڈالیں اور جناب خمینی صاحب کے بارے بھی واضح کریں کہ وہ کن عقائد و اصول کے پابند ہیں۔ دیگر باطل مسر حوج فرقوں کے خلاف آپ نے بفضلہ تعالیٰ بڑا کام کیا ہے کیا ہم خدام اہل السنت ہی آپ کی تحقیق انیق اور شیریں بیانی سے محروم رہیں ؟ بقول شاعر ؂

ہمیں محروم رہتے ہیں تیری محفل میں اے ساقی کہ ہم تک جب کبھی آتا ہے خالی جام آتا ہے

تحریر میں کوئی کمی اور بے ادبی ہو تو معذرت خواہ ہوں دعوات مستجابات میں نہ بھولیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم خطاکار بھی ہمہ وقت اپنے بزرگوں کے حق میں دعاگو رہتے ہیں

والسلام

غلام اکبر گورمانی بلوچ سابق فوجی ساکن کوٹ سلطان لیہ (صوبہ پنجاب)

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

من ابی الزاہد الیٰ محترم المقام حضرۃ العلام مولانا غلام اکبر بلوچ صاحب دامت معالیکم

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ و مغفرتہ ، مزاج گرامی ؟

آپ کا عریضہ بصورت شکوہ نامہ موصول ہوا بایں ہمہ یاد آوری . بکرم فرمائی حسن ظنی

کی اصطلاح لفظ شیعہ کے بارے میں جدا جدا ہے حضرات متقدمین کے نزدیک لفظ شیعہ کا اور مفہوم ہے اور حضرات متاخرین کے نزدیک اور ہے عوام تو کیا بعض خواص بھی اس فرق سے ناواقف ہیں اور بات کو گڈمڈ کردیتے ہیں اور متاخرین کی اصطلاح کو متقدمین کی اصطلاح پر فٹ کردیتے ہیں اور اس سے پیچ در پیچ غلطیاں پیدا ہوتی ہیں۔

حافظ الدنیا امام فن رجال ابوالفضل احمد بن علیؒ بن حجر العسقلانیؒ (المتوفی ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

فالتشیع فی عرف المتقدمین هو اعتقاد تفضیل علیؓ علی عثمانؓ وان علیاً کان مصیباً فی حروبه وان مخالفه مخطئ مع تقدیم الشیخین وتفضیلهما الی قوله واما التشیع فی عرف المتاخرین فهو الرفض المحض فلا تقبل روایة الرافضی الغالی ولا کرامة (تہذیب التہذیب ص۹۴ ج۱)

متقدمین کے عرف واصطلاح میں تشیع کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دی جائے اور یہ کہ حضرت علیؓ اپنی جنگوں میں حق بجانب تھے اور ان کے مخالف خطا پر تھے اور وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تقدیم وتفضیل کے قائل تھے پھر آگے فرمایا، اور بہرحال متاخرین کے عرف واصطلاح میں تشیع کا مفہوم خالص رفض ہے نہ تو غالی رافضی کی روایت قبول کی جاسکتی ہے اور نہ اس کی عزت کی جاسکتی ہے۔

اس سے واضح طور پر یہ معلوم ہوا کہ متقدمین کی اصطلاح میں مطلقاً نہیں بلکہ جن سے روایات لیتے تھے شیعہ وہ تھے۔

جو تمام اصول و فروع میں اہلسنت والجماعت سے متفق تھے صرف حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتے تھے جب کہ اہل السنت کے ہاں اتنا نظریہ بھی اجماع امت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بدعت ہے اور وہ برملا تفضیل شیخین ؓ کے قائل تھے اور حضرت علیؓ کے خلاف لڑنے والوں مثلاً حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ کو مخطی کہتے تھے نہ کہ کافر و مرتد اور آج اس نظریہ کے شیعہ کہاں ہیں؟ آج کے رافضیوں کا دیگر بے شمار غلط عقائد و نظریات کہ جن میں سے بعض اسی پیش نظر رسالہ میں قارئین کرام کو ملیں گے حضرات شیخینؓ اور بقیہ تمام حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے میں جو نظریہ ہے وہ باحوالہ آ رہا ہے انشاء اللہ العزیز۔

اس دور میں فقہ جعفریہ کا راگ الاپنے والے حضرات شیخینؓ سے حسن عقیدت رکھنے میں کیا حضرت امام جعفر صادقؒ کے پیرو ہیں؟ ہرگز ہرگز نہیں۔ کتاب الشافی از سید مرتضیٰ شیعی اور شرح نہج البلاغۃ حدیدی شیعی میں ہے کہ امام جعفر صادقؒ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ دوستی اور مودت رکھتے تھے جس وقت وہ سید الاولین والآخرین (حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی قبر شریف پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بن الخطاب کی قبور پر بھی سلام و تسلیم کہتے تھے (الکتاب الشافی ص ۲۳۸ و شرح نہج البلاغۃ ص ۱۴۰ ج ۴ لابن ابی الحدید) کیا آج بھی ایسے رافضی موجود ہیں جو حسن عقیدت کے ساتھ حضرات شیخینؓ کی قبور پر برائے تسلیم حاضر ہوں؟ الغرض آج وہ شیعہ نہیں جو متقدمین کی اصطلاح میں ہوتے تھے بلکہ آج وہ ہیں جو حضرات شیخینؓ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کو تو کیا ترک کرتے اصول دین کے بعض بنیادی عقائد ہی کو رفض

ترک کر کے رافضی اور اثنا عشری بن گئے ہیں۔ متقدمین اور متاخرین کی اس واضح اصطلاح عرف کو نہ سمجھنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ موجودہ دور کے رافضیوں کی تکفیر میں تامل بلکہ مداہنت ہونے لگی۔

یہ یاد رہے کہ رافضہ (جو رافضی کی جمع ہے) کا لفظ اور اسکی وجہ تسمیہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

چنانچہ حضرت علیؓ (المتوفی سنہ ۴۰ھ) سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یظهر فی آخر الزمان قوم یسمون الرافضة یرفضون الاسلام	جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم (زور و شور سے) ظاہر ہو گی جن کا نام رافضہ ہو گا جو اسلام (کے اصول و فروع) کو ترک کر دیگی۔

(مسند احمد ص۱۰۳ جز۱)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا ہو بہو پورا ہوا اور ہو رہا ہے لاشک فیہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ (المتوفی سنہ ۶۸ھ) سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

کنت عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعندہ علیؓ فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا علیؓ سیکون فی امتی قوم ینتحلون	میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھا اور آپ کے پاس حضرت علیؓ بھی تھے آپؐ نے فرمایا اے علیؓ! عنقریب میری امت میں ایک قوم ہو گی جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرے گی اس کا لقب

حب اھل البیت لھم نبزٌ یسمون الرافضة فاقتلوھم فانھم مشرکون (رواہ الطبرانی واسنادہ حسن مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۲)

اور نام یہ ہوگا کہ اس کو رافضہ کہا جائے گا تم اُن سے قتال وجہاد کرو کیونکہ وہ مشرک ہوں گی۔

رافضیوں کے جو اپنے آپ کو شیعہ اور امامیہ کہتے ہیں دیگر باطل عقائد کے علاوہ یہ عقائد بھی ہیں کہ حضرات ائمہ کرامؒ کو علم غیب ہے وہ جو چاہیں حلال اور جو چاہیں حرام کر سکتے ہیں وہ مافوق الاسباب مدد کر سکتے ہیں وہ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں وغیرہ وغیرہ اور یہ تمام شرکیہ عقائد ہیں۔ شیعہ کے مشہور راوی ابوبصیر جن کی کنیت ابو محمد بھی تھی صافی کتاب الحجۃ جزء سوم ص ۱۷۸ طبع لکھنؤ۔ اور جس کے منہ میں سگِ پیشاب بھی کرتے تھے رجال کشی ص ۱۱۵) امام ابو عبداللہ جعفر صادقؒ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ۔

ان عندنا علم ماکان وعلم ما ھو کائن الی ان تقوم الساعۃ (کافی مع الصافی کتاب الحجۃ جزء سوم ص ۱۸۰ طبع لکھنؤ)

بلاشک ہمارے پاس آج سے پہلے جو کچھ ہو چکا اس کا اور جو کچھ تا قیامت ہونے والا ہے اس سب کا علم ہے۔

امام ابو جعفر محمد باقرؒ نے فرمایا کہ

امّا علم ماکان وما یکون فلیس یموت نبی ولا وصی الذی بعدہ الا یعلمہ الخ (ایضاً ص ۲۱۸)

بہرحال کسی نبی اور اس کے بعد ہونے والی کسی وصی کی وفات نہیں ہوتی جب تک کہ ان کو ماکان اور مایکون کا علم حاصل نہ ہو جائے۔

اصول کافی کتاب الحجۃ جزء سوم حصہ اوّل میں باب ۴۵ کا عنوان یہ ہے کہ

باب ان الائمۃ علیھم السلام یعلمون علم ماکان ومایکون وانہ لایخفی علیھم شیٔ صلوٰت اللہ علیھم (اصول کافی مع الصافی کتاب الحجۃ جزء سوم ص۲۳۶ حصہ اوّل)

بے شک حضرات ائمہ کرامؑ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں جو کچھ ہو چکا اس کو بھی اور جو کچھ ہونے والا ہے اس کو بھی جانتے ہیں اور ان پر کوئی شے مخفی نہیں (لفظ شیٔ نکرہ ہے جو نفی کے نیچے داخل ہے جس کی عمومیّت سے کوئی شئی خارج نہیں ہے)

اور اس باب میں جو روایات پیش کیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ

سمعوا ابا عبد اللہ یقول انی لاعلم ما فی السمٰوٰت و ما فی الارض واعلم ما فی الجنۃ واعلم ما فی النار واعلم ماکان ومایکون اھ (ایضاً ص۲۳۷)

حضرات سامعین نے امام ابو عبداللہ جعفر صادقؒ سے سنا۔ انہوں نے فرمایا کہ بیشک جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے میں سب جانتا ہوں اور جنت و دوزخ میں جو کچھ ہے میں اسکو بھی جانتا ہوں۔ اور ماکان ومایکون کا علم مجھے حاصل ہے

آسمانوں اور زمینوں اور جنت و دوزخ کے تمام امُور کا علم اللہ تعالیٰ سے مختص ہے مگر امامیہ کے نزدیک حضرات ائمہ بھی جانتے ہیں۔ ابو بصیر جس کے منہ میں کتے نے پیشاب کیا تھا۔ تنقیح ص۱۹۶ سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفرؒ نے فرمایا کہ

انّ امام لایعلم ما یُصیبہٗ

جس امام کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس سے کیا

والی ما یصیر فلیس بحجة الله علی خلقه (اصول کافی ص۲۵۸ طبع ایران)

ہونے والا ہے اور اس کی کیا حالت ہونے والی ہے تو وہ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی حجت نہیں ہو سکتا

شیعہ کے راوی محمد بن سنان حضرت امام ابو جعفر ثانی محمد تقی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ

ان الله تبارك وتعالی لم یزل متفردا بوحدانیة ثم خلق محمدا وعلیا وفاطمة فمکثوا الف دهر ثم خلق جمیع الاشیاء فاشهدهم علیها واجری طاعتهم علیها وفوض امورها الیهم فهم یحلون مایشاؤن ویحرمون مایشاؤن ولن یشاؤا الا ان یشاء الله تبارك وتعالی الخ (اصول کافی مع الصافی کتاب الحجة جزء سوم حصہ دوم ص۱۴۹)

بے شک اللہ تعالیٰ ازل سے ہی وحدانیت کے ساتھ متفرد رہا پھر اس نے حضرت محمد حضرت علی اور حضرت فاطمہ علیہم السلام کو پیدا کیا تو وہ ہزار سال ٹھہرے تب پھر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو پیدا کیا اور ان کو ان پر گواہ بنایا اور ان کی اطاعت ان پر لازم کی اور تمام اشیاء کے معاملات کو ان کے سپرد کر دیا سو وہ جو چاہتے ہیں حلال کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں حرام کرتے ہیں اور وہ ہرگز نہیں چاہیں گے مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔

اس عبارت میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور حضرت

فاطمہؓ کا ذکر ہے۔ جس سے بظاہر یہی متبادر ہوتا ہے کہ تحلیل و تحریم وغیرہ کا اختیار صرف انہیں حضرات کو حاصل تھا لیکن علامہ خلیل قزوینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

بعد ازاں آفرید محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ را مراد ایشاں و ائمہ اولاد ایشاں است اھ (الصافی صـ۱۴۹)	اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد حضرت علی اور حضرت فاطمہ علیہم السلام کو پیدا کیا اس سے مراد یہ حضرات بھی ہیں اور انکی اولاد میں جو حضرات ائمہ کرامؑ ہیں وہ بھی ہیں۔

اس سے واضح ہوگیا کہ تدبیر عالم اور تحلیل و تحریم کا منصب صرف ان ہی تین بزرگوں کو حاصل نہ تھا بلکہ اُن کی اولاد میں جو ائمہ کرام پیدا ہوئے وہ سب کے سب ان مناصب کے مصداق ہیں۔ ناظرین کرام آگے پڑھیں گے کہ معاذ اللہ تعالیٰ خدا تعالیٰ کو بدا ہو جاتا ہے اور بعض واقعات کے انجام کا علم نہیں ہوتا مگر ائمہ کرامؑ مکمل خدائی صفات سے متصف ہیں عیاذاً باللہ ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد — جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

شیعہ کے مشہور اور محقق عالم سید ظفر حسن اپنے عقائد میں لکھتے ہیں۔

چوالیسواں ۴۴ عقیدہ ائمہ سے امداد طلبی

ہمارا عقیدہ ہے کہ جب ہم اپنے ائمہ علیہم السلام کو اپنی مدد کے لیے بلاتے ہیں وہ ضرور آتے ہیں۔ ... ہمارا عقیدہ ہے کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام زندہ ہیں (یعنی ان پر موت نہیں آئی۔ صفدر) اور وہ ہر ایک عمل کو دیکھتے اور ہر پکارنے والے کی آواز سنتے ہیں۔ بلفظہٖ (عقائد الشیعہ صـ۱۰۵)

ماتحت الاسباب مدد کرنا تو تعاونوا علی البر والتقویٰ الآیۃ

سے ثابت ہے اور قریب کے شکل کو دیکھنا اور قریب کی آواز کو سننا طبعی اور فطری بات ہے اس میں بھلا حضرات ائمہ کرامؒ کا کیا کمال ہے؟ کمال تو جبھی ہے کہ دُور کے اعمال کو دیکھیں اور دُور کی آواز کو سنیں گویا روافض کے ہاں حضرات ائمہ کرام حاجت روا مشکل کشا فریادرس اور حاضر و ناظر ہیں اور یہی مولف مذکور کی مراد ہے شیعہ کے امام خمینی لکھتے ہیں کہ امام کو وہ مقام محمود اور وہ بلند درجہ اور ایسی حکومت تکوینی حاصل ہوتی ہے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم و اقتدار کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے (الحکومتہ الاسلامیہ) اہل حق کے نزدیک تکوینی طور پر کائنات کے ذرہ ذرہ پر اقتدار و اختیار صرف رب تعالیٰ کا ہے مگر شیعہ وامامیہ کے نزدیک یہ تمام خدائی صفات حضرات ائمہ کرامؒ میں پائی جاتی ہیں تو شیعہ کے مشرک ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ اور روافض کی کتابیں اس قدر زیادہ ہیں کہ شاید شیطان کے انڈے اور انتڑیاں بھی اتنی نہ ہوں اور بیشتر کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں اور اتنی گراں ہیں کہ غریب آدمی کی قوت خرید سے باہر ہیں جب کتابیں بہت زیادہ اور طویل ہوں عربی و فارسی میں ہوں تو ہر آدمی کی رسائی ان کے مضامین تک کب اور کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اہل السنت والجماعت کا کوئی مسئلہ ان کتابوں پر موقوف نہیں اور نہ وہ ان کو معتبر قرار دیتے ہیں تو ان کو ان کتابوں کے پڑھنے کی کیا ضرورت اور حاجت ہے؟ ان کتابوں کو تو وہی شخص پڑھیگا جو تقابل مذاہب و مسالک کا ذوق و شوق رکھتا ہو یا مناظر ہو اس لیے اہل السنت والجماعت کے عوام تو کجا بعض علماء کرام کو بھی ان کتابوں کے پڑھنے کا موقع نہیں ملتا اور نہ اس کا کوئی داعیہ پیش آتا ہے۔ اس لیے وہ شیعہ کے عقائد و نظریات سے بے خبر ہونے کی وجہ سے محض ان کے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کی وجہ سے ان کی تکفیر

نہیں کرتے اور جب ان کے باطل عقائد و نظریات پر مطلع ہوتے ہیں تو پھر ان کی تکفیر میں مرتی بھر تأمل نہیں کرتے اور بلا تردد کے انکی تکفیر کرتے ہیں۔ دور حاضر میں کتب روافض کے ماہر مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالشکور صاحبؒ (المتوفی ۱۳۸۲ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ

علامہ عبدالعلی بحر العلومؒ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) پہلے شیعہ کے مسلمان ہونے کا فتویٰ دیتے تھے مگر جب انہوں نے مشہور شیعی عالم مفسر ابو علی طبرسی کی تفسیر جامع البیان کا مطالعہ کیا تو ان پر یہ بات واضح ہوگئی کہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں انہوں نے صاف طور پر ان کی تکفیر کی اور فرمایا کہ

فمن قال بهذا القول فهو	جو شخص قرآن کریم کی تحریف کا قائل ہے
كافر قطعاً لانكاره الضروري	تو وہ قطعاً کافر ہے کیونکہ اس نے ایک
(فواتح الرحموت ص۱۹۱ طبع نولکشور لکھنؤ)	ضروری امر کا انکار کیا ہے۔

علامہ بحر العلومؒ نے مطلع ہو کر شیعہ کے کفر کی صرف ایک وجہ (تحریف قرآن) سے ان کی تکفیر کی ہے جبکہ ان کے کفر کی اور ٹھوس وجوہ بھی اسی پیش نظر کتاب میں بالتفصیل مذکور ہیں۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ شیعہ کے نزدیک ان کے دین ——— کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں مضمر ہیں بقول ان کے جو تقیہ نہیں کرے گا وہ دین دار نہیں ہو سکتا بلکہ بقول ان کے جو دین کو ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و خوار کرے گا۔ انشاء اللہ العزیز تقیہ کے عنوان میں یہ سب باتیں باحوالہ آرہی ہیں جب تقیہ کی وجہ سے شیعہ اپنے باطل عقائد اور غلط نظریات پر کسی مسلمان کو آگاہ ہی نہیں ہونے دیتے اور بظاہر کلمہ بھی پڑھتے ہیں اپنے آپکو مسلمان بھی کہلاتے ہیں رسمی طور پر مسلمانوں کی غمی خوشی اور دیگر تمام امور اور تقریبات میں شریک ہوتے

ہیں اور مسلمانوں کی فہرست میں اپنے نام بھی لکھواتے ہیں اور مسلمانوں جیسے نام بھی رکھتے ہیں اور اسلام کے دعویدار بھی ہیں تو عوام بیچارے تو کیا خواص بھی ان کی تکفیر میں تامل کر سکتے ہیں یہ وہ اہم وجوہ ہیں جن کی وجہ سے شیعہ کی تکفیر سیاں نہیں ہوئی جیسا کہ ہونی چاہیئے ورنہ قدیماً و حدیثاً علماء حق نے شیعہ وامامیہ کے کافرانہ مشرکانہ اور ورطۂ حیرت میں ڈالنے والے بے بنیاد نظریات آشکارا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی عوام اور بعض خواص شیعہ کے باطل عقائد اور غلط نظریات سے بے خبری کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہیں جب شیعہ کے باطل عقائد اور نظریات سنتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں۔

وہ جب کرتا ہے مجھ سے باتیں میں حیران رہتا ہوں
کہ گویا خوبصورت منہ سے اک تصویر بولے ہے

شیعہ کے باطل عقائد اور غلط نظریات سے آگاہ ہونے کیلئے درج ذیل کتابیں نہایت ہی مفید ہیں

(۱) منہاج السنۃ۔ امام ابن تیمیہؒ کی بے نظیر کتاب ہے (۲) ردّ روافض۔ مؤلفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ (۳) تحفہ اثنا عشریہ: مصنفہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ (جو انکے تاریخی نام مولانا حافظ غلام حلیمؒ ابنِ شیخ قطب الدین احمدؒ ابنِ شیخ ابو الفیض دہلویؒ سے طبع ہوا۔ (۴ و ۵) اجوبۂ اربعین اور ہدایۃ الشیعہ: مؤلفہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند (۶) ہدایۃ الشیعہ: مؤلفہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (۷) نصیحۃ الشیعہ: تالیف حضرت مولانا احتشام الدین صاحب مراد آبادیؒ (۸ و ۹) مطرقۃ الکرامۃ اور ہدایات الرشید مصنفہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ (المتوفی ۱۳۴۶ھ) صاحب بذل المجہود (۱۰) رسالۃ النجم وغیرہ اور بیشمار کتابیں از حضرت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنویؒ

(۱۱) آفتابِ ہدایت مؤلفہ مولانا کرم الدین صاحبؒ بھیں (۱۲) تحقیق فدک مولانا احمد شاہ صاحبؒ چوکیرو (۱۳) ایرانی انقلاب ۔ مرتبہ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دام مجدہم۔ (۱۴ ا ۱۵ ا ۱۶) تحفہ امامیہ، عقائد الشیعہ اور سیف السلام از مولانا حافظ مہر محمد صاحب زید مجدہٗ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ۔

محترم! شیعہ اور روافض بے شمار گروہوں میں منقسم اور بٹے ہوئے ہیں مگر قدرِ مشترک سب میں ایک ہے جس کا باحوالہ تذکرہ اسی کتاب میں آرہا ہے انشاء اللہ العزیز ۔ راقم اثیم شیعہ اور روافض کو مسلمان نہیں سمجھتا اور جمہور محققین علماء امت بھی کھلے لفظوں میں ان کی تکفیر کرتے ہیں جن کے حوالے اسی کتاب میں اپنے مقام پہ مذکور ہیں۔ راقم اثیم دیانتہً اس کا قائل ہے، کہ اسلام کو جتنا نقصان روافض نے پہنچایا ہے وہ مجموعی لحاظ سے کسی کلمہ گو فرقے سے نہیں پہنچا اور بحمد اللہ تعالیٰ علماء حق نے اس کو خوب اجاگر کیا ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) نے رد روافض کے عنوان سے فارسی میں ایک مختصر مگر محقق اور جامع رسالہ تصنیف فرمایا ہے اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ جس کا نام ردِ رفض ہے اس میں حضرت مجدد صاحبؒ نے شیعہ مذہب کے بانی عبد اللہ بن سبا یمنی یہودی اور اس کے چیلوں کے عقائد اور فاسد نظریات کا ذکر کیا ہے اور پھر قرآن کریم، احادیث صحیحہ اور حضرات فقہاء کرامؒ کی روشن عبارات سے ان کا پُرزور رد کیا ہے۔ اصولی طور پر انہوں نے اس رسالہ میں شیعہ کی تکفیر کے تین اصول اور وجوہ بیان کی ہیں۔

باب اوّل

شیعہ کی تکفیر کی وجہ اوّل یہ ہے کہ وہ قرآن مجید میں کمی بیشی اور تغیر و تبدل کے قائل ہیں اور تحریف قرآن کریم کا نظریہ خالص کفر ہے چنانچہ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ کلام اللہ جس پہ مدار اسلام ہے اور قرنِ اوّل سے بتواتر نقل ہے اور کسی شبہ کی اس میں گنجائش نہیں اور مطلق زیادتی اور نقصان کا اس میں احتمال نہیں اسمیں بھی گھڑی ہوئی آیتیں اور زیادتی کلمات ملا دیتے ہیں۔ اور آیات قرآنی میں (تحریف و) تصحیف کو روا رکھتے ہیں الخ (رد رفض ص۱۲) حضرت مجدد صاحب نے جو کچھ فرمایا بالکل صحیح اور بجا فرمایا ہے لاشک فیہ ولا ریب۔ ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

قرآن کریم میں تحریف :- تمام اہل اسلام کا یہ پختہ عقیدہ اور اس پر انکا اتفاق و اجماع ہے کہ آج جو قرآن کریم مسلمانوں کے پاس موجود ہے یہ بعینہ وہی ہے جو لوح محفوظ میں تھا اور جو بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام تیئس ۲۳ سال میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ وغیرہما مقامات میں حضرت محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا جس میں ایک حرف کی کمی بیشی تغیر و تبدل اور حذف و اضافہ نہیں ہوا اور نہ تا قیامت ہوگا۔ مگر شیعہ و امامیہ کے نزدیک قرآن کریم میں کمی بیشی واقع ہوئی ہے چنانچہ امام ابو محمد ابن حزم اندلسیؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) اپنی کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل میں لکھتے ہیں کہ

ومن قول الامامیۃ کلھا	امامیہ اور شیعہ کے سب متقدمین اور
قدیمًا وحدیثًا ان القرآن	متاخرین کا یہ قول ہے کہ بے شک قرآن
مبدل زید فیہ ما لیس	بدل ڈالا گیا ہے اس میں بہت زیادت
منہ ونقص منہ کثیر	کی گئی ہے جو اس میں نہ تھی اور اس میں بہت
وبدل کثیر (الفصل ص۱۸۲ ج۴)	کچھ کمی بھی کی گئی اور اسمیں بہت تبدیلی اور تحریف واقع ہوئی ہے

اور خود شیعہ کے نزدیک بعیر ان کے چار علماء کے (اوّل ابو جعفر ثانی محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی علامہ صدوق المتوفیٰ ۳۸۱ھ۔ دوم شریف مرتضےٰ ابوالقاسم علی بن حسین بن موسیٰ بغدادی علم الہدیٰ المتوفیٰ ۴۲۶ھ۔ سوم شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن حسین علی طوسی مفسر المتوفیٰ ۴۶۰ھ۔ اور چہارم ابو علی طبرسی امین الدین فضل بن حسین بن فضل مشہدی مصنف تفسیر مجمع البیان المتوفیٰ ۵۴۸ھ یعنی ۳۸۱ھ سے ۵۴۸ھ تک صرف چار آدمی اور اغلب یہ ہے کہ وہ بھی صرف تقیہ کے طور پر) باقی تمام شیعہ علماء کیا متقدمین اور کیا متاخرین سبھی ہی قرآن کریم میں کمی بیشی تغییر و تبدل اور تحریف کے قائل ہیں اور ظاہر بات ہے کہ ان کے تمام متقدمین اور متاخرین کے اجماع کے مقابلہ میں صرف چار کے ٹولے کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔

شیعہ مذہب کے بڑے عالم محدث قدوۃ المحدثین ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ مخفی نہ ہے کہ یہ حدیث اور کثیر تعداد میں احادیث صحیحہ قرآن میں کمی اور اس کی تحریف میں صریح ہیں اور میرے نزدیک تحریف قرآن کی روایتیں متواترۃ المعنیٰ ہیں الخ (مرأۃ العقول شرح اصول کافی ص ۵۳۶/ج ۲ طبع اصفہان) مؤرخ اور مجتہد علامہ حسین بن محمد تقی نوری طبرسی (المتوفیٰ ۱۳۲۰ھ) نے جس کو شیعہ نے ان کے نزدیک اقدس البقاع یعنی تمام روئے زمین کے مقدس ترین مقام نجف اشرف میں مشہد مرتضوی کے مقام میں دفن کیا ہے اس مضمون پر ایک مستقل ضخیم اور مفصل کتاب لکھی ہے جس کا نام فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب ہے جو جمادی الاخریٰ ۱۲۹۲ھ میں لکھی گئی ہے اس میں انہوں

نے صدہا اختراعی اور جعلی مثالیں بیان کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ معاذ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں تحریف واقع ہوئی ہے شیعہ کے بعض تقیہ باز علماء نے بین الاقوامی پروپیگنڈا سے گھبرا کر اس کتاب کا جواب بھی لکھا ہے مگر علامہ نوری طبرسی نے اس کے جواب میں کتاب ردّ الشبہات عن فصل الخطاب فی اثبات تحریف کتاب رب الارباب لکھ کر تحریف کے وقوع پہ مہر ثبت کر دی ہے، اور تقیہ بازوں کے دلائل کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اُڑا کر انہیں لاجواب کر دیا ہے کہ وہ ساری عمر روتے رہیں ۔

حالت پہ میری اُن کے آنسو نکل پڑے
دیکھا گیا نہ یاس میں عالم نگاہ میں

چنانچہ علامہ نوری طبرسی لکھتے ہیں کہ

قال السید المحدث الجزائری	جناب محدث نعمت اللہ الجزائری نے
فی الانوار ما معناه ان الاصحاب	اپنی کتاب انوار (النعمانیۃ) میں فرمایا ہے
قد اطبقوا علی صحۃ الاخبار	جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اصحاب
المستفیضۃ بل المتواترۃ	(شیعہ) سب کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ
الدالۃ بصریحہا علی وقوع	تمام مشہور بلکہ متواتر روایات جو صراحۃً
التحریف فی القرآن	قرآن کی عبارت۔ الفاظ اور اس کے
کلاماً و مادۃً و اعراباً	اعراب میں تحریف بتاتی ہیں صحیح ہیں اور
والتصدیق بہا نعم خالف فیہا	ہمارے تمام اصحاب تحریف قرآن کی ان
المرتضی والصدوق والشیخ	روایات کی تصدیق پر متفق ہیں۔ ہاں

الطبرسی اھ
(فصل الخطاب ص۳۰)

شریف مرتضی، صدوق اور شیخ طبرسی (اور ابوجعفر طوسی) نے اس سے اختلاف کیا ہے

اس سے روشن ہوگیا کہ شیعہ کی (خانہ ساز) متواتر روایات اور اُن کے اجماع و اتفاق سے قرآنِ کریم میں تحریف واقع ہوئی ہے ہاں مگر صرف چار کا ٹولہ اس سے اختلاف کرتا ہے اور علامہ نوری تصریح کرتے ہیں کہ

ولم یعرف من القدماء
خامس لھم (فصل الخطاب ص۳۲)

متقدمین میں سے کوئی پانچواں شخص ان کا ہم خیال معلوم نہیں ہوسکا۔

گویا ان چار کے (جو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہیں) علاوہ باقی تمام شیعہ علماء مجتہدین متقدمین اور متاخرین معاذ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں تحریف کے قائل ہیں اور بڑی وضاحت سے یہ لکھتے ہیں کہ

ان الاخبار الدالة علی ذلک تزید علی الفی حدیث وادعی استفاضتها جماعة کالمفید والمحقق الداماد والعلامة المجلسی وغیرھم بل الشیخ ایضا صرح فی التبیان بکثرتها بل ادعی تواترها جماعة یأتی ذکرھم۔
(فصل الخطاب ص۲۲۷)

بلاشبہ وہ (شیعی) روایات جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں دو ہزار سے زائد ہیں اور علماء (شیعہ) کی ایک بڑی جماعت نے جن میں شیخ مفید محقق داماد اور علامہ مجلسی وغیرہ ہیں ان روایات کے مشہور اور مستفیض ہونے کا دعویٰ کیا ہے بلکہ شیخ طوسی نے تبیان میں صراحۃً لکھا کہ ان روایات کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے بلکہ ایک جماعت نے جن کا ذکر آگے آئیگا ان روایات کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے

اور پھر آگے فصل الخطاب صہ ۳۲۸ و صہ ۳۲۹ میں ان شیعہ علماء کے نام اور کتابوں کے حوالے بھی درج کیے ہیں جو قرآن کریم میں تحریف کی روایات کے تواتر کے مدعی ہیں جب مذہب شیعہ میں قرآن کریم محرف و مبدّل ہے کیونکہ ان کی متواتر روایات ان کو اس پر مجبور کرتی ہیں اور ان کے متقدمین و متاخرین کا اتفاق و اجماع اس پر مستزاد ہے تو پھر اس قرآن کریم کی ان کے ہاں کیا قدر و منزلت ہو سکتی ہے جس کو مسلمان پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور اس کے حفظ سے اپنے سینوں کو منور کرتے اور خوشی مناتے ہیں۔

قرآن کریم کی آیات

مسلمانوں کے پاس جو قرآن کریم ہے اور جو انہیں اپنی جانوں سے بھی عزیز تر ہے اس کی آیات چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں (۶۶۶۶) اور مشہور شیعی عالم علامہ قزوینی کی نقل اور حساب کے مطابق اس کی آیات کے بارے دو قول ہیں ایک قول کے لحاظ سے اس میں چھ ہزار تین سو چھپن (۶۳۵۶) اور دوسرے کے اعتبار سے چھ ہزار دو سو چھتیس (۶۲۳۶) آیات ہیں لیکن اصول کافی میں ہے کہ امام ابو عبداللہ جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ

ان القرآن الذی جاء به جبرائیل	بلاشک وہ قرآن کریم جس کو حضرت
علیه السلام الی محمد صلی	جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ
الله تعالیٰ علیه وآله وسلم	علیہ وآلہ وسلم کی طرف لائے اس کی سترہ ہزار
سبعة عشر الف آية	آیتیں تھیں۔

(اصول کافی ۶۷۱ طبع نولکشور لکھنؤ مع الصافی جزء ششم صہ ۴۵)

اور علامہ نوری طبرسی لکھتے ہیں کہ

وقد ادعی تواتر جماعة منهم	اور قرآن میں تحریف کیے جانے کے

المولیٰ محمد صالح فی شرح الکافی حدیث قال فی شرح ماورد ان القرآن الذی جاء جبرائیل الی النبی سبعة عشر الف آیة وفی روایة سلیم ثمانیة عشر الف آیة ما لفظه واسقاط بعض القرآن وتحریفه ثبت من طرقنا بالتواتر معنیً الخ (فصل الخطاب ص۲۲۸)

متواتر ہونے کا دعویٰ ہمارے علماء کی ایک جماعت نے کیا ہے ان میں سے ایک آقا محمد صالح بھی ہیں کافی کی شرح میں اس حدیث کی کہ جو قرآن جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے اسکی سترہ ہزار (۱۷۰۰۰) اور بروایت سلیم اٹھارہ ہزار (۱۸۰۰۰) آیتیں تھیں شرح میں وہ لکھتے ہیں کہ قرآن میں تحریف اور اس کے بعض حصول کا اسقاط کیا جانا ہمارے نزدیک تواتر معنوی کے طریقوں سے ثابت ہے۔

غور فرمائیں کہ بقول شیعہ شیعہ کے سترہ یا اٹھارہ ہزار آیات پر مشتمل قرآن گھٹتے گھٹتے تقریباً سوا چھ ہزار آیات رہ گیا ہے، تو پھر اس کے تغیر و تبدل اور کمی بیشی میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے! ان کے علامہ خلیل قزوینی اسی روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ۔

مراد این است کہ بسیار از آں قرآن ساقط شدہ و در مصاحف مشہور نیست (الصافی ج۲ ص۷۵ باب النوادر طبع نولکشور لکھنؤ)

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ اصلی قرآن کا بہت سا حصہ ساقط اور غائب ہو گیا ہے اور وہ قرآن کے موجودہ مشہور نسخوں میں نہیں ہے۔

اگر معاذ اللہ تعالیٰ شیعہ کی ان خود ساختہ اور تراشیدہ روایات کو تسلیم کر لیا جائے

تو پھر تو قرآن کریم میں سابق آسمانی کتابوں اور صحیفوں سے بدرجہا زیادہ تحریف ثابت ہوتی ہے اور شاید اسی لیے شیعہ قرآن کریم کو یاد بھی نہیں کرتے اور نہ اس کے حافظ ہوتے ہیں کیونکہ ان کا اس قرآن کریم پر جب ایمان و اعتماد ہی نہیں تو وہ اس کو اپنے سینہ میں جگہ دینے کی کیوں زحمت گوارا کریں؟ جب کہ بفضل اللہ تعالیٰ اس بے عملی کے دور اور مادر پدر آزاد زمانہ میں بھی ہزاروں ہی نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں دنیا میں قرآن کریم کے حافظ موجود ہیں جن میں مرد اور عورتیں بھی شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعام سے راقم اثیم کے اہل خانہ میں ایک درجن سے زائد حفاظ قرآن کریم موجود ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ	بے شک ہم ہی نے اتاری ہے یہ نصیحت (قرآن کریم) اور بے شک ہم آپ اس کے نگہبان ہیں
(پ ۱۴۔ الحجر ۱)	

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہم ہی اس قرآن کریم کے اتارنے والے ہیں اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے جس شان و صورت سے وہ اترا ہے بدون ایک شوشہ یا زیر و زبر کی تبدیلی کے وہ تمام جہان کے کونے کونے میں پہنچ کر رہے گا اور پہنچا، اور قیامت تک ہر قسم کی تحریف لفظی و معنوی سے مکمل طور پر محفوظ و مصئون رکھا جائیگا زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر قرآن کریم میں کوئی تغیر و تبدل واقع نہ ہو گا باطل قومیں اور حکومتیں قرآن کریم کی آواز کو دبانے یا گم کر دینے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کریں گی مگر اس کے ایک نقطہ کو نہ بدل سکیں گی قرآن کریم کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز

طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب اور مغرور مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے سر ولیم میور لکھتا ہے جہاں تک ہماری معلومات ہیں دُنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو، ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اُسے خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں (محصلہ فوائد عثمانیہ) ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمائیں اور اس کی نگرانی اپنے ذمہ لیں اور کھلے کافر بھی اس کی اصلی صورت میں محفوظ رہنے کا اقرار کریں مگر شیعہ شنیعہ کہیں کہ ہمارے علماء اور مجتہدین کی تحقیق سے تواتر کے ساتھ اس میں تحریف اور کمی بیشی ثابت ہے اور شیعہ کے چار علماء کے بغیر ان کے باقی تمام متقدمین اور متاخرین کا اس پر اتفاق و اجماع ہے کہ موجودہ قرآن محرف اور مبدل ہے کیا شیعہ شنیعہ کی تکفیر کے لیے یہی ایک نص قطعی کافی نہیں ہے۔

الغرض دیگر بے بنیاد اور باطل عقائد شیعہ کے اپنے مقام پر ہیں جو سبب کفر ہیں اور قرآن کریم کی تحریف کا دعویٰ اپنی جگہ قطعاً اور یقیناً ان کی تکفیر کا موجب ہے جس میں ایک رتی بھر بھی شک و شبہ نہیں لَارَیْبَ فِیْہِ

یہی وجہ ہے کہ جملہ اہل حق کھلے طور پر شیعہ کی تکفیر کرتے ہیں اور یہ ان کا اسلامی اور قانونی حق ہے مگر بایں ہمہ وہ امن عامہ کو بگاڑنے اور خراب کرنے کی پالیسی پر گامزن نہیں ہیں کیونکہ وہ ملک کے سا لمیت مصلحت کو نظر انداز نہیں کرتے ہے

ہم ہیں خاموش کہ برہم نہ ہو عالم کا نظام
وہ سمجھتے ہیں کہ ہم میں طاقت فریاد نہیں

قرآن کریم میں تحریف کے اثبات پر شیعہ کی کتب سے چند حوالے

بیان ہو چکا ہے کہ شیعہ کے چار کے ٹولہ کے علاوہ باقی تمام قرآن کریم کی تحریف کے قائل ہیں اور یہ بہت ممکن ہے کہ چار کے ٹولہ نے بھی تقیّہ سے کام لیا ہو کیونکہ ان کے نزدیک لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا تَقِیَّۃَ لَہٗ ایک اصول اصل اور قاعدہ ہے شیعہ شنیعہ کا یہ قطعاً باطل اور سراسر جھوٹا دعویٰ ہے کہ اہل السنت والجماعت نے اور علی الخصوص حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرت عثمانؓ نے یوں تحریف کی کہ حضرت علیؓ اور ان کے بعد حضرات ائمہ کرامؒ کی منصوص امامت کو قرآن کریم سے نکال دیا چنانچہ اُن کی بنیادی اور مرکزی کتاب اصول کافی میں ہے ،

ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فی ولایۃ	اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی علیؓ
علیّ وولایۃ الائمّۃ من بعدہ	اور اُن کے بعد ائمہ کی ولائت تسلیم کرنے
فقد فاز فوزا عظیما ھٰکذا نزلت۔	میں اطاعت کی تو تحقیق سے اُس نے
(اصول کافی ص۲۱۴ ج۱ طبع ایران)	بڑی کامیابی حاصل کی۔

اس آیت کریمہ سے بقول مجتہد کلینی کے اہل السنت والجماعت نے خط کشیدہ الفاظ نکال دیئے ہیں جن سے حضرت علیؓ اور ان کے بعد حضرات ائمہ کرامؒ کی امامت نصاً ثابت ہوتی اور ایک مقام پر بقول ان کے فی علیّ (ملاحظہ ہو اصول کافی ص۲۱۴ ج۱ طبع ایران)، اور کہیں لولایۃ علیّ کے الفاظ قرآن کریم سے نکال دیے گئے ہیں۔ (ملاحظہ ہو ص۴۱۹ ج۱ طبع ایران)

شیعہ کے محقق مجتہد اور خمینی صاحب کے معتمد علیہ ملّا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ :

ودر قرآن در آیات بسیار نام علیؓ بود کہ عثمانؓ بیرون کردہ اہ (تذکرۃ الائمۃ یا ائمہ معصومین علیہم السلام ص۴۸)	قرآن کریم کی بہت سی آیات میں حضرت علیؓ کا نام تھا مگر عثمانؓ نے ان کا نام قرآن سے خارج کر دیا۔

یہ شیعہ شنیعہ کا حضرت عثمانؓ اور دیگر اہل حق پہ بالکل صریح بہتان اور خالص افتراء ہے اہلِ حق نے قرآنِ کریم کی ایسی حفاظت کی ہے کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے سراسر عاجز اور قطعاً قاصر ہے۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ہدایات الرشید ص۶۱۴ و ص۶۱۵ میں رافضیوں کے تحریفِ قرآن کے عقیدہ پہ مبسوط بحث کی ہے۔

شیعہ کا متوازی قرآن مصحفِ فاطمہؓ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ فرشتہ جو کچھ نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہ نازل ہوا وہ قرآن کریم (وحی متلو) اور حدیث شریف (وحی غیر متلو) ہی تھے آپ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فرشتہ کسی اور پہ کوئی وحی اور کتاب نہیں لایا مگر اس کے برعکس شیعہ کی مرکزی اور بنیادی کتاب اصول کافی میں ہے کہ ابوبصیر نے حضرت امام جعفر صادقؒ سے مصحف فاطمہؓ کے بارے سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اٹھا لیا اور آپؐ کی وفات ہوگئی تو حضرت فاطمہؓ کو ایسا رنج و غم ہوا جس کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ حضرت فاطمہؓ کے پاس بھیجا جو ان کے غم میں انہیں تسلی دے اور ان سے باتیں کیا کرے حضرت فاطمہؓ نے حضرت امیر المؤمنین علیؓ کو یہ بات بتلائی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تمہیں اس فرشتہ کی آمد کا احساس ہو اور اس کی آواز سنو تو مجھے بتلا دینا حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ فرشتہ کی آمد پہ

فاعلمته بذالك فجعل	میں نے حضرت امیر المومنین علیؓ کو یہ بتایا تو
امیر المؤمنین علیہ السلام	وہ جو کچھ اس فرشتہ سے سُنتے تھے لکھتے جاتے
یکتب کل ما سمع حتیٰ	یہاں تک کہ انہوں نے اس سے ایک
اثبت من ذالك مصحفاً	مصحف (قرآن) تیار کر لیا (یہی مصحف
(اصول کافی ص۲۴۰ ج۱ طبع ایران)	فاطمہؓ ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ حضرت فاطمہؓ پر بھی وحی اور پیغام لاتا رہا اور اس وحی کو حضرت علیؓ باقاعدہ سُنتے اور لکھتے رہے جس سے مصحف تیار ہوا۔ اور حضرت امام جعفر صادقؒ ہی مروی ہے کہ

ثم قال وان عندنا المصحف	پھر انہوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس حضرت
فاطمة علیها السّلام وما یدریهم	فاطمہ علیہا السلام کا مصحف ہے اور
ما مصحف فاطمة؟ قال فیه	لوگوں کو کیا خبر ہے کہ مصحف فاطمہؓ کیا ہے؟
مثل قرآنکم هذا ثلاث	امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اس میں تمہارے
مرات والله ما فیه من	اس قرآن سے تین گنا ہے اللہ تعالیٰ
قرآنکم حرف واحد	کی قسم اس میں تمہارے اس قرآن کا ایک
(اصول کافی ص۲۳۹ ج۱ طبع ایران)	حرف بھی نہیں ہے۔

تمام اہلِ اسلام جانتے ہیں کہ قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تئیس ۲۳ برس نازل ہوتا رہا۔ نہ معلوم یہ مصحف فاطمہؓ جو قرآن کریم کے مقابل کا ہی کوئی قرآن ہے جیسا کہ تقابل کے الفاظ (مثل قرآنکم اور من قرآنکم) سے عیاں ہے اور قرآن کریم سے تین گنا زیادہ بھی ہے کتنا عرصہ حضرت فاطمہؓ پر

نازل ہوتا رہا اور پھر کب تک حضرت علیؓ اس کو تحریر فرماتے رہے حتیٰ کہ انہوں نے کتابی شکل میں ایک مصحف تیار کر لیا مگر عجیب اور نرالی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس جو اصلی قرآن کریم ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کا ایک حرف بھی مصحف فاطمہؓ میں موجود نہیں ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصحف انگریزی۔ جرمنی۔ فرانسیسی۔ روسی۔ جاپانی۔ چینی۔ سنسکرت اور گورمکھی وغیرہ کسی اور زبان میں نازل ہوا ہوگا اگر عربی زبان میں نازل ہوتا تو لازماً کوئی نہ کوئی حرف تو اس میں ہوتا مگر امام موصوف وعندالشیعہ معصوم حلفیہ طور پر فرماتے ہیں۔ کہ مصحف فاطمہؓ میں اصلی قرآن کا ایک حرف بھی موجود نہیں ہے ان کے ارشاد اور بیان پر یقین نہ کرنا بھی سراسر زیادتی ہوگی گویا شیعہ کے مفروض مصحف فاطمہ رہ نے اصلی قرآن کو صفحۂ ہستی ہی سے مٹا دیا ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) ؎

کس دھیان سے پرانی کتابیں کھلی تھیں کل
آئی ہوا تو کتنے ورق ہی الٹ گئے

غیر مسلموں کی زبانی قرآن کریم کی حقانیت

جناب خمینی صاحب اور ان کی جماعت کا یہ باطل فیصلہ ہے کہ موجودہ قرآن کریم جو مسلمانوں کے پاس ہے وہ محرّف ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اس کے برعکس بھارت کی کافر حکومت کی عدالت عالیہ کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیے

بھارت کی کوئی عدالت قرآن حکیم پر پابندی نہیں لگا سکتی۔

کلکتہ ہائیکورٹ نے قرآن پر پابندی کے متعلق انتہا پسند ہندو کی درخواست

مسترد کر دی عدالت حدیث پہ پابندی کے متعلق اسی ہندو کی درخواست پہلے ہی مسترد کر چکی ہے۔

نئی دھلی (رپورٹ مقبول دہلوی) کلکتہ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس دیپک کمار سین اور جسٹس شیامل کمار سین پر مشتمل ایک ڈویژن بنچ نے اپنا ایک تاریخی فیصلہ تفصیلی طور پہ تحریری کی شکل میں سنایا جو بھارت کے انتہا پسند ہندو چاند مل چوپڑا کی اپیل کے مسترد کرتے ہوئے دیا ہے چاند مل چوپڑا کی اپیل مسترد کرنے کا عبوری آرڈر ایک ہفتہ قبل سرکاری وکیل کے اصرار پہ زبانی سنایا گیا تھا عدالت عالیہ نے اپنا مفصل فیصلہ بصورت تحریر کے بعد جاری کرنے کا اعلان کیا تھا۔ فاضل ججوں کے ۴۱ صفحات پر مشتمل اس تفصیلی فیصلے میں چیف جسٹس دیپک سین نے کہا کہ قرآن مجید اسلام کی اساسی کتاب ہے اور پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر آج تک دنیا کے کسی مہذب ملک میں اس نوعیت کا مقدمہ مسلمانوں کی مذہبی کتاب قرآن مجید کے خلاف دائر نہیں کیا گیا فاضل چیف جسٹس کلکتہ ہائیکورٹ نے اپنے فیصلے میں مزید لکھا ہے کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۹۵ قرآن مجید یا مقدس کتابوں پر لاگو نہیں ہوتی جس کے تحت انہیں ضبط کیا جائے اور قانونی پابندی عائد کی جائے بھارت کی کسی بھی عدالت کے دائرہ اختیار میں یہ نہیں ہے کہ کسی بھی طرح کتب آسمانی کے معاملے میں مداخلت کرے اور ان پہ جزوی یا کلی طور پہ پابندی عائد کرے ڈویژن کے دوسرے جج جسٹس شیامل کمار سین نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ کسی بھی مقدس آسمانی صحیفے کو خلاف قانون قرار دینے کی ایسی کوئی عرضداشت بھارت جیسے سیکولر ملک میں نہ تو سماعت کیے

لیے قبول کی جا سکتی ہے اور نہ اس ملک میں کتاب مقدس کی اشاعت پر پابندی لگائی جا سکتی ہے انتہا پسند ہندو چاندمل چوپڑا نے بھارت میں قرآن مجید کی اشاعت پر پابندی عائد کروانے کے لیے ایک رٹ پٹیشن ۱۹۸۵ء میں دائر کی تھی اسے جسٹس لباک نے خارج کر دیا تھا اس فیصلے کے خلاف مسٹر چاندمل نے عدالت عالیہ میں رٹ دائر کی اسے ڈویژن بنچ نے ایک ہفتہ قبل عبوری فیصلہ سناتے ہوئے مسترد کر دیا تھا آج فاضل جج صاحبان نے تحریری طور پر اپنا فیصلہ سنایا یہاں اس امر کا تذکرہ بے جا نہ ہوگا کہ اس ہندو نے پچھلے دنوں حدیث شریف پر پابندی لگانے کی بھی ایک رٹ ہائیکورٹ میں داخل کی تھی جسے ابتدائی سماعت کے دوران ہی مسترد کر دیا گیا تھا بلفظہٖ (اخبار جنگ لاہور ۱۱ ربیع الاول ۲۱ دسمبر ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۷ء ص۱ کالم ۷، ۸ و ص۸ کالم ۴)

مقام حیرت ہے کہ ہندو تو قرآن مجید کو جو بحمد اللہ تعالیٰ آج تمام دنیا کے مسلمانوں کے پاس موجود ہے اور اسے وہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں اور اسے پڑھتے پڑھاتے اور یاد کرتے ہیں آسمانی اور مقدس کتاب سمجھتے ہیں اور اس پر کلی یا جزوی طور پر پابندی عائد کرنے کو کسی بھی عدالت کے دائرۂ اختیار سے باہر قرار دیتے ہیں مگر خمینی صاحب اور اُن کی جماعت اس کتاب مقدس کو معاذ اللہ محرف قرار دیتی ہے کتنا ظلم ہے ؎

ایسا ہے وہ بت مجھ سے جو ایمان کی پوچھو
کافر بھی اسے دیکھ کر کہہ دے کہ خدا ہے

ہندو ججوں کا یہ فیصلہ منکرین حدیث کے لیے بھی تازیانۂ عبرت ہے

کہ غیر مسلم ہو کر بھی وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس پر پابندی لگانے کے سخت خلاف ہیں اور اس کے خلاف احتجاج کرنے والوں کی درخواست کو مسترد کرتے ہیں۔ مگر منکرین حدیث حدیث کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتے اور اس کو دنیا سے ناپید کرنے کے درپے ہیں۔ مگر بحمداللہ تعالیٰ حدیث کو ماننے والے اور اس کی نشر و اشاعت کے لیے طعنہ زنوں کے ظلم و ستم سہنے والے بھی موجود ہیں ؎

ہر بار ہم نے سچ کہا ظالم کے روبرو ہم پر اسی لیے تو ستم پر ستم ہوئے

Www.Ahlehaq.Com

باب دوم

شیعہ کی تکفیر کی دوسری وجہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بتلائے ہوئے قاعدہ کے مطابق شیعہ کی تکفیر کی وجہ دوم یہ ہے کہ شیعہ حضرات خلفاء راشدینؓ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے نصوص قطعیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ کا رد اور انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے چنانچہ حضرت مجددؒ الف ثانیؒ لکھتے ہیں۔

ہم یقین سے جانتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مؤمن ہیں اور خدا تعالیٰ کے دشمن نہیں ہیں اور ان کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے لہٰذا ان کو کافر کہنے سے کفر کہنے والے کی طرف لوٹے گا اھ (رد رفض ص۲۷) نیز ارشاد فرماتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ حضرات شیخینؓ اکابر صحابہؓ میں سے ہیں بلکہ افضل الصحابہؓ ہیں پس ان کو کافر ٹھہرانا بلکہ ان کی تنقیص کرنا کفر و زندقہ اور گمراہی کا باعث ہے اھ (ایضاً ص۲۸) اور اس سے قبل تحریر فرماتے ہیں۔ جب شیعہ ان بزرگوں کی مذمت کرتے ہیں تو گویا وحی کی مخالفت کرتے ہیں اور وحی کی مخالفت کھلا کفر ہے (ایضاً ص۱ ص۱۲)

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جو کچھ فرمایا ہے بالکل بجا ہے۔ ذیل کے حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

شیعہ اور امامیہ کے نزدیک حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی تکفیر

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا الاٰیۃ (پ۵۔ النساء۲۰)
اصول کافی کی خانہ ساز روایت کے مطابق

حضرت امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ۔

نزلت فی فلان وفلان وفلان آمنوا بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اول الامر وکفروا حیث عرضت علیہم الولایۃ فہؤلاء لم یبق فیہم من الایمان شیٔ

(اصول کافی ص۴۲۰ ج۱ طبع ایران)

یہ آیت فلاں اور فلاں اور فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہے پہلے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائے پھر جب ان پر (حضرت علیؓ کی) امامت و ولایت پیش کی گئی تو وہ کافر ہو گئے (آخر میں کہا کہ ان میں ذرا بھر بھی ایمان باقی نہ رہا

اور اصول کافی کی مشہور شرح الصافی میں ہے

امام گفت ایں آیت نازل شد در ابوبکر وعمر وعثمان اھ

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ اس آیت کا شان نزول ابوبکر، عمر اور عثمان ہیں۔

(الصافی جزو سوم حصہ دوم ص۹۸)

اور اصول کافی میں ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت کریمہ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ (پ۲۶۔ الحجرات۔۱) کا مصداق

الاول والثانی والثالث

(اصول کافی ص۴۲۶ ج۱ طبع ایران)

اوّل (ابوبکرؓ) اور دوم (عمرؓ) اور سوم (عثمانؓ) ہیں یعنی یہ تینوں ہی عند اللہ تعالیٰ ناپسندیدہ ہیں)

(تذکرۃ الائمہ از ملا باقر مجلسی و جلاء العیون صفحہ ۱۹۵ جلد اول، مترجم اردو ص ۲۳۲ جلد اول) اور اگر حضرت عمرؓ کافر تھے تو حضرت علیؓ اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح ان سے کیوں کر دیتے قاضی نور اللہ شوستری لکھتے ہیں کہ

اگر نبی دختر بعثمانؓ داد ولی دختر بعمرؓ فرستاد۔ | اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی حضرت عثمانؓ کو دی تو حضرت علیؓ نے اپنی لڑکی حضرت عمرؓ کو دی۔

(مجالس المومنین مجلس سوم ص ۵۹ طبع تہران)

اس کارروائی کو مجبوری پر محمول کرنا خبث باطن ہے کیونکہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کوئی مجبوری تھی اور نہ حضرت علیؓ کو۔ ملا باقر مجلسی نے حضرت امام زین العابدینؒ پر افترا باندھتے ہوئے یہ لکھا کہ انہوں نے فرمایا کہ

ہر دو (ابوبکرؓ و عمرؓ) کافر بودند و ہر کہ ایشان را دوست دارد کافر است | ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں کافر تھے اور جو ان سے دوستی رکھے وہ بھی کافر ہے

(حق الیقین ص ۵۲۲)

ملاحظہ کیجئے کہ اس ظالم مفتری نے کس طرح حضرت امام زین العابدینؒ پر حضرات شیخینؓ کی اور ان کے ساتھ دوستی اور محبت کرنے والوں کی تکفیر کا بہتان تراشا۔

عام حضرات صحابہ کرامؓ کی تکفیر و تنقیص

یہ تو تھی حضرات شیخینؓ اور حضرات خلفاء ثلاثہؓ کی ناجائز تکفیر کی ڈرامائی کہانی

اب آپ دیگر حضرات صحابہ کرامؓ اور حضرات ازواج مطہراتؓ وغیرہا کے بارے میں شیعی افسانہ ملاحظہ کر لیں۔

فروع کافی میں امام باقرؒ سے (ان پر افترا کرتے ہوئے) یہ جعلی روایت ہے کہ

قال کان الناس اھل ردۃ بعد النبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم الا ثلاثۃ فقلت ومن الثلاثۃ؟ فقال المقداد بن الاسود والبوذر الغفاری وسلمان الفارسی رحمۃ اللہ علیھم وبرکاتہ -

انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب صحابہؓ مرتد ہوگئے تھے (العیاذ باللہ تعالیٰ) مگر صرف تین - (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے سوال کیا وہ تین کون تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مقداد بن الاسود، ابوذر غفاری اور سلمان فارسی اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت اور برکتیں ہوں .

(فروع کافی ج ۳ کتاب الروضہ ص ۱۱۵ طبع ایران ص ۲۴۵)

شیعہ اور امامیہ کے قدوۃ المحدثین عمدۃ المجتہدین شیخ الاسلام ملا محمد باقر مجلسی (المتوفی سنہ ۱۱۱۰ھ) لکھتے ہیں کہ

و (شیخ کشی) ایضاً بسند حسن از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ صحابہؓ بعد از حضرت رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مرتد شدند مگر سہ نفر سلمانؓ و ابوذرؓ و مقدادؓ راوی گفت کہ عمارؓ چہ شد؟ حضرت فرمود کہ اندک میلے کرد و بزودی برگشت اھ

(شیخ کشی نے حسن سند کے ساتھ حضرت امام محمد باقرؒ سے یہ روایت بھی کی ہے کہ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوگئے تھے مگر تین آدمی حضرت سلمانؓ، حضرت ابوذرؓ اور حضرت مقدادؓ، راوی نے کہا کہ حضرت عمارؓ سے کیا ہوا؟ حضرت نے فرمایا کہ وہ تھوڑا سا جھکاؤ تو رکھتے تھے پھر جلدی سے

(حیات القلوب ص۸۳۷ ج۲) پھر گئے (یعنی معاذ اللہ تعالیٰ مرتد ہو گئے)

اور یہ روایت رجال کشی ص۸ میں اور تفسیر صافی ص۲۸۹ تحت قولہ تعالیٰ

وما محمد الا رسول الآیۃ میں بھی مذکور ہے اور مشہور شیعی عالم مامقانی ارتداد صحابہ کرامؓ کی روایات کو متواتر کہتا ہے۔ (تنقیح المقال ص۲۱۶ ج۱) معاذ اللہ تعالیٰ اگر شیعہ وامامیہ کے اس باطل نظریہ کو تسلیم کر لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بجز چند حضرات کے باقی تمام حضرات صحابہ کرامؓ مرتد ہو گئے تھے تو اس سے نصوص قطعیہ کا جن میں سے بعض کا ذکر عنقریب آرہا ہے انشاء اللہ العزیز انکار اور رد لازم آتا ہے اسی طرح صریح وصحیح ومتواتر احادیث کی مخالفت ہوتی ہے اور اجماع امت کا انکار اس پر مستزاد ہے اگر معاذ اللہ تعالیٰ حضرات صحابہ کرامؓ مسلمان نہ تھے تو پھر ان کے جمع اور نقل کردہ قرآن کریم اور روایات کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور ان کے پیش کردہ دین پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ اور معاذ اللہ تعالیٰ اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیئس ۲۳ سال تک جو تعلیم دیتے رہے وہ ناقص تھی اور آپ ناکام معلم تھے کہ امتحان کا وقت آیا۔ تو بجز چند حضرات کے باقی سبھی ناکام ہو گئے یہ بات نہایت ہی قابل غور ہے

مرے نقص خودی و بے خودی سے مے کدے والو
مجھی پر ہی نہیں ساقی پہ بھی الزام آتا ہے

شیعہ کے عمدۃ المحدثین ملا باقر مجلسی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے بارے لکھتے ہیں۔ پس آں دو منافق وآں دو منافقہ باہمدیگر اتفاق کردند کہ آنحضرت را بزہر شہید کنند الخ (حیات القلوب ص۸۷۵ ج۲ طبع لکھنؤ)

اور حضرت عمرؓ کے بارے لکھا ہے کہ او ہمیشہ در شک و کفر بود (ایضاً صہ ۴۹۲ ج ۲) اور حضرت عثمانؓ کے بارے لکھا ہے کہ آں منافق در پہلوے جاریہ دختر رسول خوابید و با او زنا کرد (الی قولہ) و آں بے حیاے منافق نیز ہمراہ جنازہ بیروں آمدہ بود (ایضاً صہ ۲۲ ج ۲) اور لکھا ہے پس عائشہ منافقہ آں جناب گفت (ایضاً صہ ۲۵ ج ۲) و حفصہ منافقہ (ایضاً صہ ۲۲ ج ۲)

یہی ملا باقر مجلسی لکھتا ہے کہ

و چوں ابو سفیان مسلمان شد منافق	جب ابو سفیانؓ مسلمان ہوا تو منافق تھا اور
و منافق مرد و مشہور است بنفاق	منافق ہی مرا اور وہ منافقت ہی سے
(تذکرۃ الائمہ یا ائمہ معصومین علیہم السلام صہ ۶۹)	مشہور تھا۔

اور اسی صفحہ (۶۹) میں حضرت ابو سفیانؓ کی اہلیہ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ساس حضرت ام المؤمنین ام حبیبہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی والدہ ماجدہ حضرت ہندؓ کے بارے لکھا ہے وہند زانیہ اھ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ملاحظہ کیجیے شیعہ محقق اور مجتہدین کے قابل اعتماد کی بکواس۔ کتب احادیث و تفاسیر میں موجود ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی اور یہ شرط پیش کی وَلَا یَزْنِیْنَ کہ عورتیں زنا نہ کریں گی تو اس پر حضرت ہندؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ

فقالت یا رسول اللہ وھل	کیا کوئی شریف عورت بھی زنا کرتی ہے؟
تزنی امرأۃ حرۃ ؟ فقال	آپؐ نے فرمایا بخدا شریف عورت
لا واللہ ما تزنی الحرۃ اھ	زنا نہیں کرتی۔

(تفسیر ابن کثیر صہ ۳۵۴ ج ۴)

اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ۔

فالت او تزنی الحرة ؟ لقد کنا نستحی من ذٰلک فی الجاھلیة فکیف بالاسلام	فرمایا کیا شریف عورت بھی زنا کرتی ہے ہم تو دورِ جاہلیت میں زنا سے شرماتی تھیں، تو بھلا اسلام میں کیسے کر سکتی ہیں ۔

(تفسیر در منثور صـ ۲۰۹ ج ۶، مستدرک صـ ۱۶ ج ۴، البدایہ والنہایہ صـ ۱۹ ج ۴، وکتاب الاعتبار صـ ۲۲۵)

مگر شیعہ شنیعہ کی بلا سے انہیں تو حضرات صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنا ہے خواہ کچھ بھی ہو۔ اور یہی دریدہ دہن ملا باقر مجلسی حضرت امیر معاویہؓ کے بارے لکھتا ہے ۔

ومعاویہ در اول حال مؤلف قلوب بود وچوں اسلام آورد منافق بود بلکہ کافر بود الیٰ قولہ وآن ملعون شراب خور بود وشراب در شکم وبت در گردنش مُرد اہ (تذکرۃ الائمہ یا ائمہ معصومین صـ ۶)	معاویہؓ کا حال ابتداء میں مؤلف قلوب کا تھا اور وہ جب اسلام لایا تو منافق بلکہ کافر تھا (پھر آگے لکھا کہ) وہ ملعون شراب خور تھا اور جب مرا تو شراب اس کے پیٹ میں اور بت اسکی گردن میں تھا ۔

ملا باقر مجلسی کا خبثِ باطن ملاحظہ کیجئے کہ وہ کیا کہ گیا ہے ؟

اب آپ شیعہ کے امام اول حضرت علیؓ کا بیان ملاحظہ کریں کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ اور اُن کے ساتھیوں کے بارے کیا ارشاد فرمایا ۔

نہج البلاغۃ میں ہے ۔

من کتاب لہٗ علیہ السلام الی اھل الامصار یقتص	حضرت علیؓ نے تمام شہروں کے باشندوں کو سرکاری فرمان لکھا اور اس میں یہ ۔

فيه ما جرى بيننا وبين اهل صفين وكان بدء امرنا انا التقينا والقوم من اهل الشام والظاهر ان ربنا واحد ونبينا واحد ودعوتنا في الاسلام واحدة لا نستزيدهم في الايمان بالله والتصديق برسوله ولا يستزيدوننا فالامر واحد الا ما اختلفنا فيه من دم عثمانؓ ونحن منه براءٌ (نہج البلاغۃ ص ۱۱۸/ج۲)

واضح کیا کہ جو کچھ ان کے اور اہل صفین کے درمیان واقع ہوا ہے اور فرمایا کہ اس واقعہ کی ابتدا یوں ہوئی کہ ہم میں اور اہل الشام کے گروہ میں (جن کے سربراہ حضرت امیر معاویہؓ تھے) مقابلہ ہوا اور ظاہر بات ہے کہ ہم دونوں کا رب ایک ہی ہے اور ہمارا نبی بھی ایک ہی ہے اور ہمارا دین بھی ایک ہی ہے، نہ ہم ان سے ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے زیادہ ہیں ہمارا اور ان کا دین ایک ہی ہے ہمارا اور ان کا اختلاف حضرت عثمانؓ کے خون کے بارے میں ہے اور ہم اس خون سے بالکل بری ہیں۔

اس سے بالکل آشکارا ہو گیا کہ حضرت علیؓ تو حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے تمام ساتھیوں کو جو شام کے باشندے تھے اپنے جیسا مومن اور مسلمان سمجھتے تھے۔ اور کیوں نہ ہو جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں جماعتوں کو اپنی زبان مبارک سے مسلمان فرمایا ہے جن میں حضرت حسنؓ نے صلح کرائی تھی (ان ابني هذا سيد ولعل الله ان يصلح به بين فئتين عظمتين من المسلمين، بخاری ص ۳۷۳/ج۱ و ص ۵۱۲/ج۱)

تو حضرت علیؓ ان کو کیوں کافر سمجھتے ؟ اور حضرت علیؓ سے بڑھ کر حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں سے اور کون واقف ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ان کا ارشاد اس سلسلہ میں حرفِ آخر ہے ادھر اُدھر جھانکنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے ؟

ویرانوں میں نہ جا کے دفینے تلاش کر — دل کو کرید اس میں خزانہ چھپا نہ ہو

رافضیوں کی بدزبانی

رافضیوں کے جھوٹے اور بہتان تراش راویوں نے حضرت امام ابوجعفر محمد باقرؒ کی طرف نسبت کر کے یہ لکھا کہ انہوں نے فرمایا کہ

ان الناس کلھم اولاد بغایا ما خلا شیعتنا۔ — بے شک ہمارے شیعہ کے علاوہ باقی تمام لوگ کنجریوں کی اولاد ہیں؟

(کافی کتاب الروضہ ص ۲۸۵/۸۷ طبع ایران)

اور حضرت امام جعفر صادقؒ پر یہ افترا باندھا کہ انہوں نے فرمایا کہ

حق تعالیٰ خلقے بدتر از سگ نیافریدہ است و ناصبی نزد خدا خوارتر از سگ (حق الیقین ص ۵۱۶) — تحقیق سے اللہ تعالیٰ نے کتے سے بدتر مخلوق نہیں پیدا کی اور سُنّی خدا تعالیٰ کے نزدیک کتے سے بھی زیادہ ذلیل ہے

ملا باقر مجلسی ہی لکھتا ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ سے پہلے خلیفہ برحق مانتا ہو وہ ناصبی ہے محصلہ (حق الیقین ص ۵۲۱)

اور دورِ حاضر میں شیعہ کا نائب الامام خمینی یوں گوہر افشانی کرتا ہے۔

ما خدائے را پرستش میکنیم و میشناسیم — ہم اس خدا کی عبادت کرتے ہیں اور اس

کہ کار ہائیش بر اساس خرد پایدار و
بخلاف گفتہ ہائے عقل ہیچ کارے
نکند نہ آں خدائے کہ بنائے مرتفع از
خدا پرستی و عدالت و دین داری بنا
کند و خود بخرابی آں بکوشد و یزید و معاویہؓ
و عثمانؓ و ازیں قبیل چپاولچی ہائے دیگر را
بمردم امارت دہد الخ
(کشف الاسرار صفحہ ۱۰۳)

خدا کو جانتے ہیں جس کے کام عقل و خرد کی بنیاد پر قائم ہوں اور عقل کی کہی ہوئی باتوں اور کاموں کے علاوہ اور کچھ نہ کرے ہم اس خدا کے قائل نہیں جس کی خدائی کی بنیاد خدا پرستی۔ عدالت اور دینداری سے بلند ہو اور خود اس کی خرابی میں کوشاں ہو اور یزید۔ معاویہؓ اور عثمانؓ جیسے بدقماشوں اور غنڈوں کو امارت و حکومت سپرد کرے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ خمینی خدا تعالیٰ کی شناخت اور عبادت سے بالکل بیزار ہے اس لیے کہ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمانؓ کو حضرت امیر معاویہؓ اور یزید کو حکومت و اقتدار دیا ہے اور ایسے خدا کا خمینی قائل نہیں اور خمینی کی شرافت اور تہذیب ملاحظہ کریں کہ وہ حضرت عثمانؓ اور حضرت امیر معاویہؓ جیسی بزرگ ترین ہستیوں کو چپاولچی غنڈے اور بدقماش قرار دیتا ہے اور ایران کے مظلوم سُنیوں پر جو مظالم خود اُس نے ڈھائے اور مسلسل ان میں اضافہ ہو رہا ہے وہ بالکل اُسے نظر نہیں آتے سچ ہے ؎

غیر کی آنکھوں کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ اپنی آنکھ کا غافل ذرا شہتیر بھی

چھوٹے میاں یہ تو شیعہ اور روافض کے بڑوں کا خبث تھا جو حضرات صحابہ کرامؓ اور اہل السنت والجماعت کے خلاف انہوں نے

اگلا اب ان کے ایک اور مجتہد کا حوالہ بھی دیکھ لیجئے۔ شیعہ امامیہ کے حجۃ الاسلام علامہ علام حسین نجفی (فاضل عراق) سرپرست ادارہ تبلیغ اسلام ایچ بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور لکھتے ہیں کیونکہ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کی خلافت کے بارے میں جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ خلافت حق ہے وہ عقیدہ بالکل گدھے کے عضو تناسل کی مثل ہے کیونکہ جیسی خلافت ہو اس کے لیے ویسا ہی عقیدہ چاہیئے۔ بلفظہٖ۔

(حقیقت فقہ حنفیہ در جواب فقہ جعفریہ ص ۲۷)

قارئین کرام! اس مزعوم مجتہد کی بدزبانی اور بکواس دیکھئے کہ اس نے حضرت خلفاء ثلاثہؓ کی خلافت کو حق تسلیم کرنے والوں کے بارے میں جو جمہور امت ہے کیا گوہر افشانی کی ہے اور ان تقیہ سازوں متعہ بازوں اور اکذب الطوائف سے بھلا توقع بھی اور کیا ہو سکتی ہے؟ کل اناء یترشح بما فیہ۔

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

حضرت علیؓ کا فرمان

آپس میں جنگ و جدال کے خطرہ کے پیش نظر ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کے پاس اپنا قاصد بھیجا کہ وہ صلح و اتفاق کے لیے آئی ہیں اس پر طرفین اور فریقین بڑے ہی خوش ہوئے (تاریخ الامم والملوک للطبریؒ ص ۴۸۹/۴) حضرت علیؓ نے لوگوں کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد زمانۂ جاہلیت کی بدبختی اور بداعمالی کا ذکر کیا پھر اسلام کی برکت اور خوبی بیان فرمائی اور مسلمانوں کی آپس میں الفت و محبت اور ایک جماعت ہونے پر زور دیا اور فرمایا کہ

وان اللہ جمعھم بعد نبیھم — بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آنؐ کے

على الخليفة الجيبكو الصديقؓ	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے بعد خلیفہ
ثم بعدہٗ على عمرؓ بن	حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور پھر انؓ کے بعد
الخطاب ثم على عثمانؓ ثم	حضرت عمرؓ بن الخطاب اور پھر ان کے بعد
حدث هذا الحدث الذى	حضرت عثمانؓ پر جمع کیا پھر امت میں اختلاف
جرى على الامة الخ	کا یہ حادثہ پیش آیا الخ۔

(تاریخ الامم والملوک ج۴ ص۲۹۳ البدایۃ والنہایۃ ج۷ ص۲۲۹، ابن خلدون ج۲ ص۱۰۷۹)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک آیت استخلاف کی روشنی میں یہ تینوں حضرات خلفاء تھے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات خلفاء ثلاثہ رضؓ کو اسی ترتیب سے جو اہل السنت والجماعت کے ہاں مسلّم ہے خلافت کے لیے انتخاب کیا اور ان کی خلافت پر لوگوں کو جمع کیا اور ان کے دور میں اسلام کو خوب روشن کیا اور چمکایا کہ اس کی روشنی سے سارا عالم منور اور مستفید ہوا۔ خصوصاً حضرت عمرؓ کے دور میں کہ ان کے ذریعہ ۱۰۳۰ ۲۲۵ مربع میل رقبہ فتح ہوا (الفاروق ص۲۷۰) اور ان علاقوں اور ممالک کے مسلمانوں نے اسلام کی برکات سے اپنے دامن بھر گئے اور تا ہنوز اسلام کے شیدائی ہیں اور انشاء اللہ العزیز تا قیامت رہیں گے۔

حضرات شیخینؓ کی قدر و منزلت حضرات علیؓ کے نزدیک

اہل السنت والجماعت کی کتب حدیث و تاریخ میں حضرت علیؓ کی زبان مبارک سے جو فضائل و مناقب حضرات

حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے آئے ہیں وہ احصار و شمار سے باہر ہیں۔ چند حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔ ایک حوالہ مزید ملاحظہ کیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد

عن علیؓ قال یخرج فی آخر الزمان قوم لهم نبز یقال لهم الرافضة یعرفون به وینتحلون شیعتنا ولیسوا من شیعتنا وآیة ذلك انهم یشتمون ابابکرؓ وعمرؓ اینما ادرکتموهم فاقتلوهم فانهم مشرکون۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک فرقہ نکلیگا جس کا خاص لقب ہوگا جسکو رافضی کہا جائیگا وہ ہماری جماعت میں ہونے کا دعوی کریگا اور درحقیقت وہ ہماری جماعت سے نہیں ہوگا اور ان کی نشانی یہ ہوگی کہ وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو برا کہے گا تم اس فرقہ کو جہاں پاؤ قتل کرو کیونکہ وہ مشرک ہے

(کنز العمال ص ۸۱ ج ۶)

حضرت علیؓ کی زبانِ مبارک سے شیعہ شنیعہ کی تردید کے لیے یہ حوالہ اتمام سے کم نہیں ہے مگر چونکہ اہل السنت والجماعت کی کتب شیعہ و امامیہ کے نزدیک حجت نہیں ہیں اس لیے ہم ان کے حوالوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے اتمام حجت کے لیے شیعہ اور امامیہ ہی کی چند معتبر و مستند کتب کے حوالے عرض کرتے ہیں۔

(۱) شیعہ و امامیہ کے محقق اور ادیب عالم علامہ ابن میثم بحرانی حضرت علیؓ کا وہ ارشاد نقل کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو خطاب کرتے

ہوئے فرمایا تھا۔

وکان افضلھم فی الاسلام کما زعمت وانصحھم للہ ولرسولہ الخلیفۃ الصدیق وخلیفۃ الخلیفۃ الفاروق ولعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید یرحمھما اللہ تعالیٰ وجزاھما باحسن ما عملا (شرح نہج البلاغۃ طبع جدید ص ۲۶۲ ج ۴)

اسلام میں ان سب میں سے افضل اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ کھرا اور اخلاص کے ساتھ معاملہ رکھنے والے ابوبکر صدیقؓ اور ان کے بعد خلیفہ کے نامزد کردہ خلیفہ فاروقؓ ہیں جیسا کہ آپ بھی خیال کرتے اور جانتے ہیں مجھے اپنی عمر (کے خالق) کی قسم ان دونوں کا درجہ اسلام میں البتہ بڑا عظیم ہے ان کی موت نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے ان پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہو اور اللہ تعالیٰ دونوں کو بہتر جزا دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے نزدیک حضرات شیخینؓ کا اسلام میں بہت ہی عظیم درجہ ہے اور ان کی وفات سے اسلام کو سخت نقصان ہوا ہے اور وہ دونوں برحق خلیفے اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے مستحق ہیں اور ان کے اعمال کی جو جزا اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے وہ اس کے علاوہ ہے سچ ہے۔ ع

جس کا عمل ہو بے غرض اسکی جزا کچھ اور ہے

(۲) امامیہ کے نامور عالم شریف مرتضےٰ علم الہدیٰ حضرت علیؓ کا وہ خطبہ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے عام مجمع میں دیا۔

اللّٰهم اصلحنا بما اصلحت به الخلفاء الراشدينؓ قيل فمن هم؟ قال هما حبيباي وعماي ابوبكرؓ وعمرؓ اماما الهدٰى ورجلا قريش والمقتدٰى بهما بعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وشيخا الاسلام من اقتدٰى بهما عصم ومن اتبع آثارهما هُدِي الى صراط مستقيم (الشافی ص ۴۲۸ ج ۲ طبع ایران)	یا اللہ! ہماری اسی طرح اصلاح فرما جس طرح تو نے خلفاء راشدینؓ کی اصلاح کی سوال کیا گیا کہ خلفاء راشدینؓ کون تھے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وہ میرے دوست اور میرے چچے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں وہ دونوں ہدایت کے امام اور قریش کے مرد تھے اور جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد رہنما اور مقتدیٰ تھے وہ دونوں شیخ الاسلام تھے جس نے بھی ان کی پیروی کی وہ گمراہی سے بچ گیا اور جو ان کے نقش قدم پر چلا وہ صراط مستقیم پا گیا۔

اس خطاب میں حضرت علیؓ نے حضرات شیخینؓ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا اور ان کو خلفاء راشدینؓ مانا ہے اور ان کو اپنا محبوب اور قابلِ احترام تسلیم کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد انہیں امت کے لیے مقتدیٰ کہا ہے گویا اس میں حدیث اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكرؓ وعمرؓ (ترمذی ص ۲۰۷ ج ۲، ابن ماجہ ص ۱۰، مستدرک ص ۷۵ ج ۳، مشکوٰۃ ص ۵۶۰ ج ۲) کو پیش نظر رکھا ہے، اور ان کی اتباع کو گمراہی سے بچاؤ کا ذریعہ اور ان کی پیروی کو ہدایت اور صراط مستقیم قرار دیا ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ان کی محبت مرحمت فرمائے۔ اور اس محبت

پر تا نہ لیست قائم سکے ۔

محبت کی کوئی حد ہے وفا کا کچھ ٹھکانا ہے
کہ ان کی جو رضا ہے میری قسمت ہوتی جاتی ہے

(۳) حضرت علیؓ کا یہ فرمان اور ارشاد بھی ہے کہ

خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکرؓ وعمرؓ وفی بعض الاخبار ولو اشاء آن اسمی الثالث لفعلت (الشافی ص۱۷۱ اور یہ روایت السنۃ ص۲۲۲، ص۲۳۳، عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ میں بھی ہے)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں اور بعض روایات میں ہے کہ اگر میں تیسرے (حضرت عثمانؓ) کا نام بھی لوں تو میں ایسا کر سکتا ہوں ۔

ان صریح حوالوں سے ثابت ہوا کہ حضرت علیؓ حضرات شیخینؓ بلکہ حضرت عثمانؓ کو بھی خلیفہ برحق تسلیم کرتے تھے اب شیعہ کے مجتہد علامہ غلام حسین نجفی سے یہ سوال ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت کو برحق تسلیم کرنے والوں کے لیے وہ جو گدھے کے عضو تناسل کا تحفہ تجویز کرتے ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) حضرت علیؓ کا اس تحفہ میں کیا اور کتنا حصہ ہے ۔ ؎

خوش نہ ہو ظالم میرے لب سلوا کر
حشر میں باتیں ہوں گی ان شاء اللہ

(۴) نہج البلاغۃ (مؤلفہ علامہ الشریف ابوالحسن محمد الرضی بن الحسن الموسوی (المتوفی ۴۰۶ھ) میں ہے ۔

ومن کتاب له علیه السلام
الی معاویة رضی الله عنه انه بایعنی
القوم الذین بایعوا ابابکر رضی الله عنه
وعمر رضی الله عنه وعثمان رضی الله عنه علی ما
بایعوهم علیه فلم یکن
للشاهد ان یختار ولا للغائب
ان یرد وانما الشوریٰ
للمهاجرین والانصار فان
اجتمعوا علی رجل
وسموه اماما کان ذٰلک
(لِلّٰہِ) رضاً فان خرج عن
امرهم خارج بطعن
او بدعةٍ ردوه الی ما خرج
منه فان ابی قاتلوه علی
اتباعه غیر سبیل
المؤمنین وَوَلَّاہُ اللّٰہُ ماتولی
ولعمری یا معاویة لئن
نظرت بعقلک دون هواک
لتجدنی ابرا الناس من

حضرت علی رضی الله عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی الله عنہ
کو خط لکھا کہ بلاشبہ میری بیعت اسی قوم نے
کی ہے جس نے حضرت ابوبکر رضی الله عنہ، حضرت
عمر رضی الله عنہ اور حضرت عثمان رضی الله عنہ کی بیعت کی ہے
اور انہی شرطوں پہ کی ہے جن پر ان کی
بیعت کی تھی سو کسی موجود کے لیے گنجائش
نہیں کہ اپنی مرضی کرے اور کسی غیر حاضر
کو مجال نہیں کہ وہ اس کو رد کرے اور
یقینی امر ہے کہ شوریٰ کا حق مہاجرین
اور انصار کو حاصل ہے سو وہ جس آدمی
کے بارے اتفاق کر لیں اور اس کو امام مقرر
کریں تو اسی میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے
پس اگر کوئی شخص ان پر طعن کرتے ہوئے
یا بدعت کا ارتکاب کرتے ہوئے ان
کے فیصلہ سے سرتابی کرے گا تو وہ اسے
اس چیز کی طرف لوٹائیں گے جس سے
وہ نکلا ہے، اگر اس نے انکار کیا تو
وہ اس سے قتال کریں گے کیونکہ وہ
مومنوں کے راستہ کے بغیر کسی اور راستہ پر

دم عثمان رضؓ ولتعلمن انی
كنت فی عزلة عنه الا
ان تتجنی فتجنّ (فتجن)
مابدالك والسلام
(نہج البلاغہ ص۸ ج۳ مطبعۃ الاستقامۃ مصر)

چل پڑا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اسی
طرف پھیر دیا ہے جدھر کو وہ چل پڑا ہے
اے معاویہؓ مجھے اپنی عمر (کے خالق) کی
قسم اگر تو عقل سے دیکھیگا نہ کہ اپنی خواہش
سے تو تو مجھے حضرت عثمانؓ کے خون سے
بری پائیگا اور تو ضرور جان لے گا کہ میں
اس سے بیزار رہوں ہاں اگر تو میرے
پیچھے پڑ کر مجھے اس جرم میں آلودہ کرے
تو جو خیال میں آئے کرو والسلام

اس خط سے نہایت ہی واضح اور قیمتی فوائد حاصل ہوتے ہیں جن سے بعض یہ ہیں ۔

(۱) حضرت علیؓ حضرات خلفاء ثلاثہؓ کو برحق خلفا تسلیم کرتے تھے جیسا کہ عبارت میں تصریح ہے ۔ (۲) اپنی خلافت کے حق ہونے کی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ مجھے اسی قوم نے خلیفہ انتخاب کیا ہے ۔ جس نے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کیا ہے تو پھر تم مجھے خلیفہ برحق کیوں تسلیم نہیں کرتے ؟ (۳) جس طریقہ پر خلفاء ثلاثہؓ کا انتخاب ہوا تھا کہ حضرات مہاجرینؓ اور انصارؓ کے شوریٰ سے یہ انتخاب ہوا تھا بالکل وہی طریقہ میرے انتخاب کا ہے تو پھر میں کیوں خلیفہ برحق نہیں ہوں ؟

(۴) اگر حضرت علیؓ کے پاس اپنی خلافت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ

علیہ وسلم سے کوئی نص یا وصیت ہوتی جیسا کہ رافضیوں کا مردود دعویٰ ہے تو اس مقام پر حضرت علیؓ ضرور اس کا حوالہ دیتے کہ دیکھو اے معاویہؓ میں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے متعین اور مقرر کردہ خلیفہ ہوں پھر مجھے تم کیوں نہیں مانتے ؟ اس اہم موقع پر حضرت علیؓ کا اپنی خلافت کے بارے میں قرآن کریم اور حدیث شریف کی کسی نص کا ذکر نہ کرنا حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیتا ہے کہ خلافت و وصیت کے افسانے روافض کے تراشیدہ اور محض رام کہانیاں ہیں ۔

ہر شخص کے کردار سے تو اکثر پہلے
خود اپنی کسوٹی پہ وہ کھوٹا کہ کھرا ہے

(۵) مہاجرین و انصار سبھی مومن ہیں اور ان مومنین کے رستے کو چھوڑنے والا غیر سبیل المؤمنین پہ گامزن ہے اور حسب ارشاد خداوندی نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى کا مصداق ہے ۔

(٦) مہاجرین اور انصار کا کسی امر پہ اتفاق و اجماع اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور اس کی خلاف ورزی بدعت ہے ۔

(۷) جو شخص مہاجرین و انصار کے اس اجماعی فیصلہ سے خروج کرے گا تو اس کے خلاف جہاد اور قتال ہو گا تاکہ وہ راہ راست پر آجائے ۔

(سبع سنابل)

یہ فوائد اس عبارت سے بالکل عیاں ہیں جیسا کہ کسی بھی عربی داں سے مخفی نہیں ہے اور حضرت علیؓ کی حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف جنگ بھی اسی لیے ہوئی کہ ان کی تحقیق و اجتہاد میں حضرت امیر معاویہؓ بظاہر مہاجرین اور انصار کے شوریٰ اور ان کے فیصلے کا احترام نہیں کرتے تھے اور حضرت امیر معاویہؓ

اس لیے قتال پر آمادہ ہوئے کہ ان کی دانست میں حضرت علیؓ مظلوم خلیفہ حضرت عثمانؓ کے قصاص میں تساہل سے کام لے رہے تھے اور درحقیقت سبائی پارٹی نے بدنیتی کی وجہ سے فریقین کو سوچنے اور سمجھنے کا موقع نہیں دیا۔

حضرات صحابہ کرامؓ کے بارے قرآنی فیصلہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا	اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّ	اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ
نَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ	جنہوں نے مہاجرین کو جگہ دی اور ان کی مدد
حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ	کی وہ لوگ وہی ہیں سچے مومن ان کے لیے
كَرِيمٌ (پ ۱۰ - الانفال - ۷)	بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے دو طبقوں کا ذکر کیا ہے ایک مہاجرین کا اور دوسرے انصار کا اور بغیر کسی استثناء کے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پکے اور سچے مومن کہا ہے اور ان کی مغفرت اور ان کے لیے عزت کی روزی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اب اگر کوئی شخص مہاجرین اور انصار میں سے کسی صحابی کو جس کا دلائل اور تاریخی شواہد سے مہاجر یا انصاری ہونا ثابت ہو چکا ہے معاذ اللہ تعالیٰ کافر، منافق، مرتد اور ملحد و زندیق کہتا ہے تو وہ قرآن کریم کی اس نص قطعی کا منکر اور پکا کافر ہے لا شک فیہ۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ	البتہ تحقیق سے اللہ تعالیٰ راضی ہو چکا ہے
اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ الآیۃ	ان مومنوں سے جنہوں نے اُس درخت
(پ ۲۶ - الفتح - ۳)	کے نیچے تجھ سے بیعت کی ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ماضی (رَضِیَ) پر دو تاکیدیں (لام اور قد) داخل فرما کر ان حضرات صحابہ کرامؓ کو تحقیقی اور قطعی طور پر مومن کہا ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر حدیبیہ کے مقام پر درخت (کیکر) کے نیچے بیعت کی تھی جنکی تعداد پندرہ سو ۱۵۰۰ تھی (بخاری ج۲ ص۵۹۸ اور تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۱۸۵ میں چودہ سو ہے) جنمیں مہاجرین بھی تھے اور انصار بھی تھے اور ان میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی شامل تھے حضرت عثمانؓ کو آپؐ نے اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا اور انکو قید کر لیا گیا (وھو الصحیح راجع تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۱۸۶ لاقصة شهادته قال فی السند ابن اسحٰق ابن کثیر) مگر بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر انکی طرف سے خود بیعت کی تھی (بخاری ج۱ ص۵۲۳) اب اگر کوئی شخص اس بیعت الرضوان میں شریک ہونے والوں میں سے کسی ایک کو بھی کافر کہتا ہے تو وہ خود کافر ہو گا۔ کیونکہ ان حضرات کا مومن ہونا تو یقینی طور پر نص قطعی سے ثابت ہے اور حضرت ابوبکرؓ کا صحابی ہونا تو قرآن کریم کی اس نص قطعی اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ الآیۃ سے بھی ثابت ہے ۔ اور حضرت عائشہؓ کی برأت کے بارے قرآن کریم میں دو رکوع موجود ہیں لہٰذا جو شخص حضرت ابوبکرؓ کے صحابی ہونے کا منکر ہو یا حضرت ام المؤمنین عائشہؓ پر معاذ اللہ تعالیٰ قذف کرتا ہو تو وہ یقیناً کافر ہے۔ علامہ ابن عابدین الشامیؒ (المتوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں کہ ۔

لا شك فى تكفير من قذف السيدة عائشة رضى الله تعالىٰ عنها او انكر صحبة الصديقؓ او

جس شخص نے حضرت عائشہؓ پر قذف کی یا حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے صحابی ہونے کا منکر ہوا تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے

(شامی صفحہ ۲۹۴ جلد ۳ طبع ۱۲۸۶ھ)

اور شیعہ کا کفر ایسا اور اتنا واضح ہے کہ ان کے کفر میں توقف کرنے والا بھی کافر ہے چنانچہ شامیؒ ہی تحریر فرماتے ہیں کہ

ومن توقف فى كفرهم فهو كافر مثلهم

جو شخص شیعہ کے کفر میں توقف کرے تو وہ بھی ان ہی جیسا کافر ہے۔

(عقود العلامۃ الشامیؒ صفحہ ۹۲ جلد ۱)

امام ابو عبداللہ شمس الدین الذہبیؒ (المتوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ

فان كفرهما والعياذ بالله تعالىٰ جاز عليه التكفير واللعنة.

اگر حضرات شیخینؓ کی کوئی تکفیر کرے العیاذ باللہ تو اس کی تکفیر اور اس پر لعنت جائز ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۲۰۴ جلد ۲)

حضرات خلفاء اربعہؓ کا ایمان و خلافت قرآن شریف سے

تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابی اور سچے مخلص مسلمان ہیں اور اسی ترتیب سے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امت مسلمہ کے خلفاء انتخاب کیے گیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ	وعدہ کیا اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ	ایمان لائے ہیں اور کیے انہوں نے نیک
فِي الْاَرْضِ الآیۃ (پ ۱۸ - النور ع ۷)	کام البتہ ضرور خلیفہ بنائیگا اُن کو زمین کا۔

یہ خطاب اُن حضرات کو ہے جو نزولِ قرآن کریم کے وقت مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے تھے اور یقیناً وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے اس خطاب میں اللہ تعالیٰ نے اُن میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور جناب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کامل اتباع کرنے والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد زمین کی حکومت اور خلافت دے گا اور جو دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اُن کے ذریعہ سے وہ اس کو دُنیا میں پھیلائے گا اور لفظ استخلاف میں یہ اشارہ بھی ہے کہ وہ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح ہی نہ ہوں گے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح خلفاء اور جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کریں گے اور دینِ حق کی بنیادیں جمائیں گے اور خشکی و تری میں اس کا سکہ بٹھلائیں گے الحمد للہ کہ یہ وعدہ الٰہی چاروں حضرات خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاتھوں پورا ہوا اس آیت استخلاف سے حضرات خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا با ایمان اور صالح ہونا قطعاً ثابت ہے اور اُن کی بڑی بھاری فضیلت اور منقبت اس سے بالکل عیاں ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا - اگر یہ حضرات مومن اور نیک نہ ہوں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں اور بدوں کو خلافت دیدی (معاذ اللہ تعالیٰ)

ان کا ایمان حدیث شریف سے :- آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک ہی

مجلس میں جن دس سعادتمندوں کو (جن کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے) جنتی ہونے کی بشارت دی یہ چاروں بزرگ ان میں سرفہرست ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف (المتوفی ۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ

ان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ابوبکرؓ فی الجنۃ وعمرؓ فی الجنۃ وعثمانؓ فی الجنۃ وعلیؓ فی الجنۃ الحدیث (ترمذی ص۲۱۶ ج۲ ومشکوٰۃ ص۵۶۶ ج۲، والجامع الصغیر ص۱۰ ج۱ وقال صحیح والسراج المنیر ص۲۷ ج۱ وقال حدیث صحیح ورواہ ابن ماجہ ص۱۳ عن سعیدؓ بن زید)

تحقیق سے آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم جنت میں جائیں گے (بقیہ حضرات کے نام یہ ہیں: حضرت طلحہؓ، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید اور ابو عبیدۃ بن الجراح رضی اللّٰہ عنہم)

اس صحیح حدیث سے حضرات خلفاء اربعہؓ کا جنتی ہونا ثابت ہے اور اسی پر اہلِ ایمان کا یقین ہے اور ایک اور حدیث میں حضرات خلفاء ثلاثہ رضؓ کو آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ (عبداللّٰہ بن قیس المتوفی ۵۲ھ) اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک موقع پر دروازہ پہ آپ کا دربان تھا علی الترتیب حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ آئے میں نے آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو ان کی آمد کی اطلاع دی اور اُن کے لیے آپؐ سے اجازت طلب کی آپؐ نے ان تینوں میں سے

ہر ایک کے لیے اجازت دی اور ساتھ ہی جنتی ہونے کی بشارت سُنائی ۔

ائذن له، وبشره بالجنة (بخاری ج۱ ص۵۱۹ و ص۵۲۲)	ان کو اجازت دو اور جنتی ہونے کی خوشخبری سناؤ

اور حضرت عثمانؓ کے بارے فرمایا ۔

ائذن له وبشره بالجنة على بلوى تصيبه (ایضاً)	ان کو اجازت دو اور جنتی ہونے کی خوشخبری سناؤ ان پر مصیبت بھی آئیگی ۔

عام حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق حدیثی فیصلہ

حضرت ابو سعید الخدریؓ (سعد بن مالک بن سنان المتوفی ۷۴ھ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه (بخاری ج۱ ص۵۱۸، مسلم ج۲ ص۳۱۰، مشکوٰۃ ج۲ ص۵۵۳)	میرے صحابہؓ کو بُرا مت کہو اس لیے کہ بے شک تم میں سے اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی راہِ خدا میں خرچ کرے تو صحابہؓ میں سے کسی کے ایک مُد اور نصف مُد کو نہیں پہنچ سکتا ۔

مُد دو پونڈ وزن کا ہوتا ہے اور نصف مُد ایک پونڈ کا ۔

اس صحیح حدیث سے حضرات صحابہ کرامؓ کی فضیلت و منقبت بالکل واضح ہے کہ اُمتیوں میں سے کوئی غیر صحابی اگر اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے اور کوئی صحابی دو پونڈ یا ایک پونڈ کوئی جنس (مثلاً گندم مکی، دھان لوبیا جو وغیرہ) خرچ کرے تو اُمتی غیر صحابی کا اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی صحابی کے دو پونڈ یا ایک پونڈ کے درجہ اور ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ایمان۔ اخلاص اور اتباع سُنّت کا جو جذبہ حضرات صحابہ کرامؓ

کو حاصل تھا وہ اور کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا اور یہی وہ بنیادی امور ہیں جن سے عمل میں وزن پیدا ہوتا اور درجہ بڑھتا ہے۔

حضرت عویمؓ بن ساعدہ الانصاری بدری روایت کرتے ہیں کہ

اِنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ	تحقیق سے جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ والٰہٖ وسلم قال اِنَّ	تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بے شک
اللّٰہ تبارک وتعالیٰ اختارنی	اللہ تعالیٰ نے مجھے چُنا ہے اور میرے
واختارلی اصحابًا فجعل لی	لیے میرے صحابہؓ کو چُنا اور انتخاب کیا
منھم وزراء وانصارًا واصھارًا	ہے ان میں سے بعض کو میرے وزیر
فمن سبّھم فعلیہ لعنۃ	مددگار اور سسرال بنایا ہے سو جس شخص نے
اللّٰہ والملائکۃ والناس	اُن کو بُرا کہا تو اُس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور
اجمعین لا یقبل منہ	تمام انسانوں کی لعنت ہو اس شخص سے
یوم القیٰمۃ صرف	قیامت کے دن نہ تو نفلی عبادت
ولا عدل (مستدرک ج ۳ ص ۶۳۲	قبول ہوگی اور نہ فرضی۔
قال الحاکمؒ والذھبیؒ صحیح)	

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو درجہ، رتبہ، شان اور ختم نبوت کے عالی اور بلند مقام کے لیے انتخاب کیا اور چُنا ہے اسی طرح اُس نے از خود ہی آپؐ کے لیے حضرات صحابہ کرامؓ کا انتخاب اور چناؤ کیا ہے اور اُن میں سے بعض کو آپؐ کے وزراء (مثلاً حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ترمذی ج ۲ ص ۲۰۸

کی روایت میں ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ واما وزیرای من اھل الارض فابوبکرؓ وعمرؓ۔ مشکوٰۃ ص۵۶۰ ج۲ بہرحال زمین کے باشندوں میں ابوبکرؓ وعمرؓ میرے وزیر ہیں) اور بعض کو انصار و مددگار اور بعض کو سسرال بنایا (جیسا کہ حضرات شیخینؓ) ظاہر امر ہے کہ جو شخص حضرات صحابہ کرامؓ پر سب و شتم کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے انتخاب اللہ کی پسند اور چناؤ کو رد کرتا ہے تو ایسا شخص کیوں نہ فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کا مستحق ہو اور اس کی فرضی اور نفلی عبادت کیوں قبول ہو؟ ان صحیح حدیثوں کی موجودگی میں مزید ضرورت تو نہیں مگر صرف بطور تائید و شاہد کے تین روایتیں اور عرض کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

اذا رأیتم الذین یسبون	جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ
اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ	کو برا کہتے ہوں تو تم کہو اللہ تعالیٰ کی لعنت
علی شرکم (ترمذی ص۲۲۶ ج۲ و مشکوٰۃ ص۵۵۴)	ہو تمہاری شر پر

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کو سب و شتم کرنا اور برا کہنا شرارت ہے اور شرارت ہمیشہ شریر ہی کیا کرتے ہیں تو سامعین کا فریضہ ہے کہ جب ایسی شرارت سنیں تو لعنت بھیجیں۔ حضرت عبداللہؓ بن مغفل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ	اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے بارے
فی اصحابی لا تتخذوھم	میں اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے بارے

غرضاً من بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن اٰذاهم فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللّٰہ ومن اٰذی اللّٰہ فیوشك ان یاخذہ (رواہ الترمذی ص۲۲۶ ج۲ وقال ھذا حدیث غریب ومشکوٰۃ ص۵۵۴ ج۲ واللفظ لھما)

میں میرے بعد ان کو اپنے طعن کا نشانہ نہ بنا لینا سو جس نے اُن سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ ہی سے ان سے محبت کرے گا اور جس نے اُن کے ساتھ بغض کیا تو میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ہی اُن سے بغض کرے گا۔ اور جس نے صحابہؓ کو اذیت دی سو اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی سو اُس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی (یعنی ناراض کیا) اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آنے والی نسلوں کو بار بار تاکید کرتے ہوئے حضرات صحابہ کرامؓ کو طعن ولعن کا نشانہ بنانے سے روکا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ وہی محبت کرے گا جس کی آپؐ سے محبت ہوگی اور اُن سے وہی بغض و عداوت کریگا جس کی (معاذ اللہ تعالیٰ) آپؐ کی ذات گرامی سے بغض و عداوت ہوگی اور جس نے حضرات صحابہ کرامؓ کو اذیت دی تو اُس نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت دی اور جس نے آپؐ کو اذیت دی تو گویا اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور ناراض کیا اور

اور جس نے ایسا کیا تو اس کو عنقریب اللہ تعالیٰ پکڑے گا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور گرفت میں آگیا تو اس کے لیے کیا مخلص ہے؟ اللہ تعالیٰ اپنی پکڑ اور گرفت سے محفوظ رکھے إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ۔ امام ابراہیم بن موسیٰ الشاطبیؒ (المتوفی ۷۹۰ھ) فرماتے ہیں۔

وفی کتاب السنة للآجری من طریق الولید بن مسلم عن معاذؓ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا احدث فی امتی البدع و شتم اصحابی فلیظہر العالم علمہ، فمن لم یفعل فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین

کہ امام آجریؒ کی کتاب السنة میں ولیدؒ بن مسلمؒ کے طریق سے حضرت معاذؓ بن جبل کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری امت میں بدعات ظاہر ہوں اور میرے صحابہؓ کو برا کہا جائے تو عالم پر لازم ہے کہ اپنا علم ظاہر کرے جس نے ایسا نہ کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔

(کتاب الاعتصام ص ۵۲ ج ۱ للشاطبی رح)

عقلی اور عرفی قاعدہ ہے کہ جب کسی خزانہ اور دولت پر چور اور ڈاکو آپڑتے ہیں تو چوکیدار اور پہرہ دار ہی اصحاب دولت کو آگاہ کرتے ہیں اگر ایسا نہ کریں تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ بھی چوروں اور ڈاکوؤں سے ملے ہوئے ہیں اور جس سزا کے چور اور ڈاکو مستحق ہیں اس کے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سزا کے چوکیدار حقدار ہیں۔

ایسے دور میں جس میں بدعات ورسوم کا خوب زور ہو اور وہ نقطہ عروج پر ہوں اور حضرات صحابہ کرامؓ کو برملا برا کہا جاتا ہو تو علماء کا شرعی اور علمی فریضہ ہے کہ وہ باطل کی تردید کریں اور تبلیغ کا فریضہ ادا کریں۔ کیونکہ علماء دین کے چوکیدار اور پہریدار ہیں اگر علماء خاموشی اختیار کریں گے تو وہ اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت کے مستحق ہوں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی ڈیوٹی ادا نہیں کی اور وہ لالچ یا ڈر کے اسیر ہو گئے ہیں ؎

مسافران شب غم اسیر دار ہوئے　　جو رہنما تھے بکے اور شہریار ہوئے

Www.Ahlehaq.Com

باب سوم

شیعہ کی تکفیر کی تیسری اصولی وجہ یہ ہے حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں۔
سوئم یہ کہ شیعہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کے بعد امام حق حضرت علیؓ کو جانتے ہیں اور اس عقیدہ پہ ہیں کہ امامت ان میں اور ان کی اولاد سے باہر نہیں جاتی اور اگر جاتی ہے تو محض ظلم و تعدی سے اھ (ردِ روافض ص۹) نیز تحریر فرماتے ہیں کہ

ان میں سے امامیہ فرقہ کے لوگ نص جلی سے حضرت علیؓ کی خلافت کو مانتے ہیں صحابہ کرامؓ کو کافر کہتے ہیں امامت کا سلسلہ امام جعفرؒ تک چلاتے ہیں، ان کے بعد امام منصوص میں اختلاف کرتے ہیں ان میں اکثر اس سلسلہ امامت کے قائل ہیں کہ امام جعفرؒ کے بعد آپ کے صاحبزادہ امام موسیٰ کاظم ان کے بعد امام علی بن موسیٰ الرضا ان کے بعد محمد بن علی التقی ان کے بعد حسن بن علی الزکی ان کے بعد محمد بن الحسن اور یہی امام منتظر کہلاتے ہیں اھ (ردِ روافض ص۱۰)

مخلوق کے لیے سب سے بلند اور ارفع درجہ نبوت و رسالت کا ہے بعض حضرات کی تحقیق میں رسول اور نبی کا ایک ہی مفہوم ہے اور بعض کے نزدیک صاحب کتاب و صاحب شریعت رسول ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جس پہ صرف وحی نازل ہو اور تبلیغ کا مامور ہو تو وہ نبی

ہوتا ہے جیساکہ حضرت ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام (نبراس ص۱۵) اور یہ بات یقینی اور قطعی ہے کہ کوئی غیر نبی اور غیر رسول نبی اور رسول کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ وہ بڑھ جائے مگر شیعہ وامامیہ کے نزدیک امامت کا درجہ نبوت سے بلند ہے چنانچہ شیعہ کے مجتہد محقق اور عمدۃ المحدثین ملا محمد باقر مجلسی (المتوفی ۱۱۱۰ھ) لکھتے ہیں کہ مرتبۂ امامت بالاتر از مرتبۂ پیغمبری است (حیات القلوب ج۳ ص۲) امامت کا درجہ نبوت و پیغمبری سے بالاتر ہے۔ معاذ اللہ تعالیٰ گویا شیعہ امامیہ کے نزدیک حضرات ائمہ کرامؒ کا درجہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ ہے

شیعہ اور عقیدۂ امامت

شیعہ امامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرات ائمہ کرام رح اللہ تعالیٰ کا نور، مفترض الطاعۃ اور معصوم ہیں دنیا و آخرت اُن کی ملکیت ہے جس کو جو چاہیں دیں اور جس چیز کو چاہیں حلال اور جس کو چاہیں حرام کر دیں اور انہیں یہ جملہ اختیارات اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہیں شیعہ وامامیہ کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر اور مستند کتاب ابوجعفر یعقوب کلینی رازی (المتوفی ۳۲۸) کی کتاب الجامع الکافی ہے جو امام منتظر و معصوم کی یوں مصدقہ ہے کہ انہوں نے فرمایا ھذا کاف لشیعتنا کہ یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لیے بالکل کافی ہے۔

(۱) اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے إِنَّ الْأَئِمَّةَ نُوْرُ اللهِ عَزَّوَجَلَّ اس باب میں پہلی روایت یہ ہے کہ ابو خالد کابلی نے امام ابوجعفر سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد آمِنُوا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْ اَنْزَلْنَا کی تفسیر پوچھی۔ فقال یا اباخالد النور واللہ الائمۃ (اصول کافی ص۱۱۷) تو انہوں

نے فرمایا کہ سجدہ نور سے حضرات ائمہ کرامؒ مراد ہیں اس سے صراحتہً معلوم ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح شیعہ کے نزدیک حضرات ائمہ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نور ہیں اور ان کے زعم میں یہ نص قطعی سے ثابت ہے۔

(۲) اصول کافی میں باب فرض طاعۃ الائمۃ ہے جس میں یہ روایت بھی موجود ہے۔ ابو الصباح سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے امام جعفر صادقؒ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت علیؓ امام ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی اطاعت فرض کی ہے اور امام حسنؓ امام ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور امام حسینؓ بھی امام ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور امام علیؒ بن الحسینؓ (زین العابدین) بھی امام ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور ان کے بیٹے محمدؒ بن علیؒ (امام باقرؒ) بھی امام ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کی اطاعت بھی فرض کی ہے۔ (اصول کافی صفحہ ۱۸۶ طبع ایران) اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ والامیہ کے نزدیک ان کے جملہ ائمہ کرامؒ مفترض الطاعۃ ہیں اور یہ جبھی ہو سکتا ہے جب کہ امامت کا ثبوت من جانب اللہ تعالیٰ اور نص قطعی سے ہو اور بقول شیعہ امامتِ ائمہ قرآن کریم کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے مگر شوئ قسمت کہ سُنیوں نے وہ آیات ہی قرآن کریم سے نکال دی ہیں اور یوں انہوں نے (معاذ اللہ تعالیٰ) قرآن کریم میں تحریف تغیر و تبدل اور کمی بیشی کا ارتکاب کیا ہے اور حضرات ائمہ کرامؒ کی سلطنت اور اقتدار کی نوبت آنے ہی نہیں دی۔

؎ گُل داغِ جنوں کھلے ہی نہ تھے — آگئی باغ میں خزاں افسوس

(۳) اسی باب میں امام جعفر صادقؑ کا یہ ارشاد بھی منقول و مروی ہے۔ ہم وہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت فرض کی ہے تمام لوگوں کے لیے ہمارا پہچاننا اور ماننا ضروری ہے ہمارے متعلق ناواقفیت کی وجہ سے لوگ معذور قرار نہیں دیئے جائیں گے جو شخص ہم کو پہچانتا اور مانتا ہے وہ مؤمن ہے اور جو انکار کرتا ہے وہ کافر ہے اور جو ہم کو نہیں پہچانتا اور انکار بھی نہیں کرتا تو وہ گمراہ ہے یہاں تک کہ وہ راہِ راست پر آجائے اور ہماری اطاعت قبول کرلے جو فرض ہے۔

(اصول کافی ص ۱۸۶ ج ۱ طبع ایران)

(۴) امام باقرؑ نے حضرات ائمہ کی امامت اور ان کی اطاعت کی فرضیت کا بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کا دین ہے (اصولِ کافی ص ۱۸۵ ج ۱ طبع ایران) اسکا مطلب یہ ہوا کہ حضرات ائمہ کی اطاعت کا مسئلہ مخلوق کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ یہ دینُ اللہ ہے اور معصوم فرشتوں نے بھی اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔ ؎

مومن دیندار نے کی بُت پرستی اختیار — اِک شیخ وقت تھا وہ بھی برہمن ہوگیا

(۵) امام ابوجعفر ثانی (محمد بن علی تقیؒ) نے محمد بن سنان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے محمد! اللہ تعالیٰ ازل ہی سے اپنی وحدانیت پر منفرد رہا پھر اُس نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو پیدا کیا پھر یہ حضرات ہزاروں قرن ٹھہرے رہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام اشیاء کو پیدا کیا پھر مخلوقات کی پیدائش پر ان کو گواہ بنایا۔

وأجرى طاعتهم عليها وفرض	اور تمام مخلوقات پر ان کی اطاعت اور
أمورها اليهم فهم	فرمانبرداری لازم کی اور مخلوق کے تمام کام
يحلون مايشاؤن ويحرمون	اُس نے ائمہ کے سپرد کردیے سو حضرات
مايشاؤن ولن يشاؤوا	ائمہ کرام جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کر دیتے
الا ان يشاء الله تبارك وتعالى	اور جس چیز کو چاہتے ہیں حرام کر دیتے ہیں
(اصول کافی ص۲۴۱ طبع ایران)	اور وہ نہیں چاہیں گے مگر وہی کچھ جو
	اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔

اس روایت کی تشریح میں شیعہ کے بزرگ اور محقق عالم علامہ خلیل قزوینی نے تصریح کر دی ہے کہ اس سے یہ تینوں حضرات (حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ) اور ان کی نسل میں پیدا ہونے والے سب ائمہ کرام مراد ہیں (الصافی شرح اصول کافی جز سوم حصہ دوم ص۱۴۹) اس حوالہ سے عیاں ہو گیا کہ شیعہ مذہب میں تمام خدائی اختیارات حضرات ائمہ کرام کو مفوض ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشیاء کے حلال و حرام کرنے کے جملہ اختیارات بھی ان کو حاصل ہیں وہ جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے متعہ، تقیہ اور بدار وغیرہ جیسے گندے اعمال، نظریات کو بیک جنبش قلم حلال کر دیا۔ اور جس کو چاہیں حرام کر دیں۔ اور حضرات خلفاء ثلاثہؓ، ازواج مطہراتؓ اور بقیہ حضرات صحابہ کرامؓ کی محبت و عقیدت کو تبرا کی شکل میں حرام قرار دے دیا غرضیکہ عطائی طور پر وہ مختار مطلق ہیں اور ان کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت میں مدغم ہے اس کے برعکس اہل اسلام کا یہ پختہ اور غیر متزلزل عقیدہ ہے کہ

تحلیل و تحریم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں افضل ترین شخصیت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ہے کہ ؎ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ مگر آپ کو بھی یہ صفت اور اختیار حاصل نہ تھا تحریم شہد وغیرہ کا واقعہ جو قرآن کریم اور صحیح احادیث میں موجود ہے اس کی واضح دلیل ہے۔ مزید تفصیل کے لیے راقم اثیم کی کتاب دل کا سرور دیکھیں۔

(٦) اصول کافی میں شیعہ کے مستند راوی ابو بصیر سے روایت ہے کہ ان کے ایک سوال کے جواب میں حضرت امام جعفر صادقؒ نے ارشاد فرمایا کہ

اما علمت ان الدنیا والآخرۃ	کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ تمام دنیا
للامام یضعہا حیث یشاء	اور آخرت امام کی ملکیت ہے وہ جس
ویدفعہا الیٰ من یشاء	کو چاہیں دے دیں اور جس کو چاہیں عطا
(اصول کافی ص $\frac{۴۰۹}{۱}$ طبع ایران)	فرما دیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ شیعہ کے نزدیک حضرات ائمہ کرامؒ کا اتنا وسیع اختیار ہے کہ دنیا تو کیا آخرت بھی اُن کی ملکیت ہے اور اس پر بھی ان کا مکمل قبضہ ہے وہ جس کو چاہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالامال کر دیں اور نواز دیں کیونکہ وہ وسیع تر اختیارات کے مالک ہیں جب حضرات ائمہ کرامؒ اتنے با اختیار ہیں تو پھر (معاذ اللہ تعالیٰ) نماز و روزہ اور دین کے دوسرے کاموں کی کیا ضرورت ہے؟ اور اپنے آپ کو تکالیف و مصائب میں مبتلا کر دینا، کون سی عقلمندی ہے؟ بس یہی کافی ہے کہ سینہ کوبی کر کے حضرات ائمہ کرامؒ

سے بولئے نام محبت کا رشتہ جوڑ دیا جائے پھر بیڑا پار ہے ~

نگاہِ یار جسے آشنائے راز کرے ۔۔۔ وہ اپنی خوبیٔ قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے

اصولِ کافی میں اس عنوان کا ایک باب ہے باب ان الارض کلہا للامام علیہ السلام یعنی ساری کی ساری زمین امام علیہ السلام کی ملکیت ہے (ملاحظہ ہو ص ۲۵۹ ج ۴) مگر ہزار بار حیرت اور لاکھ مرتبہ تاسف ہے کہ شیعہ حضرات کی ان ائمہ کرام نے باوجود مالکِ کُل ہونے کے زمین کا اقتدار و بادشاہی بجائے دوستوں کے دشمنوں کو دے ڈالی اور بجائے مومنوں کو جانے کے بقول ان کے منافقوں کافروں اور مرتدوں کو حکومت ملی بلکہ دُنیا کا بیشتر حصہ سچ مچ کے کافروں اور مشرکوں کو مِل گیا اور یہ سب کچھ انہوں نے مالک اور با اختیار ہوتے ہوئے کیا بایں ہمہ ان کی امامت پہ کوئی زد نہ آئی اور محب و شیدائی بیچارے حضرات ائمہ کی عقیدت و محبت کا دم ہی بھرتے رہے اور اقتدار و بادشاہی کے لیے ان کے دِل ترستے ہی رہے اور گویا وہ یوں کہتے رہے ~

وہ کہاں ساتھ سُلاتے ہیں مجھے ۔۔۔ خواب کیا کیا نظر آتے ہیں مجھے

(۷) مسلمانوں کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ انسانوں میں معصوم صرف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہوتے ہیں نہ توان سے صغائر سرزد ہوتے ہیں اور نہ کبائر خطائے اجتہادی اور زَلّت کا معاملہ جُدا ہے وہ گناہ کی مد میں شامل نہیں اور نیز اہل اسلام کا یہ متفقہ نظریہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ماں اور باپ کے توسط سے اُسی طرح پیدا ہوتے ہیں جیسے عام بچے پیدا ہوتے ہیں ہاں مگر حضرات آدم اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا قصّہ جُدا ہے

کہ اول الذکر بزرگ ماں باپ کے توسط کے بغیر اور ثانی الذکر محترم بغیر باپ کے محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے صرف ماں سے پیدا ہوئے اور یہ امر قرآن کریم احادیث صحیحہ مرفوعہ، متواترہ و اضحہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ مگر شیعہ کا یہ نظریہ ہے کہ امام بھی معصوم ہوتے ہیں اور وہ اپنی ماؤں کی رانوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان یہ ہے باب نادر جامع فی فضل الامام وصفاتہ یعنی یہ وہ نرالا اور نادر باب ہے جو امام کی فضیلت اور اس کی صفات کے بارے میں ہے پھر اس باب میں شیعہ کی ترتیب سے آٹھویں امام حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کا ایک طویل خطاب منقول ہے جس میں انہوں نے حضرات ائمہ کرام کے فضائل و مناقب اور خصائص و شمائل بیان کرتے ہوئے تاکید سے بار بار ان کی معصومیت کی تصریح کی اور درس دیا ہے۔ چنانچہ ایک مقام پہ فرماتے ہیں کہ

الامام المطہر من الذنوب	امام تمام گناہوں اور عیوب سے پاک اور
والمبرأ من العیوب (اصول کافی ص۱۲۰ ج۱)	مُبرّا ہوتا ہے۔

پھر آگے فرمایا

فھو معصوم مؤید موفق	وہ معصوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی خاص تائید
مسدد قد امن من الخطایا	توفیق سے حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ
والزلل والعثار یخصہ اللہ	نے اُسے راہ راست پہ رکھا ہوتا ہے
بذالک لیکون حجتہ علی	بلاشبہ وہ غلطی، بھول چوک اور لغزش
عبادہ وشاھدہ علی خلقہ	سے محفوظ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے

(اصول کافی ص۲۰۳ ج۱ طبع ایران)

معصومیت کی اس دولت سے اس لئے مخصوص کرتا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر حجت اور اسکی مخلوق پر شاہد ہو۔

مطلب بالکل واضح ہے کہ امام ہر طرح کے گناہوں اور عیوب سے پاک اور معصوم ہوتا ہے اُس سے کوئی غلطی اور لغزش سرزد نہیں ہوتی تاکہ وہ اپنی نیک سیرت اور حُسن کردار سے مخلوق پہ حجت ہو اور اس کی حرکت وہر ادا و روِش اپنے اندر جاذبیّت لیے ہوئی ہو۔

رَوِش رَوِش پہ چراغاں کلی کلی پہ بہار — چمن میں یہ کیسا جادو جگا گئے ہو تم

علامہ مجلسی اپنی کتاب حق الیقین میں گیارہویں امام حضرت حسن عسکری ؑ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ

حمل ما اوصیائے پیغمبراں در شکم
مادر نمی باشد در پہلوے باشد
واز رحم بیروں نمی آئیم بلکہ از ران
مادراں فرود مے آئیم زیرا کہ ما نور
خدائے تعالیٰ ایم و چرک و کثافت
و نجاست از ما دور گردانیدہ است

(حق الیقین ص۱۲۶ طبع ایران)

ہم (ائمہ کرام) جو پیغمبروں کے وصی ہیں ہمارا حمل ماؤں کے پیٹ و رحم میں قرار نہیں پاتا بلکہ ہمارا قرار تو ماؤں کے پہلوؤں میں ہوتا ہے اور ہم رحم سے باہر نہیں آتے بلکہ ہم ماؤں کی رانوں سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ ہم خدا تعالیٰ کا نور ہیں لہٰذا ہم کو گندگی اور غلاظت و نجاست سے اُس نے دُور رکھا ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریف اور فقہ اسلامی میں نطفہ سے لیکر بچے کی ولادت

ہیں اس کا مستقر رحم مادر بتلایا ہے مگر شیعہ کے نزدیک حضرات ائمہ کرام کا مستقر اُن کی ماؤں کی رانیں ہیں اور وہیں سے وہ پیدا ہوتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ عالم اسباب میں باپ اور ماں کے ملنے اور ہمبستری سے بچے کی خلقت ہوتی ہے تو کیا حضرات ائمہ کرامؒ کے آبار کرامؒ اپنی ازواج کی رانوں سے ہمبستری اور مجامعت کرتے رہے اور وہ راستہ جو رب تعالیٰ نے فطری طور پر پیدا کیا ہے اس کو ترک کرتے رہے ؟ یہ عجیب قسم کا انجوبہ بلکہ گورکھ دھندا ہے بس صرف شیعہ ہی اس کو حل کر سکتے ہیں اور دُنیا والوں کو اس کی کیا خبر ؟ ؎

وُنیلے ہے ، طرفہ میکدۂ بے خودی تیر   سب مست ہیں کسی کو کسی کی خبر نہیں

حضرت قطب الدین احمد بن عبدالرحیم المعروف بشاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں کہ

سألته صلى الله تعالى عليه	میں نے روحانی (اور کشفی) طور پر آنحضرت
وسلم سوالا روحانيا عن	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شیعہ کے بارے
الشيعة فاوحى الىّ ان مذهبهم	سوال کیا تو آپؐ نے مجھے اشارہ کیا کہ
باطل و بطلان مذهبهم	ان کا مذہب باطل ہے اور ان کے
يعرف من لفظ الامام	مذہب کا بطلان لفظ امام سے معلوم
ولما افقت عرفت ان	ہوتا ہے جب مجھے افاقہ ہوا تو میں
الامام عندهم هو المعصوم	نے جان لیا کہ شیعہ کے نزدیک امام
المفترض طاعته الموحى	معصوم ہوتا ہے جس کی اطاعت فرض
اليه وحيا باطنيا وهذا	ہوتی ہے اور امام کی طرف باطنی طور پر

هو معنی النبی عندهم یستلزم انکار ختم نبوّة قبحهم اللہ تعالیٰ (تفہیمات الٰہیہ صفحہ ۲۵۰ ج ۲)

وحی آتی ہے اور اس معنیٰ میں امام نبی ہی ہوتا ہے سو شیعہ کا مذہب انکار نبوت کو مستلزم ہے اللہ تعالیٰ ان کی ناس کرے۔

ظاہر امر ہے کہ جب امام معصوم ہو اور اس کی طرف وحی بھی آتی ہو اور اسکی اطاعت بھی فرض ہو تو نبی اور امام میں کیا فرق رہ گیا؟ غرضیکہ شیعہ بارہ[۱۲] بلکہ بعض چودہ امام تسلیم کر کے گویا بارہ[۱۲] یا چودہ[۱۴] نبی مانتے ہیں تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کیسے ختم ہوئی؟ اگر شیعہ ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں تو محض تقیہ کے طور پر اور دوسرے مقام پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

ایں فقیر از روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوال کرد کہ حضرت چہ می فرمایند در باب شیعہ کہ مدعی محبت اہل بیت اند و صحابہ رضوان را بد میگویند آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنوعی از کلام روحانی القاء فرمودند کہ مذہب ایشاں باطل است و بطلان مذہب ایشاں از لفظ امام معلوم می شود چوں ازاں حالت افاقت دست داد در لفظ امام

اس فقیر نے (روحانی اور کشفی طور پر) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح پر فتوح سے سوال کیا کہ حضرت شیعہ کے بارے کیا فرماتے ہیں جو اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور صحابہؓ کو برا کہتے ہیں آپؐ نے ایک روحانی طریقہ سے جواب القاء فرمایا کہ اُن کا مذہب باطل ہے اور ان کے مذہب کا بطلان لفظ امام سے معلوم ہوتا ہے جب اس (کشفی اور روحانی) حالت سے افاقہ ہوا

تامل کردم معلوم شد کہ امام باصطلاح ایشاں معصوم مفترض الطاعۃ منصوب للخلق است و وحی باطنی درحق امام تجویز نمایند پس درحقیقت ختم نبوت را منکر اند گو بزبان آنحضرت را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم الانبیاء میگفتہ باشند اھ

(تفہیمات الٰہیہ ص۲۴۴ ج۲)

تو میں نے لفظ امام میں غور کیا معلوم ہوا کہ شیعہ کے نزدیک امام معصوم اور مفترض الطاعۃ ہوتا ہے اور مخلوق کے لیے (من جانب اللہ تعالیٰ) منتخب ہوتا ہے اور وہ اپنے امام کے لیے وحی باطنی بھی تجویز کرتے ہیں پس درحقیقت شیعہ ختم نبوت کے منکر ہیں اگرچہ زبان سے وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کہتے ہیں۔

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم کے اعتبار سے بالکل آشکارا ہے تشریح کی حاجت نہیں ہے اور ایسا ہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ہی اپنی دوسری کتاب الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ص۴ و ص۵ (طبع احمدی دہلی) میں تحریر فرمایا ہے۔ اور اس معنیٰ میں امامت کے قائل شیعہ کو انہوں نے زندیق قرار دیا ہے (المسوّٰی جلد دوم ص۱۱۰ طبع دہلی) اور اسی طرح ان کے نامی گرامی فرزند ارجمند حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ نے فتاویٰ عزیزی ص۲۷۷ طبع کراچی میں شیعہ کو کافر قرار دیا ہے۔ اور ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ

شبہ نیست کہ فرقہ امامیہ منکر خلافت حضرت صدیق اکبرؓ اند و در کتب فقہ

اس میں شک نہیں کہ فرقہ امامیہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کا منکر ہے اور

مسطور است کہ ہر کہ انکار خلافت
صدیق اکبرؓ کند منکر اجماع قطعی شد و
کافر گشت قال فی فتاوٰی عالمگیری
الرافضی اذا کان یسب الشیخینؓ
ویلعنہما العیاذ باللہ تعالیٰ ہو کافر الخ
(فتاوٰی عزیزی صفحہ ۱۸۲ ج ۱ طبع مجتبائی دہلی)

کتب فقہ میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص حضرت
صدیق اکبرؓ کی خلافت کا انکار کرے تو وہ
اجماع قطعی کا منکر اور کافر ہے فتاوٰی عالمگیری
میں ہے کہ جو شخص حضرات شیخینؓ کو برا کہتا
اور ان پر العیاذ باللہ تعالیٰ لعنت کرتا
ہے تو وہ کافر ہے۔

Www.Ahlehaq.Com

باب چہارم

رافضیوں کے نائب الامام جناب خمینی صاحب کی راگنی

خود جناب خمینی صاحب اور ایرانی شیعہ اور ان کے حاشیہ برداروں کا یہ باطل خیال ہے کہ خمینی صاحب اُن کے غائب اور منتظر امام مہدی کے نائب ہیں اور اس کا ظاہری سبب یہ ہے کہ ایران کا چند روزہ اقتدار ان کے ہاتھ میں ہے اور اس گروہ کا یہ مزعوم اور مذموم ارادہ ہے کہ وہ اقتدار کے بل بوتے پر حرمین شریفین صانہما اللہ تعالیٰ عن اشرار الناس پر قابض ہوگا اور اس سال ایام حج میں وہ اپنے اس ڈرامے کا ایک شو دکھا بھی چکا ہے۔ خمینی صاحب نے چند کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں سُنیوں کے خلاف بلکہ حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف خوب زہر اُگلا ہے اور اپنے ماؤف دل کا اُبال نکالا ہے۔ ان میں ان کی ایک کتاب کشف الاسرار بھی ہے جس میں انہوں نے مسئلۂ امامت پر بحث کرتے ہوئے گفتار دوم در امامت کے عنوان سے ایک سُرخی قائم کی ہے یہ بحث ص۱۰۵ سے شروع ہو کر ص۱۷۹ تک پھیلی ہوئی ہے۔ جناب مودودی صاحب کی تحریرات کی طرح خمینی صاحب کی تحریر میں بھی کام اور مغز کی باتیں نسبتہً کم ہیں فضول بھرتی اور پھیلاؤ زیادہ ہے دیگر رافضی تو براہ راست حضرات شیخین (حضرت ابوبکرؓ

وحضرت عمرؓ) کو مطعون قرار دیتے ہیں مگر نائب الامام نے ان کے خلاف اپنے ماؤف دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے مسئلۂ امامت کو آڑ بنایا ہے اور عجیب و غریب چکر کاٹے ہیں چنانچہ وہ ایک مفروض سوال یوں قائم کرتے ہیں کہ اگر امامت کا مسئلہ اتنا اہم اور ضروری ہے تو

چرا خدا چنیں اصل مہم را یک بارہم در قرآن صریح نہ گفت کہ ایں ہمہ نزاع و خونریزی بر سر ایں کار پیدا نشود اھ (کشف الاسرار ص۱۰۵)

کیوں اللہ تعالیٰ نے اس اہم اصل کو قرآن میں صراحۃً ایک دفعہ بھی بیان نہ فرمایا تاکہ اس سلسلہ میں جو اختلاف اور خونریزی ہوئی وہ پیدا ہی نہ ہوتی۔

اس بظاہر خوشنما اور سنہری سوال کے جناب خمینی صاحب نے کئی جوابات دیئے ہیں ایک یہ ہے۔

در صورتیکہ امام را در قرآن ثبت میکردند آنہائیکہ جز برائے دنیا و ریاست با اسلام و قرآن سروکار نداشتند و قرآن را وسیلۂ اجرائے سیاست فاسدۂ خود کردہ بودند آں آیات را از قرآن بردارند وکتاب آسمانی را تحریف کنند اھ (کشف الاسرار ص۱۱۴)

اس صورت میں کہ امام کا قرآن میں ذکر کر دیا جاتا تو وہی لوگ جو دنیا طلبی اور اقتدار کے سوا اسلام اور قرآن سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ اور قرآن کو اپنی فاسد نیتوں کا ذریعہ بنائے ہوئے تھا اُن آیات کو جن میں امام کا ذکر ہوتا قرآن سے نکال دیتے اور آسمانی کتاب میں تحریف کر دیتے۔

مطلب بالکل واضح ہے کہ اگر قرآن کریم میں اماموں کا نام ہے کہ مسئلۂ

امامت بیان کیا جاتا تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (معاذ اللہ) منافقانہ طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر دنیا طلبی کے لیے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور فاسد ارادے رکھتے تھے وہ قرآن کریم سے اماموں کے نام نکال کر آسمانی کتاب کی تحریف کے مرتکب ہو جاتے اور یوں اس کا حلیہ بگاڑ دیتے لہٰذا اماموں کا نام نہ ذکر کرنا ہی مناسب تھا تاکہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔

جناب خمینی کا یہ جواب خالص مغالطہ - فریب اور دفع الوقتی ہے اوّلاً اس لیے کہ شیعہ کے نزدیک ان کی دو ہزار سے زیادہ متواتر روایتوں سے قرآن کریم کی تحریف ثابت ہے اسی پیش نظر کتاب میں اس پر فصل الخطاب وغیرہ کے مفصل حوالے موجود ہیں وثانیاً اس لیے کہ شیعہ کی اصولی اور بنیادی کتابوں مثلاً الجامع الکافی وغیرہ میں اس کا تواتر سے ثبوت موجود ہے کہ قرآن کریم میں حضرت علی اور دیگر حضرات ائمہ کرام کا ذکر موجود تھا مگر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان وغیرہ نے قرآن کریم سے ان آیات کو نکال باہر کیا۔ پیش نظر کتاب میں بعض حوالے مذکور ہیں۔ ایسی تصریحات کی موجودگی میں خمینی صاحب کا یہ جواب اُنکی جہالت کا عبرتناک پلندہ ہے اور ایک جواب یہ دیتے ہیں اور اپنی راگ کی تان اس پہ توڑتے ہیں۔

مخالفتہائے ابوبکر با نص قرآن	ابوبکر کی قرآن کی نصوص کی مخالفتیں
شاید بگویند اگر در قرآن امامت تصریح	ممکن ہے تم یہ کہو کہ اگر صراحتاً قرآن
میشد شیخین مخالفت نمیکردند و فرضاً	میں امامت کا ذکر ہوتا تو شیخین (ابوبکر و
آنہا مخالفت میخواستند بکنند مسلمانان	عمر) تمام مخالفت نہ کرتے اور اگر بالفرض

آنہا نمی پذیرفتند ناچار ما دریں مختصر چند مادہ از مخالفتہائے آنہا با صریح قرآن ذکر میکنیم تا روشن شود کہ آنہا مخالفت میکردند و مردم ہم مے پذیرفتند اینک مخالفتہائے ابوبکرؓ با صریح قرآن بحسب نقل تواریخ معتبرہ و اخبار کثیرہ بلکہ متواترہ از اہل سنت۔

وہ مخالفت کرتے بھی تو مسلمان اُس کو قبول نہ کرتے بامر مجبوری ہم اُن کی قرآن کی صریح مخالفت کے چند حوالے اس مختصر میں ذکر کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ انہوں نے قرآن کریم کی صراحتہً مخالفت کی اور لوگوں نے اسے قبول کیا ہے۔ لیجئے ابوبکرؓ کی قرآن کی صریح مخالفتیں جو سُنیوں کی کتب تواریخ معتبرہ ۔ اخبار کثیرہ بلکہ متواترہ سے ثابت ہیں۔

(۱) در تواریخ معتبرہ و کتب صحاح سنیاں نقل شدہ کہ فاطمہؑ دختر پیغمبر آمد پیش ابوبکر و مطالبہ ارث پدرش را کرد ابوبکر گفت پیغمبر گفت انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ یعنی از ما گروہ پیغمبران کسی ارث نمیبرد ہر چہ ما بجا بگذاریم صدقہ باید دادہ شود و در صحیح بخاری و مسلم قریب باین معنی ذکر کردہ و گوید کہ فاطمہ از ابوبکر دوری کرد و با وآ مرد یک کلمہ حرف نزد و

(۱) سُنیوں کی تواریخ معتبرہ اور کتب صحاح میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ ابوبکرؓ کے پاس گئیں اور اپنے باپ کی وراثت کا مطالبہ کیا ابوبکرؓ نے نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ ہم جو گروہ انبیاء میں شامل ہیں ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی جو چیز ہم ترک کرتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے صحیح بخاری اور مسلم میں قریباً یہی مطلب

صحیح بخاری و مسلم بزرگ ترین کتب اہل سنت است و این کلام ابوبکر بہ پیغمبر اسلام نسبت داده مخالف آیات صریحہ الیست کہ پیغمبران ارث میبرند وما بعض از آنہا را ذکر میکنیم سورہ نمل آیت ۱۶ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ۔ یعنی ارث برد سلیمان از داؤد کہ پدرش بود۔ سورہ مریم آیہ ۵ فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔ زکریا پیغمبر میگوید خدایا من یک فرزند بدہ کہ از من واز آل یعقوب ارث ببرد

اینک شما میگوئید خدارا تکذیب کنیم یا بگوئیم پیغمبر اسلام بر خلاف گفتہ ہائے خدا سخن گفتہ یا بگوئیم ایں حدیث از پیغمبر نیست و برائے استیصال اولاد پیغمبر پیدا شدہ اھ بلفظہ (کشف الاسرار صفحہ ۱۱۴ و صفحہ ۱۱۵)

بیان کیا گیا ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکرؓ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اُس سے پھر تا زیست گفتگو نہ کی بخاری اور مسلم اہل السنت کی بزرگ ترین کتابیں ہیں اور یہ کلام جو ابوبکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کیا ہے کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی قرآن کریم کی صریح آیات کے مخالف ہے جن سے ثابت ہے کہ پیغمبروں کی وراثت تقسیم ہوتی ہے مثلاً سورہ نمل آیت نمبر ۱۶ میں ہے کہ حضرت سلیمان اپنے والد حضرت داؤد کے وارث ہوئے، علیہما الصلوٰۃ والسلام اور سورۃ مریم آیت نمبر ۵ میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے میرے رب مجھے اپنی طرف سے وارث عطا کر جو میرا اور آل یعقوب علیہ السلام کا وارث ہو اور اسے پسندیدہ بنا اب تم ہی فیصلہ کرو کہ کیا ہم خدا تعالیٰ کی تکذیب کریں؟ یا یہ کہیں

کہ پیغمبر علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے ارشاد
کے خلاف بات کہی ہے؟ یا یہ کہیں کہ
یہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث
ہی نہیں بلکہ یہ پیغمبر کی اولاد کے استیصال
کے لیے گھڑی گئی ہے۔

اس عبارت سے بالکل عیاں ہے کہ بخاری و مسلم کی یہ حدیث انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقة خمینی صاحب کے نزدیک جعلی اور خود تراشیدہ ہے اور اس حدیث کے وضع اور تراشنے کی وجہ بھی انہوں نے بیان کردی کہ یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اولاد کے استیصال کے لیے گھڑی گئی ہے اور یہ قرآن کریم کی آیات کے صریح خلاف ہے اور ابوبکرؓ نے قرآن کی مخالفت کا ارتکاب کیا ہے یہ تو خمینی صاحب کا بیان ہے ان کے معتمد علیہ ملا باقر مجلسی کی گیست بھی ملاحظہ ہو وہ لکھتے ہیں کہ۔

چنانکہ بنائے ظلم اول ابوبکرؓ و عمرؓ
گذاشتند در غصب کردن حق
امامت و فدک و میراث اھ
(تذکرۃ الائمۃ یا آئمہ معصومین
علیہم السلام ص ۵۳ طبع ایران)
اور نیز لکھتے ہیں کہ

سب سے پہلے ظلم کی بنیاد ابوبکرؓ و عمرؓ
نے رکھی کہ امامت۔ فدک اور میراث
کا حق غصب کیا۔

وعلت خرابی این دس آں بود کہ عمرؓ بن الخطاب مصدر خلافت شد و غصب خلافت امیر المؤمنین نمود و خلائق با غوائے او بجو سالہ سامری این امت بیعت نمودند (ایضاً ص ۵۳)

اس دین کی خرابی کا سبب یہ ہے کہ عمرؓ بن الخطاب خلافت کا منبع بنے اور امیر المؤمنین حضرت علیؓ سے خلافت غصب کر لی اور لوگوں نے عمرؓ کے بہکانے سے اس امت کے سامری کے بچھڑے (ابوبکرؓ) کی بیعت کی۔

الجواب: اس استدلال میں جناب خمینی صاحب نے اہلِ حق اور شیعہ کے درمیان مشہور اختلافی مسئلہ کا بھدّے طریقے سے تذکرہ کیا ہے اور قرآن کریم کے دو مقامات سے دھوکہ دیا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت تقسیم ہوتی رہی مگر حضرت ابوبکرؓ نے صریح قرآن کریم کی مخالفت کی اور حضرت فاطمہؓ اور دیگر شرعی وارثوں کو حقِ وراثت سے محروم رکھا جب انہوں نے موجود اور رائج بین المسلمین قرآن کریم کی صراحۃً مخالفت کی ہے تو اگر حضرت علیؓ اور دیگر حضرات ائمہ کرام کے صریح نام بھی قرآن کریم میں ذکر کر دیے جاتے تو ضرور وہ اس کی بھی مخالفت کرتے۔

پہلا مقام اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ

یعنی ارث برد سلیمان از داؤد کہ پدرش بود

یعنی حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے والد محترم حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وراثت لی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی وراثت تقسیم ہو سکتی ہے اور نبی وارث بھی

ہو سکتا ہے مگر اس سے خمینی صاحب اور اُن کی جماعت کا استدلال باطل ہے۔

اوّلًا اس لیے کہ اس مقام پر وراثت سے مالی وراثت ہرگز مراد نہیں اس لیے کہ اگر مالی وراثت مراد ہوتی تو مضمون یوں ہوتا وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ وَ اِخْوَتُهٗ دَاوٗدَ کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اُن کے بھائی بیٹے باپ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہوئے کیونکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور بھائی بھی تھے اور اگر یہ مالی وراثت ہوتی تو ان کو بھی ملتی چنانچہ اصول کافی میں ہے کہ

وکان لداؤد علیہ السلام اولاد عدۃ (اصول کافی صفحہ $\frac{278}{1}$ طبع ایران) — حضرت داؤد علیہ السلام کی متعدد اولاد تھی۔

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔

ہم داؤد چند فرزند داشت (حیات القلوب صفحہ $\frac{256}{1}$ طبع نولکشور لکھنؤ) یعنی داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی بیٹے تھے۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ $\frac{172}{2}$ تفسیر مدارک صفحہ $\frac{204}{3}$ وغیرہ اہل السنّت والجماعت کی کتابوں میں تصریح موجود ہے کہ حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انیس[19] بیٹے تھے۔ اور کتب شیعہ میں بھی انیس[19] کا ذکر موجود ہے (ملاحظہ ہو تفسیر عمدۃ البیان صفحہ ۵۰۱ از سید عمار علی صاحب۔ و ترجمہ فارسی قرآن حکیم صفحہ ۳۱۹ از مجتہد مولوی محمد حسین خوانصاری) اور شیعہ کی تاریخ ناسخ التواریخ صفحہ $\frac{27}{1}$ میں سترہ بیٹوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ عمنون[1]۔ کالاب[2]۔ ابی شالوم[3]۔ ادونیا[4] سقطیا[5]۔ ایثرغم[6] (صفحہ $\frac{27}{1}$) ساموع[7]۔ ساخوب[8]۔ ناتان[9]۔ سلیمان[10]۔ یوخابادہ[11]۔ الیشع[12] نفاغ[13]۔ یفیع[14]۔ السمیع[15]۔ الیدع[16]۔ الیفلط[17] (صفحہ $\frac{284}{1}$) اس سے بالکل واضح ہو گیا

کہ اس مقام پر وراثت مالی مراد نہیں بلکہ نبوت اور علم کی وراثت مراد ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت و رسالت عطا فرمائی تھی اسی طرح ان کے فرزند حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مرحمت فرمائی تھی۔ قرآن کریم۔ حدیث شریف اور لغت عرب سے یہ ثابت ہے کہ کتاب۔ علم اور مجد و شرف کی وراثت بھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا	پھر ہم نے کتاب۔ (یعنی قرآن کریم) کا وارث بنایا اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو جن کو ہم نے چن لیا۔

(پ ۲۲۔ الفاطر۔ رکوع ۴)

اس سے معلوم ہوا کہ کتاب کی وراثت بھی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس امت مرحومہ کو آخری کتاب قرآن کریم کا وارث بنایا ہے۔ اور ایک مقام پر ارشاد ہے۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ الآیۃ۔	پھر ان کے بعد ناخلف لوگ آئے جو کتاب کے وارث بنے۔

(پ ۹۔ الاعراف۔ رکوع ۲۱)

یہاں بھی کتاب کی وراثت کا صریح ذکر موجود ہے کہ پہلے لوگوں کے بعد نااہل لوگ کتاب کے وارث بنے جنہوں نے اس کے حقوق کو ملحوظ نہیں رکھا۔ اور ایک مقام پر یہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْ بَعْدِهِمْ الآیۃ (پ ۲۵۔ الشوریٰ۔ رکوع ۲)	بے شک وہ لوگ جن کو ان کے بعد کتاب کا وارث بنایا گیا۔

اس میں بھی تصریح موجود ہے کہ کتاب کی وراثت بھی ہوتی ہے اور پہلے لوگوں کو یہ وراثت ملی تھی۔

(۷) اور ایک جگہ یہ ارشاد ہے۔

وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَاءِيلَ الْكِتٰبَ	اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا۔
(پ ۲۴ - المؤمن - رکوع ۶)	

اس میں بھی کتاب کی وراثت کا صراحتہً ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ جیسے مال و دولت میں وراثت چلتی ہے اسی طرح کتاب کی وراثت بھی ہوتی ہے

حدیث شریف | جس طرح قرآن کریم میں کتاب میں وراثت جاری ہونے کا ذکر ہے اسی طرح حدیث شریف میں بھی علم کی وراثت کا ذکر ہے۔

حضرت کثیرؒ بن قیس حضرت ابوالدرداءؓ (عویمرؓ بن عامر الانصاری المتوفی ۳۲ھ) سے روایت کرتے ہیں وہ ایک طویل حدیث میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ ارشاد بھی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

وان العلماء ورثة الانبياء وان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وانما ورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر (رواہ احمد مسند ج ۵ والترمذی ص ۹۳ ج ۲ و	بے شک علماء حضرت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں اور بے شبہ انہوں نے دینار اور درہم کی وراثت نہیں چھوڑی یقینی امر ہے کہ انہوں نے علم کی وراثت چھوڑی ہے۔ سو جس نے علم لے لیا اس نے وراثت کا کافی

ابوداؤد ص۱۵۷ ج۲ وابن ماجہ ص۲۰ والدارمی ص۵۳ مشکوٰۃ ص۳۴ ج۱ وجامع بیان العلم وفضلہ ج۱ ص۳۴ وص۳۶)   اور وافر حصہ لیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صحیح وراثت علم ہے نہ کہ مال کیونکہ انہوں نے نہ تو دنانیر کی وراثت ترک کی ہے اور نہ دراہم کی ان کی وراثت صرف علمی ہے جس خوش نصیب کو یہ وراثت حاصل ہوگئی تو اسکو بہت کچھ حاصل ہوگیا۔ خود شیعہ کی بنیادی کتاب میں ہے۔

ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثھم (اصول کافی ص۳۴ ج۱ طبع تہران)

یعنی بے شک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑی۔ انہوں نے تو اپنی احادیث (اور دین کی باتوں) کی وراثت چھوڑی ہے۔

حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمیؒ (المتوفی ۸۰۷ھ) حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت یوں نقل کرتے ہیں کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
تعالیٰ علیہ وسلم العلماء	کہ علماء حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ
خلفاء الانبیاء قلت لہ	والسلام کے خلفاء ہیں (علامہ ہیثمیؒ)
فی السنن العلماء ورثۃ	کہتا ہوں کہ سنن (ابوداؤد۔ ترمذی ابن
الانبیاء رواہ البزار ورجالہ	ماجہ وغیرہ) کی کتابوں میں ہے کہ علماء انبیاء

موثقون (مجمع الزوائد صـ۱۲۶ ج۱) کے وارث ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صحیح خلفاء صرف علماء ہی ہیں اور وہی ان کے اصلی وارث ہیں اور اُن کی یہ وراثت علمی ہے نہ کہ مالی۔ حضرت ابوہریرہؓ ایک دفعہ مدینہ طیبہ کے بازار سے گزرے تو فرمایا اھل سوق اے بازار میں کام کرنے والو . . .

میراث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقسم وانتم ھٰھنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وراثت تقسیم ہو رہی ہے اور تم یہاں ہو؟ لوگوں نے کہا کہاں؟ فرمایا کہ مسجد میں وہ لوگ مسجد میں پہنچے تو وہاں قرآن کریم کی تلاوت اور حلال وحرام کے مسائل کے بیان کے سوا کچھ نہ تھا آخر میں ہے۔

فقال لھم ابوھریرۃ رضؓ	حضرت ابوہریرہؓ نے اُن سے کہا کہ تمہارے
ویحکم ھذاک میراث محمد	لیے خرابی ہو یہی تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	علیہ وسلم کی وراثت ہے امام طبرانیؒ نے
رواہ الطبرانی فی الاوسط و	اس کو معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور
اسنادہ حسن۔	اس کی سند حسن ہے۔

(مجمع الزوائد صـ۱۲۴ ج۱)

ان حوالوں سے آشکارا ہوگیا کہ وراثت علمی بھی ہوتی ہے اور یہی حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اصلی اور صحیح میراث ہے۔

لغت عربی جس طرح قرآن کریم اور حدیث شریف میں کتاب وعلم کی وراثت ثابت ہے اسی طرح شرافت قومی اور بزرگی کی بھی وراثت

ہوتی ہے حالانکہ یہ مال و دولت نہیں۔ چنانچہ مشہور جاہلی شاعر عمرو بن کلثوم بن مالک کہتا ہے ؎

ورثنا المجد قد علمت معدٌّ نطاعن دونہ حتّٰی یبینا

(سبعہ معلقہ ص۳۹)

ہم شرافت کے وارث ہوئے ہیں معد قبیلہ بخوبی جانتا ہے۔ ہم اس شرافت کو خوب واضح کرنے کے لیے لڑتے ہیں۔

الغرض وراثت کا اطلاق محض مال و دولت کی وراثت پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اس لفظ سے معنوی وراثت بھی مراد ہوتی ہے اور وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ میں نبوت و رسالت اور علم ہی کی وراثت مراد ہے لا ریب فیہ وثانیاً اگر خمینی صاحب اور ان کی جماعت کو ان مذکورہ حوالوں سے اطمینان حاصل نہیں ہوتا تو ہم مجبور نہیں کرتے اور نہ دنیا میں کوئی کسی کو مجبور کر سکتا ہے ہم نے ان کی تسلی کے لیے ان کی مستند ترین کتاب کا ایک حوالہ پہلے عرض کیا ہے۔ ایک حوالہ مزید سن لیجئے۔

اصول کافی میں شیعہ کے مشہور و معتبر راوی ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ

فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام	امام ابو عبد اللہ (امام جعفر صادقؒ) علیہ السلام
ان داؤد ورث علم الانبیاء	نے فرمایا کہ حضرت داؤد حضرات انبیاء کے
وان سلیمان ورث داؤد	علم کے اور حضرت سلیمان حضرت داؤد کے
وان محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ	علم کے وارث ہوئے اور ہم حضرت محمد

ورثت سلیمان وانا ورثنا محمدا	کے وارث ہیں اور ہمارے پاس حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وان عندنا	ابراہیم کے صحیفے اور حضرت موسیٰ کی تختیاں
صحف ابراھیم والواح موسٰی	ہیں علی جمیعہم الصلوٰۃ والسلام

اھ (اصول کافی مع الصافی کتاب الحجہ
جزء سوم صفحہ ۱۵ طبع نولکشور لکھنؤ)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم کے وارث بنے اسی طرح حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اپنے والد محترم حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے وارث قرار پائے اور یہی علمی وراثت ان سے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وآلہ وسلم کو حاصل ہوئی اور پھر آگے آپؐ کی یہی علمی وراثت حضرات ائمہ کرام کو حاصل ہوئی جن میں امام ابو عبد اللہ امام جعفر صادقؒ بھی تھے اور اسی وراثت میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تورات کی تختیاں بھی شامل ہیں جس سے صاف عیاں ہے کہ یہ وراثت علمی ہے نہ کہ مالی اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت درہم و دینار کی نہیں ہوتی علم کی ہوتی ہے کما مر

الحاصل حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس علمی وراثت کے اہل اللہ تعالیٰ کے علم وحکمت میں صرف حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے اس لیے یہ ان کو ہی ملی اور دوسرے بھائیوں کو یہ نہ مل سکی ع۔ یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

ملا باقر مجلسی نقل کرتے ہیں کہ

وبسند معتبر از حضرت صادقؑ	معتبر سند کے ساتھ جعفر صادقؒ
منقول است کہ بنی اسرائیل از حضرت	سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل نے
سلیمان التماس کردند کہ پسر خود را برما	حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
خلیفہ گرداں سلیمان فرمود او صلاحیت	درخواست کی اپنے لڑکے کو ہم پر خلیفہ مقرر
خلافت ندارد الخ	کر دیں انہوں نے فرمایا کہ وہ خلافت کی
(حیات القلوب صفحہ ۲۶۰ جلد ۱ طبع نولکشور لکھنؤ)	صلاحیت نہیں رکھتا ۔

معلوم ہوا کہ نا اہل لوگوں میں بزرگوں اور نیکوں کی خلافت و نیابت کی استعداد نہیں ہوتی ۔ حالانکہ مالی وراثت تو نالائق اولاد کو بھی باقاعدہ ملتی ہے اور حرص اس نے ہی انکو پاگل بنا دیا ہے ۔

ے آدمی کو ہوسِ زر نے کیا ہے پاگل اب کہاں سے کوئی قارون کا خزانہ ڈھونڈے

دوسرا مقام

خمینی صاحب نے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے وارث طلب کیا باین الفاظ کہ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ کہ وہ میرا بھی وارث اور حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان اور ان کی نسل کا بھی وارث ہو اس مقام پر بھی خمینی صاحب خود فریبی کا شکار ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی ان کے مغالطہ اور فریب کا شکار ہو جائیں مگر کوئی عقلمند ان کے دھوکے میں نہیں آئے گا اور ان کا اس مضمون سے استدلال بھی بالکل مردود ہے اس لیے کہ اس مقام میں بھی وراثت سے نبوت رسالت اور علم کی وراثت مراد ہے نہ کہ مال و دولت کی وراثت اولاً اس لیے کہ اہل دنیا کے نزدیک تو مال و دولت کی کوئی قدر اور وقعت ہو سکتی ہے لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم

السلام کے نزدیک مال و زر کی کیا قدر ہے کہ حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے مال و دولت کی فکر لاحق ہوئی کہ کہیں میرے گھر سے نکل کر رشتہ داروں کے گھر نہ پہنچ جائے یہ تو نہایت ہی پست خیال اور دنیا پرستی کا نظریہ ہے۔ وثانیاً حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دور کوئی صنعتی اور مشینی دور تو تھا نہیں کہ کارخانے کے ذریعہ تھوڑے وقت میں زیادہ دولت جمع ہو جاتی اور اس کے سنبھالنے کے لیے وہ فکرمند ہوتے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کان زکریا نجاراً (مسلم ج۲ ص۲۶۸) حضرت زکریا علیہ الصلوٰۃ والسلام بڑھئی کا کام کرتے تھے غور فرمائیں کہ آپ نماز اور تبلیغ دین کا کام بھی کرتے تھے بڑھاپا بھی تھا آری اور تیشہ چلا کر کتنی دولت جمع کی ہوگی جس کے لیے یہ فکرمندی ہے کہ میری دولت رشتہ داروں کے ہاتھ نہ پڑ جائے۔ وثالثاً اگر اس مقام میں وراثت سے مالی وراثت مراد ہو تو یرثنی کہ وہ میرا وارث ہو تو بجا ہے لیکن وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ کا کیا مطلب ہوگا؟ حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل بنی اسرائیل مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی تھی تو ان کی مالی وراثت حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیسے مل سکتی تھی؟ خمینی صاحب نے اپنے پیشرو رافضیوں کی طرح آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ کر سیاق و سباق اور مضمون کے اندرونی اور بیرونی قرائن اور شواہد سے بالکل اغماض کیا ہے قرآن کریم کے ان مضامین سے مالی وراثت ثابت کرنا کوہ کندن اور کاہ برآوردن کا مصداق ہے ؎

اپنی ہر بات کو تو دل میں ترے تردد کیسا تیرے سینے میں ہیں دل ہے ترازو کی طرح

الحاصل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے قرآن کریم کی کسی نص اور حکم کی مخالفت نہیں کی مخالفت تو تب ہوتی کہ قرآن کریم کی آیات مذکورہ میں وراثت سے مالی وراثت مراد ہو اور حضرت ابوبکر رضؓ نے حضرت فاطمہؓ اور دیگر شرعی وارثوں کی حق تلفی کی ہو مگر ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوا قرآن کریم میں وراثت علمی کا ثبوت ہے اور حدیث میں نفی وراثت مالی کی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ نہایت ہی سطحی ذہن والا کلمہ گو یہ کہہ سکتا ہے اور روافض نے تو دل کھول کر یہ کہا ہے کہ قرآن کریم میں عمومی الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۔ الآیۃ (پ۴۔ النساء۔ رکوع ۲) کہ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے یہ حکم دیتا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم نبی اور غیر نبی سب کے لیے اور سب کی اولاد کے بارے میں ہے تو اس آیت کریمہ کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ اور دیگر شرعی وارثوں کو حق ملتا ہے۔ جب کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ان کو حق ارث سے محروم کر دیا اور بخاری و مسلم کی روایت باوجود صحیح ہونے کے خبر واحد ہے تو خبر واحد سے نص قطعی کا رد یا اس کی مخالفت چہ معنیٰ دارد؟

جواب: بلاشک یہ ایک خالص علمی سوال اور اشکال ہے مگر درحقیقت اس کی بھی کوئی وقعت نہیں ہے اس لیے کہ جس طرح قرآن کریم کا ہر حکم قطعی ہے اسی طرح براہ راست آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہوا

حکم بھی سننے والے کے حق میں قطعی ہوتا ہے خبر واحد وغیرہ کی بحث تو پچھلے رواۃ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے حافظ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر المشہور بابن القیمؒ (المتوفی ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ۔

استدل على تخصيص عموم القرآن بخبر الواحد بتخصيص آية الميراث بقوله لا نورث ما تركناه صدقة والصديق اول من خصصه قال ابن عقيلؒ وهذه بلاهة من هذا المستدل فان الصديق لم يخصصه، الا بما سمعه، شفاهاً من النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو قطعي وليس النزاع فيه

(بدائع الفوائد صـ۴۴ طبع مصر)

قرآن کریم کے عموم کی خبر واحد سے تخصیص پر یوں استدلال کیا گیا ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے آیت المیراث (یُوصِیکُمُ اللّٰہُ الآیۃ) کی حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ سے تخصیص کی ہے امام ابن عقیلؒ فرماتے ہیں کہ یہ اس مستدل قائل کی نادانی ہے اس لیے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس آیت کریمہ کی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے براہ راست رُو در رُو سُنے ہوئے ارشاد سے تخصیص کی ہے اور وہ قطعی ہے (تو قطعی کی قطعی سے تخصیص ہوئی نہ کہ ظنی سے) اور اس میں کوئی نزاع نہیں ہے

علامہ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالہادی السندھیؒ (المتوفی ۱۱۳۸ھ) فرماتے ہیں کہ۔

لان الحدیث بالنظر الیٰ من	جس نے رُو در رُو بالمشافہ آنحضرت
اخذ منہ فیہ صلی اللّٰہ تعالیٰ	صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے حدیث
علیہ وسلم کالکتاب	لی وہ کتاب اللّٰہ اور حدیث متواتر کی
وکالحدیث المتواتر	طرح قطعی ہے

(سندی حاشیہ بخاری ص ۴۳۵/ج ۱)

اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (المتوفی ۱۳۲۳ھ) ایک مسئلہ کی تحقیق میں فرماتے ہیں اور حضرت عمرؓ نے چونکہ فخر عالم (صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم) کی زبان سے مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ سُنا تھا تو اُن کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی سو جو معنیٰ انہوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں ہو سکتا ہے آہ (لطائف رشیدیہ ص ۸)

ان واضح حوالوں سے معلوم ہوا کہ اہل حق کے نزدیک آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے رُو در رُو سنی ہوئی حدیث قطعی ہوتی ہے تو قطعی سے قطعی کی تخصیص جائز اور درست ہے۔

مقامِ حیرت جناب خمینی صاحب یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے حدیث لا نورث ما ترکناہ صدقۃ پیش کر کے حضرت فاطمہؓ اور دیگر شرعی وارثوں کا حق وراثت تلف کر دیا یعنی معاذ اللّٰہ تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ نے نصوص قرآنیہ کی مخالفت بھی کی اور حضرت فاطمہؓ وغیرہا پر ظلم بھی کیا اور بقول خمینی صاحب لا نورث الحدیث آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی فرمودہ نہیں بلکہ جعلی اور بناوٹی ہے اور یہ حدیث

اولادِ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی حق تلفی کے لیے اختراع اور وضع کی گئی ہے معاذ اللہ تعالیٰ۔ جناب خمینی صاحب اور ان کی جماعت کے ذاکرین کا یہ باطل نظریہ ان کے خبثِ باطل کی پیداوار ہے اس لیے کہ

یہ حدیث بخاری ص ۴۳۵/۱ج و ص ۹۹۵/۲ج اور مسلم ص ۹۲/۲ج میں موجود ہے اور مشہور محدث امام ابوبکر احمد بن علی بن سعید الاموی المروزی (المتوفی سنہ ۲۹۲ھ) احسن سند کے ساتھ یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ سے اپنی وراثت کا حق طلب کیا۔

فقال ابوبکرؓ و عمرؓ انا سمعنا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول انی لا اورث

(مسند ابی بکرؓ ص ۹۴ طبع بیروت)

تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہم نے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا کہ میری وراثت تقسیم نہیں کی جا سکتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث حضرات شیخینؓ نے براہِ راست آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنی ہے اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال انا لا نورث ما ترکنا صدقۃ

(بخاری ص ۹۹۶/۲ج)

کہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق سے ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی جو ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

بے شک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم قال لا تقتسم ورثتي دينارا ما تركت بعد نفقة نسائي ومؤنة عاملي فهو صدقة (بخاری صفحہ ۹۹۶ ج ۲)

وسلم نے فرمایا کہ میرے وارث دینار تقسیم نہیں کر سکتے جو کچھ میں نے ترک کیا ہے وہ میری ازواج اور خلیفہ کے مصارف کے بعد صدقہ ہوگا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صرف حضرت ابوبکرؓ نے ہی عدم تقسیم وراثت کی حدیث نہیں سُنی بلکہ حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ نے بھی سُنی ہے مزید سُنیئے حضرت عمرؓ کی خلافت میں جب حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بطور وفد کے حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

انشدكم بالله الذي باذنه تقوم السماء والارض هل تعلمون ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة يريد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نفسه قال الرهط قد قال ذلك فاقبل عمرؓ على عليؓ وعباسؓ فقال انشدكما بالله هل

میں تمہیں اس خدا کی قسم دیکر تم سے سوال کرتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں کیا تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری وراثت تقسیم نہیں ہوگی جو میں نے چھوڑا وہ صدقہ ہوگا؟ تو جماعت نے کہا کہ بلاشبہ آپ نے یہ کہا ہے پھر حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ میں تم سے اللہ تعالیٰ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کیا یہ بات آپؐ نے

تعلمان انّ رسول اللہ صلی اللہ	فرمائی ہے۔ دونوں نے کہا ہاں فرمائی
تعالیٰ علیہ وسلم قد قال ذالک	ہے۔

قالا قد قال ذالک الحدیث۔

(بخاری ص ۴۳۶/۱ و ص ۵۷۵/۲ و ص ۹۹۶/۲ و مسلم ص ۹۰/۲ و ترمذی ص ۱۹۴/۱)

اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ حدیث لا نورث ما ترکنا صدقة کو وہ تمام حضرات تسلیم کرتے ہیں جن میں حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ وغیرہ دیگر حضرات بھی شامل ہیں خمینی صاحب کا یہ کہنا کہ ایں کلام ابوبکرؓ کہ بہ پیغمبر اسلام نسبت دادہ مخالف آیات صریحہ است الخ جہالت اور غفلت اور تعصب پر مبنی ہے کیونکہ یہ تمام مذکورین حضرات اس نسبت میں شریک ہیں تنہا حضرت ابوبکرؓ ہی نہیں اور جس طرح بقول خمینی صاحب حضرت ابوبکرؓ نے اولادِ رسول کی حق تلفی کے لیے اس حدیث کا سہارا لیا حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے بھی ان کی سو فیصد تصدیق کی اور وہ بھی اس جرم میں شامل ہو گئے۔ سو جو جرم حضرت ابوبکرؓ کا ہے بشمولیت بقیہ حضرات کے وہ ان دونوں کا بھی ہے

ع ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند۔

وثانیاً اگر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو خیبر، فدک اور خیبر وغیرہ کی زمینیں جن میں کھجوریں وغیرہ تھیں وراثت میں نہیں دیں تو ان کا یہ فیصلہ مذہب شیعہ کے عین مطابق ہے پھر حضرت ابوبکرؓ پہ الزام و اعتراض کا کیا مطلب؟ اہلِ علم جانتے ہیں کہ جس طرح اہل السنت والجماعت کے ہاں قرآن کریم کے بعد چھ کتابیں (بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ) صحاح ستہ

کہلاتی ہیں اور بیشتر دینی مسائل کا مدار ان پر ہے اسی طرح شیعہ کے نزدیک چار کتابیں ہیں جن کو وہ اصول اربعہ کہتے ہیں۔

(۱) الجامع الکافی مؤلفہ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی (المتوفیٰ ۳۲۸ھ)

(۲) من لا یحضرہ الفقیہ مؤلفہ الشیخ الصدوق محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی المتوفیٰ ۳۸۱ھ)

(۳) الاستبصار مؤلفہ شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن الحسن الطوسی (المتوفیٰ ۴۶۰ھ)

(۴) تہذیب الاحکام " " " " " " " " "

اور شیعہ کی ان چاروں کتابوں میں تصریح ہے کہ عورتوں کو وراثت میں زمین سے کچھ بھی نہیں ملتا۔

۱۔ فروع کافی میں مستقل باب ہے۔

باب ان النساء لا یرثن من العقار شیئاً	یعنی یہ باب ہے اس میں یہ بیان ہوگا کہ عورتیں زمین کی وراثت نہیں لے سکتیں۔

اور پھر اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

عن ابی جعفر علیہ السلام قال النساء لا یرثن من الارض ولا من العقار شیئاً	امام ابوجعفر (محمد باقر رح) علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتوں کو زمین کی وراثت سے کچھ نہیں ملتا۔

(فروع کافی ص ۱۳۷/ج ۲ طبع ایران)

اور حاشیہ میں لکھا ہے العقار بالفتح الارض والضیاع والدار۔

یعنی عقار کا لفظ فتح سے ہے اور اس کا معنیٰ زمین ضیاع ضائع ہونے والی چیزیں اور گھر ہے۔

۲۔ شیعہ کے مستند راوی میسّر سے روایت ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سألته عن النساء ما لھن من المیراث فقال لھن قیمۃ الطوب والبناء والخشب والقصب فاما الارض والعقارات فلا میراث لھن فیہ (من لا یحضرہ الفقیہ ص ۳۴۷ ج ۴ طبع تہران)

کہ میں نے امام ابو عبد اللہ (جعفر صادق) علیہ السلام سے سوال کیا کہ عورتوں کو وراثت میں کیا ملتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اینٹوں عمارت لکڑی اور کانوں کی قیمت ملتی ہے باقی رہی زمین تو اس سے عورتوں کو وراثت میں کچھ بھی نہیں ملتا۔

الطوب بالضم الاجر بلغۃ اھل مصر ("الصحاح" حاشیہ فروع کافی ص ۱۲۸ ج ۷) یعنی طوب کے معنی اینٹیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات ازواج مطہرات کو رہائش کے لیے جو حجرے تعمیر کروا کر دیے تھے ان کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ حضرات ازواج مطہرات کی ملکیت میں تھے یا صرف رہائش کے لیے تھے؟ (دیکھیے فتح الباری اور وفاء الوفاء وغیرہ) کچھ بھی ہو وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملکیت میں نہ تھے لہٰذا ان کی اینٹوں لکڑیوں اور کانوں کی وراثت کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور شیعہ کا واویلا بھی خیبر فدک اور بنو نضیر کی زمینوں اور باغات کے بارے ہے اور وہ ان کے اصول کے مطابق بھی وراثت کے طور پر عورتوں کو نہیں مل سکتے۔

۲۔ زرارہ اور محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ

عن ابی جعفر علیہ السّلام قال النساء لا یرثن من الارض ولا من العقار شیئًا	امام ابوجعفر (محمد باقر رح) علیہ السلام نے فرمایا کہ عورتوں کو وراثت میں زمین سے کچھ بھی نہیں ملتا۔

(الاستبصار ص ۱۵۳ ج ۴ طبع تہران)

۴ اور اسی سند سے بعینہا یہی الفاظ تہذیب الاحکام ص ۲۹۸ ج ۹ طبع تہران میں مذکور ہیں جب شیعہ کے اصول اربعہ کے ان صریح حوالوں کے مطابق عورتوں کو زمین سے کچھ بھی بطور وراثت نہیں ملتا تو انصاف سے بتائیں اگر شیعہ کے نزدیک انصاف نامی کوئی چیز ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فدک اور بنو نضیر وغیرہ کی زمینیں اگر حضرت فاطمہؓ کو نہیں دیں تو کیا ظلم کیا ہے؟ علاوہ ازیں سوال یہ ہے کہ حضرت علیؓ بھی تو تقریباً چار سال نو ماہ خلیفہ رہے تھے کیا انہوں نے خیبر فدک اور بنو نضیر وغیرہ کی زمینیں حضرت فاطمہؓ کی نسل میں سے اس وقت موجود وارثوں کو دے دی تھیں؟ اگر دی تھیں تو اس کا معقول اور قابل تسلیم تاریخی حوالہ درکار ہے اور اگر حضرت علیؓ نے اپنے دور خلافت میں وہ زمینیں مزعوم شرعی وارثوں کو واپس نہیں کی تھیں تو اس ظلم میں وہ بھی برابر کے شریک ہیں۔

قابل توجہ امر

قارئین کرام یہ پڑھ چکے ہیں کہ جناب خمینی صاحب نے اپنے پیشرو متعصبین رافضہ کی تقلید کرتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ پر قرآن کریم کی مخالفت اور اولاد رسول کی حق تلفی کا جو اعتراض کیا تھا بالکل بے وزن اور نرے تعصب کی پیداوار ہے البتہ اس واقعہ میں جو قابل توجہ بات ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے حدیث لا نورث ما

ترکہ نا صدقہ کے مطابق حضرت فاطمہؓ کو وراثت کا حق نہ دیا۔

فغضبت فاطمۃؓ بنت رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فھجرت ابابکرؓ فلم تزل
مھاجرتہ حتّٰی توفیت
وعاشت بعد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ستۃ اشھر الحدیث

تو حضرت فاطمہؓ ناراض ہوگئیں اور ابوبکرؓ سے تا وفات رابطہ توڑ دیا اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات سے چھ ماہ بعد فوت ہوئیں۔

(بخاری ص۴۳۵ ج۱ و ص۶۰۹ ج۲)

اور ایک روایت یوں ہے۔

فھجرتہ فاطمۃؓ فلم تکلمہ
حتّٰی ماتت۔ (بخاری ص۹۹۶ ج۲)

کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے تادم وفات کلام نہیں کیا۔

اور ایک اور روایت اس طرح ہے۔

فوجدت فاطمۃؓ علی ابی
بکرؓ فی ذالک قال فھجرتہ
فلم تکلمہ حتّٰی توفیت
وعاشت بعد رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ستۃ
اشھر (مسلم ص۹۱ ج۲)

کہ حضرت فاطمہؓ اس سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں اور تا زیست ان سے گفتگو نہیں کی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے تازیست ناراض ہوگئیں تھیں اور ان سے گفتگو تک نہیں کی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان پر ظلم کیا تھا

الجواب: سطحی نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ حضرت ابوبکرؓ کی زیادتی اور حضرت فاطمہؓ کی مظلومیت واضح کرتے ہیں اور اس سے شیعہ کی تائید ہوتی ہے مگر غائر نگاہ اور بصیرت سے کام لیا جائے تو حضرت ابوبکرؓ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا اولاً اس لیے کہ حضرت ابوبکرؓ نے پیغمبر معصوم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی صحیح اور صریح حدیث پیش کی تھی جس کو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ بھی تسلیم کرتے تھے تو اس میں اگر حضرت فاطمہؓ جو معصوم نہ تھیں انسانی جذبات سے متاثر ہو کر ناراض ہوئیں تو اس میں حضرت ابوبکرؓ کا کیا قصور ہے؟ ایک طرف پیغمبر معصوم کا ارشاد ہے اور دوسری طرف غیر معصوم کی رائے اور ذاتی اجتہاد ہے حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان اور حکم کے پابند اور مکلف تھے غیر معصوم کی رائے کی پابندی ان پر لازم نہ تھی وثانیاً اگر حضرت ابوبکرؓ کی بجائے اہل بیت میں سے کوئی بزرگ اس منصب پہ فائز ہوتا تو اس کا بھی وہی فیصلہ ہوتا جو حضرت ابوبکرؓ کا تھا۔ حافظ ابوالفدا عماد الدین اسماعیلؒ بن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کرتے ہیں۔

قال زید بن علی بن الحسین	کہ امام زیدؒ بن علیؒ بن الحسینؓ بن علیؓ
بن علی بن ابی طالب اما لو کنت	بن ابی طالب نے فرمایا کہ اگر حضرت
مکان ابی بکرؓ لحکمت	ابوبکرؓ کی جگہ میں خلیفہ ہوتا تو فدک (وغیرہ)

بما حکم بہ ابوبکرؓ فی فدک — کے بارے میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکرؓ نے کیا ہے۔
(البدایۃ والنہایۃ صفحہ ۲۹ ج ۵)

اگر معاذ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ کا یہ فیصلہ ظلم پر مبنی تھا تو بصورت اقتدار یہی ظالمانہ فیصلہ اہل بیت کے برگزیدہ امام حضرت زیدؒ بن علیؒ کا بھی ہوتا تو ایسے موقع پر اگر بالفرض حضرت فاطمہؓ زندہ ہوتیں تو حضرت امام زیدؒ بن علیؒ سے ان کا معاملہ اور سلوک کیا ہوتا؟ پھر یہ بات بھی ملحوظ خاطر ہے کہ حضرت فاطمہؓ خود امیر اور دولتمند تھیں ان کو وراثت کا حصہ طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی اور یہ بھی انہیں معلوم تھا کہ ان کی زندگی اب بالکل تھوڑی ہے اور اپنی جائداد میں بھی انہوں نے وہی فیصلہ کیا جو خلیفہ اول حضرت ابوبکرؓ نے کیا تھا چنانچہ کافی میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات گاؤں حضرت فاطمہؓ کو بلا شرکت غیرے دیئے تھے جن کے نام یہ ہیں دلال۔ عفاف۔ الحسنیٰ۔ صافیہ مالام ابراہیم۔ مبیت اور برقہ ان گاؤں کے بارے میں جب حضرت عباسؓ نے میراث کا دعویٰ کیا تو حضرت فاطمہؓ نے ان کو کچھ بھی نہ دیا اور وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکرؓ نے فدک وغیرہ کے بارے میں دیا تھا کہ یہ وقف ہیں اور ان میں وراثت جاری نہیں ہوسکتی اور حضرت علیؓ نے گواہی دی کہ واقعی یہ گاؤں حضرت فاطمہؓ پر وقف ہیں اور ان سات گاؤں کے متعلق حضرت فاطمہؓ نے ایک وصیت نامہ لکھ کر دیا کہ میرے بعد حضرت علیؓ ان پر قابض رہیں ان کے بعد حضرت حسنؓ پھر حضرت حسینؓ پھر جو حضرت حسینؓ کی اولاد میں بڑا ہو اور حضرت مقدادؓ اور حضرت زبیرؓ کی اس پر گواہی ہے اور حضرت علیؓ

کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ وصیت نامہ فروع کافی (جلد سوم کتاب الوصایا ص۲۸) میں موجود ہے
اس سے ایک بات تو یہ ثابت ہوئی کہ حضرت فاطمہؓ سات گاؤں کی مالکہ تھیں اور دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضرت عباسؓ کو وراثت سے محروم کرنے کے بارے انہوں نے وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکرؓ نے دیا تھا اور تیسری یہ ثابت ہوئی کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت حسنؓ کی اولاد اور نیز حضرت حسینؓ کی چھوٹی اولاد کو حق وراثت سے محروم کر دیا اور اہل بیت کی حق تلفی کا جو مزعوم حکم حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ نے صادر کیا تھا بعینہٖ وہی حضرت فاطمہؓ نے بھی صادر کیا اور معاذ اللہ تعالیٰ وہ بھی ظالموں کی فہرست میں شامل ہو گئیں۔

حقیقت کھل کے رہتی ہے بہر طور   زباں چپ ہو تو چہرہ بولتا ہے

وثالثاً ان روایات اور احادیث کی ایک مناسب تاویل اور توجیہ بھی ہو سکتی ہے جس سے حضرت فاطمہؓ کی پوزیشن بھی بالکل صاف رہتی ہے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور کسی صحابی پر کوئی حرف نہیں آتا۔ اسی کو کیوں نہ قبول کر لیا جائے کہ نہ ہینگ لگے نہ پھٹکری۔

مشہور محدث و مؤرخ امام الحافظ العلامۃ الاخباری الثقہ (راجع تذکرۃ الحافظ ص۹ج۲) عمر بن شبہؒ بن عبیدہؒ (المتوفی ۲۶۲ھ) کے حوالہ سے حضرت عمرؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ

فلم تکلمه فی ذالک	حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے
المال وکذا نقل الترمذیؒ	اس مال کے بارے پھر کبھی گفتگو نہیں کی
عن بعض مشائخہ معنیٰ	اور اسی طرح امام ترمذیؒ نے اپنے بعض

قول فاطمة رضی اللہ عنہا لابی بکرؓ وعمرؓ لا اکلمکما فی ھذا المیراث ابدًا (فتح الباری ص ۲۰۲ ج ۶)

مشائخ سے نقل کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے قول کا یہ مطلب ہے کہ اس میراث کے بارے ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔

اور مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابوبکرؓ سے صحیح اور صریح حدیث سن کر حضرت فاطمہؓ نے تا دمِ زیست طلب وراثت کا معاملہ ترک کر دیا اور پھر اس سلسلہ کی کوئی گفتگو اُن سے نہیں کی اور یہی ان کے حال اور شان کے لائق بھی ہے کیونکہ ان حضرات کے ہاں دین دُنیا سے مقدم ہوتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ حدیث سنائی تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ

انت وما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (البدایۃ والنہایۃ ص ۲۹۰ ج ۵)

آپ جانیں اور جو کچھ آپ نے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ یعنی اپنی معلومات کے مطابق عمل کریں۔

امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النوویؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) لکھتے ہیں کہ

وانھا لما بلغھا الحدیث و بین لھا التاویل ترکت رأیھا ثم لم یکن منھا ولا من احد من ذریتھا بعد ذالک طلب المیراث ثم ولّی علیؓ علی الخلافۃ فلم یعدل بھا عما فعلہٗ ابوبکرؓ وعمرؓ

حضرت فاطمہؓ کو جب حدیث لا نورث پہنچ گئی اور اس کا مطلب بھی ان پر واضح ہوگیا تو انہوں نے اپنی رائے ترک کر دی پھر خود انہوں نے اور ان کی اولاد میں سے کسی نے طلب وراثت کا مسئلہ نہیں اٹھایا پھر جب حضرت علیؓ خلافت پر متمکن ہوئے تو انہوں نے بھی حضرت

(شرح مسلم ص۹۰ ج۲) ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فیصلہ سے روگردانی نہیں کی۔

اور ترک تکلم کے بارے تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

وقوله فی هذا الحدیث فلم تکلمه یعنی فی هذا الامر ولا نقباضها لم تطلب منه حاجته ولا اضطرت الی لقائه فتکلمه ولم ینقل قط انهما التقیا فلم تسلم علیه ولا کلمته (شرح مسلم ص۹۰ ج۲)

رہا راوی کا یہ قول کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے گفتگو نہیں کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ طلب وراثت کے سلسلہ میں کوئی گفتگو نہیں کی یا یہ کہ طبیعت منقبض ہونے کی وجہ سے اُن سے کسی حاجت کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ اُن کی ملاقات کی مجبوری پیش آئی تاکہ وہ اُن سے کلام کرتیں اور یہ کہیں بھی منقول نہیں کہ دونوں کی ملاقات ہوئی ہو اور حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو سلام نہ کیا ہو اور گفتگو نہ کی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ کی وفات ۳ رمضان ۱۱ھ میں ہوئی (نووی شرح مسلم ص۹۱ ج۲) اگر اس مختصر عرصہ میں حضرت فاطمہؓ کو حضرت ابوبکرؓ سے ملاقات کی ضرورت پیش نہ آئی ہو تو اس میں کونسا استبعاد ہے؟ ان کے جنازہ پڑھانے کے بارے اختلاف ہے مسلم ص۹۱ ج۲ کی روایت میں ہے صلی علیہا علیؓ اور اکمال ص۱۲۳ ج۶

میں ہے صلی علیھا العباسؓ اور طبقات ابن سعد ج۸ ص۱۹ میں ہے کہ

صلّی ابوبکرؓ علی فاطمۃ رضؓ	حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کا جنازہ
فکبر علیھا اربعاً	پڑھایا اور جنازے میں چار تکبیریں پڑھیں

مسلم کی روایت کے پیش نظر اگر حضرت علیؓ ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی ہو تو حضرت ابوبکرؓ کی جنازہ میں شرکت کی نفی نہیں ہوتی یہ الگ بات ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی کبر سنی مصروفیت اور رات ہونے کی وجہ سے حضرت علیؓ نے پہلے ان کو جنازہ کی اطلاع اور تکلیف نہ دی ہو اور جلد دفن کرنے کی احادیث بھی ان حضرات کے سامنے تھیں اور ان پر ان کا عمل تھا۔

ورابعاً اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ابتدائی مرحلہ میں حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے رنجیدہ تھیں تو یہ بھی ثابت ہے کہ آخر میں ان سے راضی ہو گئی تھیں اور کلام نہ کرنے کا معاملہ پہلے دور کا ہے نہ کہ بعد کا حافظ ابن کثیرؒ اپنی سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ امام شعبیؒ نے فرمایا کہ

لما مرضت فاطمۃؓ اتاھا	جب حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو حضرت
ابوبکر الصدیقؓ فاستأذن	ابوبکرؓ ان کے پاس گئے اور ان سے
علیھا فقال علیؓ یا فاطمۃؓ	اجازت طلب کی حضرت علیؓ نے فرمایا اے
ھذا ابوبکرؓ یستأذن علیکِ؟	فاطمہؓ! یہ ابوبکرؓ اندر آنے کی اجازت
فقالت اتحب ان اٰذن لہٗ	مانگتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ پسند
قال نعم فاذنت لہ فدخل	کرتے ہیں کہ انہیں اجازت دوں فرمایا ہاں
علیھا یترضاھا فقال واللّٰہ	تو انہوں نے اجازت دی اور وہ داخل ہوئے

ما تركت الدار والمال والاهل الا ابتغاء مرضاة الله ومرضاة رسوله ومرضاتكم اهل البيت ثم ترضاها حتى رضيت و هذا اسناد جيد قوي والظاهر ان عامر الشعبي سمعه من علیؓ او ممن سمعه من علیؓ الخ

(البداية والنهاية ص ۲۹۰/ ج۵)

اور ان کو راضی کرنے لگے فرمایا بخدا میں نے گھر بار اور خاندان صرف اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اہل بیت کی رضا کی خاطر ترک کیا ہے پھر ان کو راضی کیا اور وہ راضی ہوگئیں اس کی سند جید اور قوی ہے اور ظاہر ہے کہ امام عامر شعبیؒ نے خود یہ حضرت علیؓ سے سُنی یا اُن سے سُنی جنہوں نے حضرت علیؓ سے سُنی

حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس روایت کا حوالہ دیا ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ

فترضاها حتى رضيت وهو وان كان مرسلاً فاسناده الى الشعبي صحيح وبه يزول الاشكال في جواز تمادي فاطمة عليها السلام على هجر ابي بكرؓ

(فتح الباری ص ۲۰۲/ ج۶)

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو راضی کیا سو وہ راضی ہوگئیں یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر اس کی سند شعبیؒ تک صحیح ہے اور اس سے حضرت فاطمہؓ کے حضرت ابوبکرؓ سے دیر تک ترک کلام کا اشکال رفع ہوگیا

اور علامہ عینیؒ نے بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔

ثم ترضاها حتى رضيت

(عمدة القاری ص ۲۰/ ۱۵۶)

پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو راضی کیا سو وہ راضی ہوگئیں۔

جمہور محدثین کرامؒ کے نزدیک مرسل حدیث حجت ہے (تدریب الراوی ص۱۲۰ وص۱۲۳)
جس طرح حضرت فاطمہؓ کے حضرت ابوبکرؓ سے راضی ہونے کا تذکرہ کتب اہل السنت
والجماعت میں ہے اسی طرح شیعہ کی کتابوں میں بھی ہے۔

چنانچہ مشہور شیعی مجتہد اور محقق علامہ ابن میثم بحرانی لکھتے ہیں کہ جب حضرت
فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے فدک وغیرہ کی وراثت کا مطالبہ کیا تو انہوں نے
فرمایا کہ۔

كان رسول الله تعالىٰ عليه
وسلم يأخذ من فدك قوتكم
ويقسم الباقي ويحمل منه
في سبيل الله ولكِ علىَّ
لله حق ان اصنع بها كما
كان يصنع فرضيت
بذلك واخذت العهد عليه
به وكان يأخذ غلتها
فيدفع اليهم ما يكفيهم
ثم فعلت الخلفاء بعده
كذالك الى ان ولى معاوية رض
(شرح نہج البلاغۃ ص۵۴۳ ابن میثم
بحرانی طبع ایران)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فدک
کی آمدنی سے تمہارا اہل بیت کا خرچہ الگ
کر لیتے تھے اور باقی مسکینوں میں تقسیم
کر دیتے تھے اور اسی سے جہاد کے لیے
سواریاں خرید لیتے تھے اور اللہ تعالیٰ
کی رضامندی کے لیے آپ کا مجھ پر حق
ہے میں ویسا ہی کروں گا جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے
حضرت فاطمہؓ اس پر راضی ہو گئیں اور
حضرت ابوبکرؓ سے اس کا عہد لیا اور
فدک کی آمدنی اہل بیت کو اتنا دیدیتے
جو ان کو کافی ہو جاتا اس کے بعد حضرت
امیر معاویہؓ کے دور تک تمام خلفاء ایسا ہی کرتے تھے

خمس کا مسئلہ

خمینی صاحب نے حضرت ابوبکرؓ کو معاذ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کا صریح مخالف بتانے اور جتانے کے لیے اپنی کتاب کشف الاسرار صفحہ ۱۱۶ و صفحہ ۱۱۷ میں یہ لکھا ہے کہ سُنی اور شیعہ سبھی اس امر پر متفق ہیں کہ مال خمس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذوی القربیٰ پر تقسیم ہوتا تھا اور قرآن کریم میں دسویں پارے کی پہلی آیت کریمہ میں خمس کا ذکر ہے کہ اس کے مصارف میں ذوی القربیٰ بھی ہیں مگر۔

ابوبکرؓ خمس را از بنی ہاشم منع کرد و	ابوبکرؓ نے خمس بنو ہاشم سے روک دیا
ایں مطلب پیش عامہ و خاصہ	اور یہ بات سُنیوں اور شیعوں سب کو
معلوم و واضح است و آں مخالف	معلوم اور ان پر بالکل واضح ہے اور ابوبکرؓ
است با صریح قرآن	کی یہ کارروائی قرآن کریم کے صریح طور پر
(کشف الاسرار صفحہ ۱۱۶)	مخالف ہے۔

فائدہ: شیعہ کی یہ خانہ ساز اصطلاح ہے کہ وہ سُنیوں کو عامہ اور شیعہ کو خاصہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

خمینی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے خیبر کے خمس کا مطالبہ کیا تو انہوں نے نہ دیا اور اس وجہ سے حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ سے ناراض ہوگئیں اور تازیستاں ان سے گفتگو نہ کی اور لکھتے ہیں کہ یہ بات بخاری باب غزوۂ خیبر میں موجود ہے (بخاری صفحہ ۶۰۹/۲)

الجواب: مشہور محاورہ ہے کہ بھینگے کو ایک کے دو نظر آیا کرتے ہیں یہی حال جناب خمینی صاحب کا ہے جو دینی، عقلی اور دماغی طور پر بھینگے ہیں کہ اسی

وراثت کے ایک واقعہ کو وہ دو قرار دیتے ہیں ایک کو منع وراثت کا اور دوسرے کو منع خمس کا عنوان دیکر حضرت ابوبکرؓ پر مطاعن میں اضافہ کرتے ہیں ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مال بنو نضیر، خیبر اور فدک وغیرہ سب ایک ہی مد کی اشیاء ہیں۔ اور اس کا مفصل جواب پہلے عرض کر دیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے وراثت کیوں نہیں دی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ

ان فاطمةؓ بنت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم ارسلت الی ابی بکرؓ تسئله میراثها من رسول اللّٰه صلّی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم مما افاء اللّٰه علیه بالمدینة وفدک وما بقی من خمس خیبر الحدیث (بخاری ص ۶۰۹/ ج ۲)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدینہ فدک اور خیبر میں جو مال فے اور غنیمت کے طور پر دیا تھا اس سے میری وراثت کا حصہ دیں۔

اور بخاری ص ۴۳۶/ ج ۱ میں من مال النضیر اور بخاری ص ۵۷۵/ ج ۲ میں فی التی افاء اللّٰه علیٰ رسوله من بنی النضیر کے الفاظ موجود ہیں اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے بھی اپنی اموال کا مطالبہ کیا تھا کہ ان کی تولیت ان کے سپرد کر دی جائے۔ ان صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے خیال سے میراثها اپنی وراثت کے حصے کا مطالبہ کیا تھا عام اس سے کہ وہ مدینہ طیبہ میں بنو نضیر کے متروک مال سے متعلق ہو یا فدک اور خیبر سے مگر

خمینی بھینگے نے لفظ میراث کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر لیا ہے اور حدیث میں ایک جگہ سے لفظ لانورث اچک لیا ہے اور دوسری جگہ سے ما بقی من خمس خیبر لے اڑا ہے اور اپنے بھینگے پن سے ایک ہی حقیقت اور معاملہ کے دو بنا ڈالے ہیں اور حضرت ابوبکرؓ پر اعتراضات کا ایک نمبر بڑھایا ہے مگر قربان جائیں حضرت ابوبکرؓ کے حوصلہ پہ ـــ

حوصلہ چاہیئے مصائب میں آندھیوں سے پہاڑ ہٹتے ہیں

مؤلفۃ القلوب جناب خمینی صاحب نے معاذ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ کو مخالف قرآن کریم بنانے کے سلسلہ میں تیسرا شوشہ یہ چھوڑا ہے کہ قرآن کریم میں مصارف زکوٰۃ میں ایک مصرف وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ بھی ہے مگر ابوبکرؓ نے عمرؓ کے حکم سے اس مصرف کو ساقط کر دیا ہے اور سنیوں میں ابھی تک اس اسقاط کا حکم برقرار ہے اور اس پہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب قدوری کی شرح الجوہرۃ النیرۃ کا حوالہ بھی وہ دیتے ہیں کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے رل مل کر یہ ساز باز کی اور لکھتے ہیں کہ

والمؤلفۃ قلوبھم را از سہم زکوٰۃ اسقاط کرد و ایں مخالف صریح قرآن است۔

ابوبکرؓ نے مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ کے حصہ سے ساقط کر دیا اور یہ کاروائی قرآن کریم کی صراحۃً مخالفت ہے۔

(کشف الاسرار ص۱۱۷)

الجواب: آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں کفار کو اسلام کی طرف مائل کرنے اور ان کی شر سے بچنے کے لیے انہیں تالیف قلب

کے لیے زکوٰۃ سے کچھ مال دیا جاتا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا اور کفر و شرک کو مغلوب و مقہور کیا تو حضرت ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں یہ سلسلہ منقطع کر دیا گیا (تفسیر ابن جریر صفحہ ۱۶۳ جلد ۱۰ و احکام القرآن للجصاص صفحہ ۱۲۴ جلد ۳) خمینی صاحب کا حضرت ابوبکرؓ پر اس سلسلہ میں مخالفِ قرآن ہونے کا اعتراض بالکل باطل ہے اور رد اس لیے کہ اس کارروائی میں تمام صحابہ کرامؓ شامل اور شریک تھے چنانچہ علامہ محمود آلوسیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ

وفی الهداية ان هذا الصنف من الاصناف الثمانية قد سقط وانعقد اجماع الصحابة رضی اللہ عنہم علی ذالك فی خلافة الصديق رضی الله تعالیٰ عنه الی ان قال ولم ينكر عليه احد من الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم مع احتمال ان فيه مفسدة كارتداد بعض منهم واثارة ثائرة اه (روح المعانی صفحہ ۱۲۲ جلد ۱۰)

ہدایہ میں ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف کی آٹھ قسموں میں سے یہ قسم ساقط ہو گئی ہے اور حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اس پر حضرات صحابہ کرامؓ کا اجماع منعقد ہو گیا ہے (پھر آگے فرمایا) حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا حالانکہ مؤلفۃ القلوب میں سے بعض کے مرتد ہونے اور فتنہ برپا ہونے کا احتمال تھا۔

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ حضرات صحابہ کرامؓ

سے بلانکیر اجماع سے ساقط ہوا ہے جن میں حضرت علیؓ بھی شامل ہیں تو جناب خمینی صاحب کی خانہ ساز منطق کے رو سے حضرت علیؓ بھی صریح قرآن کے مخالف قرار پائے۔ وثانیاً اس لیے کہ شیعہ کے مستند مفسر الشیخ ابو علی الفضل بن الحسن الطبرسی لکھتے ہیں کہ

ثم اختلف فی ہذا السھم هل هو ثابت بعد النبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ام لا؟ فقیل هو ثابت فی کل زمان عن الشافعیؒ واختارہ الجبائی وھو مروی عن ابی جعفر الخ انہ من شرطہ ان یکون ھناک امام عادل یتألفھم علی ذلک بہ اھ (تفسیر مجمع البیان ص۸۵ ج۱۰ طبع ایران)

پھر اس حصہ میں اختلاف ہے کہ آیا یہ حصہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ثابت اور باقی ہے یا نہیں؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ہر زمانہ میں باقی ہے امام شافعیؒ سے یہ روایت ہے اور جبائی (معتزلی) نے اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی قول امام ابوجعفرؒ سے مروی ہے مگر انہوں نے اس حصے کے باقی رہنے کی یہ شرط لگائی ہے کہ امام عادل ہو جو اس طریقہ سے لوگوں کے دلوں کی تالیف کر سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوجعفرؒ بھی جن کی طرف منسوب باتوں پر شیعہ مذہب کی دار و مدار ہے اور جن کی فقہ جعفریہ کے نفاذ کے لیے شیعہ بڑے کوشاں اور بے تاب ہیں اس کے قائل ہیں اور یہی ان سے مروی ہے کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ اس شرط پر باقی ہے کہ امام عادل ہو جو غیر مسلموں کو تالیف

کے لیے تھے اور مشہور علمی مقولہ ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط جب شرط نہ پائی جائے تو مشروط بھی نہیں پایا جاتا تو گویا حضرت امام ابوجعفرؒ کے نزدیک بھی جب امام عادل نہ ہو تو مؤلفۃ القلوب کا حصہ باقی نہیں رہتا یعنی بقول جناب خمینی صاحب حضرت ابوبکرؓ نے اسلام کے غلبہ کو علت قرار دیکر اسے ساقط کر دیا اور حضرت امام ابوجعفرؒ نے اسکو امام عادل کے ساتھ مشروط کر دیا حالانکہ بظاہر قرآن کریم میں نہ تو غلبۂ اسلام کی قید مذکور ہے اور نہ امام عادل کی شرط موجود ہے تو جس طرح بخیال جناب خمینی صاحب حضرت ابوبکرؓ نے صریح قرآن کی مخالفت کی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح حضرت امام ابوجعفرؒ نے بھی کی ہے یعنی ؎

تھیں میری اور رقیب کی راہیں جُدا جُدا   آخر کو ہم دونوں در جاناں پہ جا ملے

خمینی صاحب کی حضرت عمرؓ کے خلاف ہرزہ سرائی

بزعم فاسد خویش جناب خمینی صاحب نے تین چیزوں میں حضرت ابوبکرؓ کو قرآن کریم کا مخالف گردانا ہے جس کی بقدر ضرورت تشریح آپ پڑھ چکے ہیں اب حضرت عمرؓ کے بارے بھی ان کے اعتراضات یا معاذ اللہ تعالیٰ بزعم او قرآن کریم کی مخالفت ملاحظہ کریں خمینی صاحب حضرت عمرؓ کو چار مواقع میں قرآن کریم کا مخالف بتاتے ہیں بلکہ بدروز بناتے ہیں۔ اوّل لکھتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا تمام مسلمانوں کے اتفاق سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مشروع تھا اور آپؐ کی وفات تک باقی رہا اور اس کا کوئی ناسخ نہیں اہل بیت اور سُنیوں کی متواتر اخبار سے اس کا ثبوت ہے اور صحیح مسلم میں جابرؓ بن عبد اللہؓ سے چند اسانید کے ساتھ مروی ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ کے دور میں متعہ کیا تا آنکہ عمرؓ نے اس سے منع کیا اور یہ بات استفاضہ کے ساتھ منقول ہے کہ عمرؓ نے منبر پر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانہ میں متعۃ الحج اور متعۃ النساء ہوتے تھے اور میں منع کرتا ہوں اب اگر کسی نے ایسا کیا تو میں سزا دوں گا آگے لکھتے ہیں۔

ایں حکم مخالفت با قرآن است	کیونکہ قرآن میں آتا ہے
فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ	پس وہ عورتیں جن سے تم (جنسی) فائدہ
فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۔	اٹھاؤ تو ان کے مہر ان کو دیدو

اور طبری نے ابیؓ بن کعب ابن عباسؓ سعیدؓ بن جبیر سُدّیؒ سے یہ نقل کیا ہے اور اس جماعت کے بہت سے معتبر حضرات سے اور ابن مسعودؓ سے بھی منقول ہے کہ اس آیت میں عورتوں سے متعہ مراد ہے اور خود عمرؓ کو بھی اقرار تھا کہ یہ معاملہ آنحضرت صلی اللہ تعالی کے زمانہ میں ہوتا تھا (محصلہ کشف الاسرار ص۱۱۷ و ص۱۱۸)

الجواب:۔ خمینی صاحب کے پہلے اعتراض سے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ دماغی بھینگے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقلی اندھے بھی ہیں۔ اندھے اس لیے کہ ان کو ابتدائے اسلام میں جواز متعہ پر مسلمانوں کا اتفاق تو نظر آگیا ہے لیکن اسکی نسخ اور نہی پر اجماع و اتفاق نظر نہیں آیا۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ

ووقع الاجماع بعد ذلک علی	اس کے بعد روافض کے علاوہ باقی تمام
تحریمها من جمیع العلماء	علماء اسلام کا متعہ کے حرام ہونے پر اجماع
الا الروافض وکان ابن عباسؓ	ہو چکا ہے حضرت ابن عباسؓ متعہ کی اباحت
یقول باباحتها وروی عنه	کے قائل تھے اور ان سے رجوع بھی

انه رجع عنه (شرح مسلم ص۴۵۲ ج۱) عرض کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ تمام اہل اسلام کا متعہ کی حرمت پر اجماع ہے ہاں روافض اس کے خلاف ہیں۔ امام ترمذی باسند حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ

عن ابن عباسؓ قال انما كانت المتعة فى اول الاسلام كان الرجل يقدم البلدة ليس له بها معرفة فيتزوج المرأة بقدر ما يرى انه يقيم فتحفظ له متاعه و تصلح له شيئه حتى اذا نزلت الآية الا على ازواجهم او ملكت ايمانهم قال ابن عباسؓ فكل فرج سواهما فهو حرام (ترمذی ص۱۳۳ ج۱)

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ نے فرمایا کہ متعہ ابتداء اسلام میں تھا جب کوئی شخص کسی شہر میں جاتا جس میں اس کی کسی سے معرفت نہ ہوتی تو عورت سے جتنے دنوں تک وہاں رہتا نکاح و متعہ کر لیتا اور وہ اس کے سامان کی نگرانی کرتی اور اس کے لیے گوشت وغیرہ کھانے کی چیزیں تیار کرتی حتٰی کہ یہ آیت نازل ہوئی کہ بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ مردوں کو کسی پر اپنی شرمگاہیں ظاہر کرنا حرام ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پس بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ ہر شرمگاہ حرام ہے

اس سے بالکل آشکارا ہو گیا کہ حضرت ابن عباسؓ ابتداء اسلام میں متعہ کے جواز کے قائل تھے اور تصریح فرماتے ہیں کہ بعد کو متعہ حرام قرار دیدیا گیا تھا لہٰذا اب ان کو مجوزین متعہ میں شمار کرنا قطعاً باطل ہے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ پہلے متعہ کی اباحت کے قائل تھے پھر اس قول سے رجوع کر لیا تھا وثانیاً اس لیے کہ خمینی صاحب کو صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت تو نظر

آگئی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دور میں متعہ کیا کرتے تھے پھر حضرت عمرؓ نے ہمیں اس سے منع کر دیا لیکن اسی صحیح مسلم میں یہ حدیثیں جناب خمینی صاحب کو نظر نہیں آئیں۔

(۱) حضرت سلمہؓ (بن اکوع) فرماتے ہیں کہ

رخص رسول اللہ صلی اللہ	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تعالیٰ علیہ وسلم عام	نے (غزوہ) اوطاس والے سال تین دن
اوطاس فی المتعۃ ثلاثا ثم	کے لیے متعہ کی اجازت دی تھی، پھر
نہی عنہا (مسلم ص۴۵۱ ج۱)	اس سے منع کر دیا تھا۔

اس مرفوع حدیث میں متعہ کی نہی صراحتہً مذکور ہے مگر خمینی صاحب کو یہ نظر نہیں آئی اس لیے کہ وہ حق سے اندھے ہیں۔

(۲) حضرت سبرۃؓ سے روایت ہے کہ

انہ کان مع رسول اللہ صلی	وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال	ساتھ تھے آپؐ نے فرمایا کہ اے لوگو!
یا ایھا النّاس انی قد کنت	بے شک میں نے تمہیں عورتوں سے
اذنت لکم فی الاستمتاع	متعہ کرنے کی اجازت دی تھی اور اب
من النساء وان اللہ قد حرّم	بلاشبہ اس کو اللہ تعالیٰ نے قیامت
ذٰلک الی یوم القیٰمۃ الحدیث	تک حرام کر دیا ہے۔
(مسلم ص۴۵۱ ج۱)	

اس صحیح حدیث سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ متعۃ النساء کو مخلوق

میں سے کسی نے حرام نہیں کیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور دوسری بات ثابت ہوئی کہ متعہ کی حرمت قیامت کے دن تک رہیگی اور اس کی حرمت مؤید اور ہمیشہ کے لیے ہے علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں ۔

تحریمًا مؤبدًا الی یوم القیٰمۃ واستمر التحریم (روح المعانی ص۶/۵)	کہ متعہ کی حرمت قیامت تک ابدی اور مستمر ہے ۔

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں ۔

وفیہ التصریح بتحریم نکاح المُتعۃ الی یوم القیٰمۃ وانہ یتعین تأویل قولہ فی الحدیث السابق انہم کانوا یتمتعون الی عہد ابی بکرؓ وعمرؓ انہ لم یبلغہم الناسخ کما سبق (شرح مسلم ص۴۵۱ ج۱)	اس میں تصریح ہے کہ نکاحِ متعہ قیامت تک حرام ہے اور پہلی حدیث کی کہ لوگ عہدِ ابوبکرؓ اور خلافت عمرؓ تک مُتعہ کیا کرتے تھے تأویل کرنا متعین ہے کہ اُن لوگوں کو ناسخ کی خبر نہیں پہنچی تھی ۔

اس سے بالکل عیاں ہوگیا کہ متعہ تا قیامت حرام ہے اور جن حضرات سے عہد حضرت ابوبکرؓ اور خلافت حضرت عمرؓ تک متعہ کی حلت منقول ہے جن میں حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ بھی ہیں انہیں نسخ کا علم نہ تھا ۔

علامہ امیر یمانی محمدؒ بن اسماعیلؒ (المتوفی ۱۱۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ

واستمر النہی ونسخت	نہی دائمی ہوگی اور اجازت منسوخ ہوگی

الرخصة والى نسخها ذهب	اور جمہور سلف و خلف متعہ کی منسوخیت
الجماهير من السلف والخلف	ہی کے قائل ہیں۔

(سبل السلام ص ۱۳۹/۳)

وثالثاً اس لیے کہ جناب خمینی صاحب کو صحیح مسلم تو نظر آگئی ہے جس میں ان کے مطلب کی ایک منسوخ موجود ہے لیکن صحیح بخاری نظر نہیں آئی جس میں شیعہ کے نزدیک وصیِ رسول اور خلیفہ اوّل حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ

ان رسول الله صلى الله تعالى	بے تحقیق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ
عليه وسلم نهى عن متعة	وسلّم نے (غزوہ) خیبر والے دن متعۃ النساء
النساء يوم خيبر الحديث	سے منع کر دیا تھا۔

(بخاری ص ۶۰۶/۲)

جناب خمینی صاحب! یہ روایت تو حضرت علیؓ سے مروی ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ متعۃ النساء سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے منع فرمایا ہے کیا آپ کے نزدیک متعہ جیسے لذیذ فعل کی نہی نقل کر کے حضرت علیؓ بھی حضرت عمرؓ کے ساتھ قرآنی حکم کے مخالف نہیں ہو گئے؟ لب کشائی تو کیجیے بات کیا ہے ؎

میرے رونے سے میرا دامن ہی تر ہوتا تو خیر
شرم سے ظالم جبیں تیری بھی تر ہو جائے گی

ورابعاً اس لیے کہ معلوم ہوتا ہے کہ خمینی صاحب اس بڑھاپے میں بھی لذتِ متعہ نہیں بھولے اور مدہوش ہو کر آیت کے پیش کردہ حصہ کے سیاق و سباق کو پی گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محرمات کے بیان کے بعد ارشاد فرماتا ہے یعنی

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ	اور حلال کی گئیں تمہارے لیے وہ عورتیں
اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ	جو ان کے علاوہ ہیں جب کہ تم انہیں اپنے
غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ	اموال سے تلاش کرو اور قید نکاح میں رکھنے
بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ	والے ہو نہ کہ مستی نکالنے والے ہو پس جن عورتوں
فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ	سے تم نے فائدہ اٹھایا تو ان کو ان کے
فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ	مہر دو اور تم پر کوئی حرج نہیں کہ مقرر کیے
الْفَرِيْضَةِ (پ۵۔ النساء، رکوع ۴)	ہوئے مہر کے بعد اور مہر انہیں دو

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون میں جن عورتوں سے نکاح حلال ہے ان کا ذکر کیا ہے کہ مہر دے کر ایسی عورتوں سے نکاح کرو لیکن ساتھ ہی دو قیدیں بھی لگائی ہیں۔ پہلی مُحْصِنِيْنَ کی کہ نکاح کے بعد ان عورتوں کو قید نکاح میں رکھو جب کہ متعہ میں یہ قید نہیں پائی جاتی دوسری قید غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ کی ہے کہ مستی نکالنا اور شہوت رانی ہی مقصود نہ ہو اور متعہ نام ہی شہوت رانی کا ہے آگے رب تعالیٰ حرف فَ سے جو ماقبل پر تفریع اور ترتب کے لیے ہوتا ہے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فرمایا ہے یعنی قید نکاح میں رکھنے اور شہوت رانی نہ کرنے کی قید کو محفوظ رکھ کر جب عورتوں سے تم ازدواجی تمتع اور فائدہ حاصل کرو تو ان کے مقرر مہر ان کو ادا کرو یہ مضمون تو متعۃ النساء کی جڑ نکالتا ہے نہ کہ اجازت دیتا ہے مگر جناب خمینی صاحب نے شوق متعہ میں مُحْصِنِيْنَ اور غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ کی قیود اور فَمَا میں حرف فار کو شربت صندل سمجھ کر ہضم کر لیا ہے

اور آگے اس مضمون کو بھی پی گئے ہیں کہ بیوی اور خاوند دونوں آپس میں رضا سے مقرر مہر کے بعد اور بھی بڑھا سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے جب کہ ازدواجی تعلق برقرار ہو اور متعہ میں صرف مستی نکالنی ہوتی ہے اس کے بعد بھلا ازدواجی تعلق کہاں رہتا ہے مشہور ہے کہ جیسے ساون کے اندھے کو ہرا ہی ہرا نظر آیا کرتا ہے اسی طرح جناب خمینی صاحب کو فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ سے بجائے لغوی تمتع کے اپنا معہود متعہ ہی نظر آیا ہے۔ اور سیاق وسباق کی کوئی قید ان کو دکھائی نہیں دی اور یوں قرآن کریم کی تحریف کر کے اپنا مطلب کشید کیا ہے۔

وضاحت۵ اس لیے کہ جناب خمینی صاحب کو مجوزین متعہ کے چند گنے چنے نام تو نظر آگئے ہیں لیکن ان کے قول کی حقیقت سمجھ نہیں آئی۔ قاضی محمدؒ بن علی الشوکانی (المتوفی ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں کہ۔

واما قراءة ابن عباسؓ وابن مسعودؓ وابیؓ بن کعب وسعیدؒ بن جبیرؒ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ الی اجل مسمّٰی فلیست بقرآن عند مشترطی التواتر ولا سنة لاجل روایتها قرآنا فیکون من قبیل تفسیر الآیة ولیس ذلک بحجة (نیل الاوطار ص۱۴۸ ج۶)	حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابیؓ بن کعب اور حضرت سعیدؒ بن جبیرؒ سے فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ کے بعد اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّى کی جو قرأت منقول ہے وہ قرآن نہیں ہے کیونکہ قرآن ہونے کے لیے تواتر کی شرط ہے (اور یہ قرأت متواتر نہیں ہے) اور یہ حدیث بھی نہیں کیونکہ یہ قرأت اس کا قرآن ہونا بیان کرتی ہے تو یہ آیت کی تفسیر کے قبیل

سے ہے اور تغییر (نص اور حدیث
کے مقابلہ میں) حجت نہیں

اس سے معلوم ہوا کہ یہ حضرات الیٰ اجل مسمّٰی کی ایک قرأۃ کا تذکرہ فرماتے ہیں اور یہ قرأت تواتر سے ثابت نہیں اس لیے اسے قرآن نہیں کہا جا سکتا کیونکہ قرآن کریم تواتر سے منقول ہے اور یہ قرأت حدیث بھی نہیں اس لیے کہ یہ قرأۃ اس کا قرآن ہونا بتاتی ہے اس کا درجہ زیادہ سے زیادہ تفسیر کا ہے قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابلے میں کسی کا قول معتبر نہیں پھر اس قرأت سے حلّتِ متعہ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت اُبیؓ بن کعب جیسے صحابہ کرامؓ کا مذہب سمجھنا نرا تعصب اور خالص نادانی ہے۔

امام ابوبکر احمدؒ بن علی الرازی الجصاصؒ (المتوفی ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ

ولا نعلم احداً من الصحابةؓ	ہمیں حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک
روی عنه تجريد القول فی	کے بارے بھی یہ معلوم نہیں کہ انہوں نے
اباحة المتعة غير ابن عباسؓ	محض اباحت متعہ کا قول کیا ہو ہاں
وقد رجع عنه حين استقر	البتہ حضرت ابن عباسؓ نے مگر بعد کو ان
عنده تحريمها بتواتر الاخبار	سے بھی رجوع ثابت ہے جب ان
من جهة الصحابةؓ	کو حضرات صحابہ کرامؓ سے تحریم متعہ
(احکام القرآن ص ۱۵۲/۲)	کی متواتر خبریں پہنچیں۔

اس سے واضح ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ میں خالص متعہ کی اباحت

کا قائل بجز حضرت ابن عباسؓ کے اور کوئی نہ تھا اور آخر میں اُن سے بھی رجوع ثابت ہے اور ترمذی کے حوالہ سے ان کا رجوع پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اب جو کتب تفسیر میں اقوال مذکور ہیں کہ متعہ وہ نکاح ہے جو الیٰ اجل مسمّٰی ہو تو وہ متعہ کی منسوخیت سے پہلے کے اقوال ہیں کہ جب متعہ جائز تھا تو الیٰ اجل مسمّٰی ہوا کرتا تھا نہ کہ اب بھی ایسا ہو سکتا ہے حاشا و کلّا اس لحاظ سے یہ قرأت بھی حلّت متعۃ النسآء کے اثبات سے سراسر قاصر ہے۔

وساوسؔ اس لیے کہ خمینی صاحب کو تفسیر ابن جریر طبریؒ میں متعہ کے اباحت کے اقوال تو دستیاب ہو گئے ہیں (جو متعہ کی منسوخیت سے پہلے کے ہیں) مگر امام ابن جریر طبریؒ (المتوفی ۳۱۰ھ) کی یہ راجح تفسیر نظر نہیں آئی۔

واولی التاویلین فی ذٰلك	کہ دو تفسیروں میں سے اولیٰ اور درست
بالصواب تأویل من تأوّله	تفسیر صرف یہی ہے کہ جن عورتوں سے
فما نکحتموہ منھن فجامعتموہ	تم نکاح کرو اور پھر ان سے ہمبستری کرو
فاٰتوھن اُجورھن لقیام الحجۃ	تو اُن کو اُن کے مہر ادا کرو (متعہ اس سے
بتحریم اللّٰہ تعالیٰ متعۃ	ہرگز مراد نہیں) کیونکہ نکاح صحیح اور ملک
النسآء علی غیر وجه النکاح	یمین کے سوا متعۃ النسآء کی حرمت آنحضرت
الصحیح اوالملك علی لسان	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے
رسوله صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه	متعدد طرق اور اسانید سے ثابت ہے
وسلم (تفسیر ابن جریر طبریؒ ج۵ ص۱۳)	اور اس پر حجت قائم ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن جریر طبریؒ نے گو اباحت متعہ کے کچھ اقوال

نقل کیے ہیں لیکن ان سے وہ مطمئن نہیں اور اپنا فیصلہ وہ یہ دیتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کی صحیح تفسیر یہی ہے کہ نکاحِ صحیح کے ذریعہ جو لغوی تمتع اور فائدہ تم عورتوں سے حاصل کرو تو ان کو مہر دو اس آیت سے متعہ اس لیے مراد نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکاحِ صحیح اور ملک یمین کے بغیر عورتوں سے تمتع کو حرام قرار دیا ہے تو جو چیز حرام ہے وہ اس آیت کی تفسیر کیسے ہو سکتی ہے؟ غرضیکہ متعہ حرام ہے اور اہلِ حق میں سے کوئی اس کے جواز کا قائل نہیں ہاں شیعہ کے نزدیک کارِ ثواب ہے اور نوجوانوں کو اپنے ساتھ ملانے کا یہ ایک بڑا سبب اور اکسیر ہے کیونکہ انکو منظور ہے کہ سیم تنوں کا وصال ہو مذہب وہ چاہیئے کہ زنا بھی حلال ہو

حضرت عمرؓ پر مخالفِ قرآن ہونے کا دوسرا الزام

جناب خمینی صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ کا صریح حکم موجود ہے اور اخبار متواترہ سے تمتع حج ثابت ہے سُنّی اور شیعہ دونوں فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں تمتع ہوتا رہا تا آنکہ حضرت عمرؓ نے اس سے منع کیا اور انکے منع کرنے کے باوجود بھی سنیوں کا جوازِ تمتع پر اجماع ہے (محصلہ)

پھر آگے جناب خمینی صاحب لکھتے ہیں

وحکم عمرؓ مخالف قرآن است (کشف الاسرار ص۱۱۸) اور حضرت عمرؓ کا یہ حکم قرآن کے مخالف ہے۔

الجواب: پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب خمینی صاحب اور انؐ کی جماعت کے

نزدیک یہ قرآن کریم ہی اصلی نہیں تو اس کی موافقت اور مخالفت کا کیا معنی؟ نیز جب حضرت عمرؓ ان کے نزدیک معاذ اللہ تعالیٰ پہلے ہی کافر و مرتد ہیں جیسا کہ خمینی صاحب کے معتمد علیہ مجتہد ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں تو اس حکم کی مخالفت کو آڑ بنانے کا کیا مقصد وہ تو اس کے بغیر بھی ان کے نزدیک کافر ہیں۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

ہیچ عاقل را مجال آن نیست کہ شک کند در کفر عمرؓ پس لعنت خدا و رسول بر ایشاں باد و بر ہر کہ ایشاں را مسلمان داند و ہر کہ در لعن ایشاں توقف نماید

(جلاء العیون ص۴۵ طبع ایران)

کسی عقلمند کو اس کی مجال نہیں کہ وہ عمرؓ کے کفر میں شک کرے سو خدا اور رسول کی اس پر لعنت ہو اور ہر اس شخص پر بھی لعنت ہو جو اسے مسلمان سمجھے اور ہر ایسے شخص پر بھی لعنت ہو جو اس پر لعنت کرنے میں توقف کرے (معاذ اللہ تعالیٰ)

جب حضرت عمرؓ کے خلاف بغض و عناد کا یہ حال ہے کہ وہ معاذ اللہ تعالیٰ پہلے ہی کافر ہیں تو پھر حج کا شاخسانہ کھڑا کر کے ان کی تکفیر اور ان پر مخالفت قرآن کا الزام لگانا بالکل بے سود ہے اور دیانت کے ساتھ حضرت عمرؓ کی بات کو سمجھنے کی بھی جناب خمینی صاحب اور اُن کی جماعت کو ضرورت نہیں ہے اور پھر صداقت و دیانت اس فرقہ میں ہے ہی کہاں؟ لہٰذا قارئین کرام خود بات سمجھنے کی کوشش کریں اگرچہ بعض شراح حدیث نے حضرت عمرؓ کے نہی عن التمتع کو نہی تنزیہہ پر حمل کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو نووی شرح مسلم ص۴۰۲ ج۱ وغیرہ)

مگر اس میں راجح اور صحیح بات صرف وہی ہے جو خود حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمائی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

ان نأخذ بکتاب اللہ فانہ	اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب کو لیں تو وہ
یأمرنا بالتمام قال اللہ تعالیٰ	ہمیں مکمل کرنے کا حکم دیتی ہے اللہ تعالیٰ
واتموا الحج والعمرۃ للہ	فرماتا ہے کہ تم حج اور عمرہ اللہ کے لیے
وان نأخذ بسنۃ النبی	مکمل کرو اور اگر ہم آنحضرت صلی اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو لیں تو آپؐ
فانہ لم یحل حتیٰ نحر الھدی	قربانی کرنے سے پہلے احرام سے نہیں
(بخاری ص ۲۱۱/۱ واللفظ لہ ومسلم ص ۴۰۱/۱)	نکلے

حضرت امام یحییٰ بن شرف النووی اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ

قال القاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ	قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ
ظاہر کلام عمرؓ ھذا انکار	کے اس قول کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ وہ
فسخ الحج الی العمرۃ	فسخ الحج الی العمرہ کا انکار کرتے ہیں۔
الی قولہ ویؤید ھذا قولہ	پھر آگے فرمایا کہ اس کے بعد (مسلم ص ۴۰۱/۱ میں)
بعد ھذا (فی روایۃ مسلم ص ۴۰۱/۱)	حضرت عمرؓ کا اپنا یہ قول اس کی تائید کرتا
قد علمت ان النبی صلی اللہ	ہے کہ میں بخوبی جانتا ہوں کہ آنحضرت
تعالیٰ علیہ وسلم قد فعلہ	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ
واصحابہ لکن کرھت ان	نے تمتع کیا ہے لیکن میں اس کو پسند
یظلوا معرسین بھن	نہیں کرتا کہ لوگ عمرہ کا احرام کھول کر

فی الحراک (شرح مسلم ص۴۰۵ ج ۱) جھاڑیوں میں عورتوں سے ہمبستری کرتے رہیں

اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ حضرت عمرؓ فسخ الحج الی العمرۃ کی مخالفت کرتے تھے نہ کہ تمتع کی محقق قول کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں قارن تھے (بخاری ص۲۳۲ ج ۱) کی روایت میں ہے۔ اَھَلَّ بعمرۃ وحجۃ کہ آپؐ نے عمرہ اور حج کا ایک ساتھ احرام باندھا تھا اور آپؐ کا تلبیہ لبیک عمرۃ وحجاً کے الفاظ سے تھا مسلم ص۴۰۵ ج ۱ اور نسائی ص۳ ج ۲ کی روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا قد سقت الھدی وقرنت کہ میں اپنے ساتھ قربانی کے جانور لایا ہوں اور میں قران کا احرام باندھ کر آیا ہوں بعض احادیث میں آپؐ کے اس فعل اور کاروائی پر جو تمتع کا اطلاق ہوا ہے تو وہ صرف لغوی اعتبار سے ہے نہ کہ شرعی تمتع اور لغوی تمتع قران کو بھی شامل ہے ۔ حضرات صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے صرف عمرہ کا اور بعض نے حج اور عمرہ دونوں کا اور بعض نے صرف حج کا احرام باندھا تھا (بخاری ص۲۱۲ ج ۱) میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں فمنا من اَھَلَّ بعمرۃ ومنا من اَھَلَّ بحج وعمرۃ ومنا من اھل بالحج الحدیث)

پہلے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا مکہ مکرمہ پہنچ کر علم ہوا کہ اہل جاہلیت حج کے مہینوں میں عمرہ کرنے کو افجر الفجور فی الارض (بخاری ص۲۱۲ ج ۱) سمجھتے ہیں یعنی زمین پر سب برائیوں سے بڑی برائی آپؐ نے ان لوگوں کے اس باطل نظریہ کو رد کرنے کے لیے ان حضرات کو جو حج کے احرام میں تھے اور قربانی ساتھ نہیں لائے تھے فسخ الحج الی العمرۃ کا حکم دیا جو ابتداء میں ان کی سمجھ میں آیا

مگر بالآخر سمجھ گئے اور آپؐ کے حکم کی تعمیل کر کے بجائے حج کے عمرہ ادا کیا پھر حج کا احرام باندھ کر حج کیا اور چونکہ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قربانی کے جانور ساتھ لائے تھے اس لیے سوق ہدی کے بعد آپؐ احرام نہیں کھول سکتے تھے اور اس موقع پہ آپؐ نے فرمایا کہ۔

لو استقبلت من امری ما استدبرت ما اهديت ولولا ان معی الهدی لاحللت (بخاری ج۱ ص۲۲۴ واللفظ لہ ومسلم ج۱ ص۳۹۶) وفيه لو اسق الهدی وجعلتها عمرة	اگر میں یہ معاملہ پہلے جانتا جو بعد کو اب مجھے معلوم ہوا ہے تو میں قربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے پاس قربانی نہ ہوتی تو میں احرام سے نکل آتا اور مسلم کی روایت میں ہے کہ اگر میں ہدی ساتھ نہ لاتا تو اس حج کو عمرہ کر دیتا۔

اس صحیح حدیث سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ معقول عذر بھی معلوم ہو گیا جس کی وجہ سے آپؐ احرام سے نہ نکل سکے اور اپنے احرام حج کو بدل کر عمرہ نہ کر سکے اور جن حضرات صحابہ کرامؓ کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے اور وہ حج کا احرام باندھے ہوئے تھے آپؐ نے اُن کو فسخ الحج الی العمرۃ کا حکم دیا لیکن یہ فسخ الحج الی العمرۃ اُسی سال کے لیے تھا اور حضرات صحابہ کرامؓ کے ساتھ مختص تھا بعد میں آنے والوں کے لیے اس کی کوئی اجازت نہیں۔ چنانچہ حضرت بلالؓ بن الحارث کی روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں کہ

قلت یا رسول اللہ فسخ	میں نے کہا یا رسول اللہ! فسخ الحج ہمارے

الحج لنا خاصۃ او لمن بعدنا	ہی لیے خاص ہے یا ہم سے بعد کو
قال بل لکم خاصۃ	آنے والوں کے لیے بھی ہے ؟ آپ
(ابوداؤد ص۲۵۲ ج۱ واللفظ لہ ونسائی ص۸ ج۲	نے فرمایا کہ یہ تمہارے ہی لیے خاص ہے
وابن ماجہ ص۲۲۰)	

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ فسخ الحج الی العمرۃ حضرات صحابہ کرامؓ سے ہی مختص تھا بعد میں آنے والوں کے لیے اس کی اجازت نہیں، حضرت ابوذرؓ (جندب بن جنادہ المتوفی ۳۲ھ) فرماتے ہیں کہ

لا تصلح المتعتان الا لنا خاصۃ	دو متعے یعنی متعۃ النساء اور متعۃ الحج صرف
یعنی متعۃ النساء ومتعۃ الحج	ہمارے ہی لیے خاص تھے اور کسی کیلئے
(مسلم ص۴۰۲ ج۱)	ان کی گنجائش نہیں ہے ۔

شیعہ کے نزدیک حضرت ابوذرؓ اُن تین چار خوش نصیب حضرات صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جو بقول اُن کے اسلام پر قائم رہے اور مُرتد نہیں ہوئے تھے مگر شیعہ کی شومئ قسمت کہ حضرت ابوذرؓ بھی متعۃ النساء اور متعۃ الحج کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کے ہمنوا ہیں ع یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا۔

حضرت امام نوویؒ حضرت ابوذرؓ وغیرہ کی ان احادیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ

قال العلماء معنیٰ ھٰذہ الروایات	علماء فرماتے ہیں کہ ان تمام روایات کا
کلھا ان فسخ الحج الی	مطلب یہ ہے کہ فسخ الحج الی العمرۃ
العمرۃ کان للصحابۃ ۔۔	اسی حجۃ الوداع کے سال تھا اور حضرات صحابہ کرامؓ

في تلك السنة وهي حجة الوداع ولا يجوز بعد ذالك وليس مراد ابي ذرؓ ابطال التمتع مطلقا بل مراده فسخ الحج الى العمرة كما ذكرنا.

کے ساتھ خاص تھا اور بعد کو یہ جائز نہیں ہے حضرت ابوذرؓ کی مراد مطلقاً تمتع کا ابطال نہیں بلکہ فسخ الحج الی العمرۃ ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

(شرح مسلم صفحہ ٤٠٢ ج ١)

اس بحث اور تحقیق سے یہ امر بالکل روشن ہو گیا کہ حضرت عمرؓ نے تمتع کا انکار نہیں کیا اور نہ انہوں نے قرآن و سنت کی مخالفت کی ہے۔ جس چیز سے انہوں نے لوگوں کو منع کیا ہے وہ فسخ الحج الی العمرۃ ہے اور وہ واقعی حجۃ الوداع کے سال کے بعد ممنوع ہے خمینی صاحب کا یہ الزام بھی سراسر باطل ہے

حضرت عمرؓ پر مخالفِ قرآن ہونے کا تیسرا الزام

جناب خمینی صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں آیا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ الى قوله تعالى فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ اس آیت سے اور صحیح مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے واضح ہے وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال تک بیک وقت دی گئی تین طلاقیں ایک ہی شمار کی جاتی تھی (محصلہ) مگر حضرت عمرؓ نے

انت طالق ثلاثا را سه طلاق قرار داد و ایں مخالفت قرآن است

انت طالق ثلاثا کے الفاظ سے دی گئی تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا اور ان کا یہ

(کشف الاسرار صفحہ ۱۱۸) حکم قرآن کے مخالف ہے۔

الجواب: جناب خمینی صاحب نے یہاں بھی اپنے فرقہ کے دیگر غالی افراد کی طرح حضرت عمرؓ کے خلاف اپنے مافی الضمیر دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے طلقات ثلاثہ کے مسئلہ کو آڑ بنایا ہے۔ حقیقت اس الزام سے کوسوں دور ہے اور ان کا یہ الزام بھی بالکل باطل ہے اوّلاً اس لیے کہ قرآن کریم میں اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کے بعد فَاِنْ طَلَّقَهَا الآیۃ آیا ہے جس میں حرف فاء ہے جو تعقیب بلا مہلت کے لیے آتا ہے جس کا ظاہر اور صاف مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے دو رجعی طلاقوں کے فوراً بعد تیسری طلاق بھی دیدی تو وہ تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اور وہ عورت سابق خاوند کے لیے حرام ہے تاوقتیکہ شرعی قاعدہ کے مطابق کسی اور مرد سے نکاح کر کے طلاق حاصل کر کے عدت نہ گذارے۔ غرضیکہ قرآن کریم کا یہ ظاہری مفہوم تو تین طلاقوں کے وقوع پر دال ہے نہ کہ مخالفت پر جیسا کہ تعصب اور جہالت کی وجہ سے خمینی صاحب نے سمجھ رکھا ہے لہٰذا حضرت عمرؓ پر مخالف قرآن ہونے کا الزام اور اعتراض سراسر مردود ہے۔

امام اہلسنت محمد بن ادریس الشافعیؒ (المتوفی ۲۰۴ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

فالقرآن واللہ تعالیٰ اعلم	اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے قرآن کریم
یدل علی ان من طلق زوجۃ	کا یہ مفہوم اس پر دلالت کرتا ہے کہ
لہ دخل بھا اولم یدخل	جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں

بها ثلاثاً لم تحل له حتّٰی تنکح زوجاً غیرہ
(کتاب الام ج۵ ص۱۶۵ و سنن الکبریٰ ج۷ ص۳۳۳)

جیسے دیں عام اس سے کہ اس نے اس سے ہمبستری کی ہو یا نہ کی ہو وہ عورت اس شخص کے لیے حلال نہیں تاوقتیکہ وہ عورت کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے

ظاہر امر ہے کہ جس طرح قرآن کریم کو حضرت امام شافعیؒ سمجھتے ہیں وہ فہم شیعہ کے کسی مجتہد کو نصیب نہیں چہ جائیکہ خمینی صاحب کو جو ملا باقر کی بیٹری ٹانگوں پہ چلتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ اس عورت کے بارے بھی جس سے ہمبستری نہ ہوئی ہو (او لم یدخل بها) تصریح کرتے ہیں کہ اس کے حق میں بھی تین طلاقیں تین ہی ہوں گی اگر یہ تین طلاقیں بیکدم ایک مجلس میں ہوں متفرق ہوں تو بھلا تین طہر تک وہ غیر مدخولہ کیسے رہے گی؟ اور جب پہلی ہی طلاق سے وہ بائن ہو گئی تو دوسری اور تیسری طلاق کا وہ محل کیسے رہے گی؟ ظاہر قرآن اسی کو چاہتا ہے کہ تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی لہٰذا حضرت عمرؓ پر مخالفِ قرآن ہونے کا الزام مردود ہے اس آیت کی یہی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ (المتوفی ۶۸ھ) سے مروی ہے۔

یقول ان طلقها ثلاثاً فلا تحل له حتّٰی تنکح زوجاً غیرہ
(سنن الکبریٰ ج۷ ص۳۷۶)

کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں تو وہ پہلے خاوند کے لیے حلال نہیں جب تک کہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرے

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ کا بھی وہی فتویٰ ہے جو حضرت عمرؓ کا ہے یعنی بقول خمینی صاحب دونوں مخالف قرآن ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ)

وثانیاً حضرت عمرؓ کو مسلم (ص ۴۷۷/ ج ۱) کی روایت کا مخالف قرار دینا بھی جہالت کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ روایت مجمل ہے ابوداؤد (ص ۲۹۹/ ج ۱) میں اسی روایت میں اذا طلق الرجل ثلاثاً قبل ان یدخل بہا جعلوھا واحدۃ کی تفصیل موجود ہے یعنی جب کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو تین طلاقیں دے تو وہ اس کو ایک ہی سمجھتے تھے (اور امام نسائیؒ نے (ص ۸۳/ ج ۲) میں اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے باب طلاق الثلاث المتفرقۃ قبل الدخول بالزوجۃ یعنی یہ باب اس کے بیان میں ہے کہ اپنی بیوی کو ہمبستری سے قبل تین متفرق طلاقیں دی جائیں۔ اور متفرق کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی غیر مدخول بہا بیوی کو یعنی جس سے ہمبستری نہیں کی یوں کہے انت طالق پھر کہے انت طالق پھر کہے انت طالق تو وہ پہلی طلاق ہی سے جدا ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری کا وہ محل نہیں رہے گی (دیکھئے کتاب الام ص ۱۶۶/ ج ۵ وسنن الکبریٰ ص ۳۵۵/ ج ۷) مسلم کی روایت کو مدخول بہا بیوی پر چسپاں کرنا اور تین طلاقوں کو ایک قرار دینا جیسا کہ جناب خمینی صاحب اور اس مسئلہ میں ان کے عینی بھائی غیر مقلد کرتے ہیں فن حدیث سے بے خبری پر مبنی ہے۔

وثالثاً اگر تین طلاقوں کو تین قرار دینے سے قرآن کریم کی مخالفت لازم آتی ہے تو اس گناہ میں حضرت علیؓ یعنی شیعہ کے وصی خلیفہ اور امام اوّل بھی شامل ہیں امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے تین طلاقوں کا تین ہونا ہی نقل کیا ہے کہ۔

جاء رجل الی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شخص حضرت علیؓ کے پاس آیا اور

وقال طلقت امرأتی الفا قال ثلاث تحرمها علیك واقسم سائرها بین نسائك
(سنن الکبریٰ ص۳۳۵ جلد ۷ وراجع ص۳۵۵ جلد ۷)

اُس نے کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تین طلاقوں نے تو وہ بیوی تجھ پر حرام کر دی ہے باقی طلاقیں دوسری بیویوں پر تقسیم کر دو۔

معلوم ہوا کہ بقول خمینی صاحب قرآن کریم کی جو مخالفت حضرت عمرؓ نے کی ہے بعینہٖ وہی مخالفت حضرت علیؓ نے بھی کی ہے یعنی ؎

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

چونکہ ہم نے تین طلاقوں کے وقوع کے بارے مستقل کتاب لکھی ہے عمدۃ الاثاث فی حکم طلقات الثلاث اور طرفین کے دلائل اس میں باحوالہ درج کیے ہیں اس لیے مزید تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھتے جس کو اس مسئلہ میں مزید معلومات حاصل کرنے کا شوق ہو تو اس کی طرف ضرور مراجعت کرے۔

حضرت عمرؓ پر مخالفِ قرآن ہونے کا چوتھا الزام اور خمینی صاحب کے تھیلے کا آخری تیر

خمینی صاحب لکھتے ہیں کہ

در آں موقع کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ در حال احتضار و مرض موت بود جمع کثیری در محضر مبارکش حاضر

اُس موقع پر جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وفات اور مرض الموت کی حالت میں تھے اور آپؐ کی مبارک

پیغمبر فرمود بیائید برای شما یک
چیزی بنویسم کہ ہرگز بضلالت
نیفتید عمر بن الخطاب گفت ہجر
رسول اللہ و ایں روایت را مؤرخین
و اصحاب حدیث از قبیل بخاری
و مسلم و احمد با اختلافی در لفظ نقل کردند
و جملۂ کلام آن کہ ایں کلام یاوہ از
ابن خطاب یاوہ سرا صادر شدہ است
و تا قیامت برائے مسلم غیور کفایت
میکند الی قدلہ و ایں کلام یاوہ کہ از
اصل کفر و زندقہ ظاہر شدہ مخالف
است با آیاتی از قرآن کریم۔
سورہ نجم آیت ۳ وَمَا يَنطِقُ
عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ
يُوحَىٰ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ یعنی نطق
نمیکند از روی ہوای نفسانی کلام
او نیست مگر وحی خدائی کہ جبرائیل
باو تعلیم میکند و مخالف است
با آیۂ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس میں ہماری جماعت موجود تھی آپ
نے فرمایا کہ لاؤ میں تمہیں ایک چیز لکھ
دوں تاکہ پھر تم کبھی بھی گمراہی میں مبتلا نہ
ہو عمرؓ بن الخطاب نے کہا ہجر رسول اللہ
اور اس روایت کو مؤرخین محدثین جیسے
امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام احمدؒ وغیرہ
مختلف الفاظ سے نقل کرتے ہیں اور اس
کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بیہودہ کلام ابن
خطاب بیہودہ گو سے صادر ہوا ہے
اور تا قیامت غیور مسلمان کی غیرت کے
لیے یہ کفایت کرتا ہے (اور پھر آگے
لکھا) اور یہ بیہودہ کلام کفر اور زندقہ
کی اصل سے ظاہر ہوا ہے اور یہ قرآن
کریم کی کئی آیات کے مخالف ہے
مثلاً وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ
هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ الآیۃ کہ پیغمبر
خواہش نفسانی سے کلام نہیں کرتا بلکہ
جبرائیل کی تعلیم سے کرتا ہے اور اسی
طرح وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

وبا آیۃ وما اتاکم الرسول الرسول وما اتاکم الرسول فخذوہ وآیۃ وما صاحبکم الآیۃ وما صاحبکم بمجنون بمجنون۔ وغیر ان از آیات دیگر وغیرھا۔ آیات کے مخالف ہے۔
(کشف الاسرار ص۱۱۹)

الجواب:۔ اس بالکل نارو الزام میں خمینی صاحب نے اپنے پیشرو غالی رافضیوں کی طرح حضرت عمرؓ کے خلاف ان کو کافر و زندیق کہہ کر دل کا جو اُبال نکالا ہے۔ وہ تاریخی طور پر کوئی نئی چیز نہیں ہے اور کبوتر کی طرح جیسے اس طائفہ نے صحیح حقائق سے آنکھیں بند کی ہیں وہ صرف اسی گروہ کا حصہ ہو سکتا ہے اپنے دیگر ہم مسلک رافضیوں کی طرح اس واقعہ سے جو مطلب خمینی صاحب نے کشید کیا ہے وہ باطل ہے اوّلاً تو اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاغذ اور قلم دوات کا جو مطالبہ کیا تھا وہ وحی نہ تھی بلکہ اپنا ذاتی اجتہاد اور رائے تھی کیونکہ یہ مطالبہ جمعرات کے دن کیا تھا یوم الخمیس کے الفاظ بخاری ص۴۲۹-۴۴۹ ج۱ و ص۶۳۸ ج۲ و مسلم ص۴۲ ج۲ و مسند احمد ص۲۲۲ ج۱ وغیرہ میں موجود ہیں اور آپ کی وفات اس کے پانچ دن بعد سوموار کے دن ہوئی (بخاری ص۱۸۶ ج۱ وغیرہ) صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپؐ نے دیگر امور کی تاکید اور وصیت تو اس کے بعد فرمائی ہے مثلاً نماز اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک وغیرہ کی (عن علیؓ قال کان آخر کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصلوٰۃ الصلوٰۃ واتقوا اللہ فیما ملکت ایمانکم ابو داؤد ص۳۴۵ ج۲ و مسند احمد ص۷۸ ج۱) مگر کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ آپؐ نے پھر کاغذ و قلم دوات کا

مطالبہ کیا ہو اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا تو محال ہے کہ آپ دوسری باتیں تو بیان فرمائے مگر اس کا پھر ذکر نہ کرتے اس صورت میں تو معاذ اللہ تعالیٰ براہ راست نبی کی ذات پر الزام عائد ہوتا ہے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کا حکم اور وحی جبرائیلؑ پہنچانے میں کوتاہی کی حالانکہ آپ یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کے مامور تھے کون مسلمان اس کا تصور کر سکتا ہے کہ امام الانبیاء اور خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وحی کے پہنچانے میں کوتاہی کی ہے یہی کہا جائیگا کہ آپ کے دل میں ایک خیال مبارک آیا مگر تسلی بخش جواب سن کر مطمئن ہو گئے اور پھر اس کا ذکر تک نہیں کیا اگر یہ حکم خداوندی ہوتا تو ناممکن تھا کہ آپ اس کو بیان نہ کرتے دثانیاً اس لیے کہ خمینی صاحب نے محدثین کرام میں امام بخاریؒ امام مسلمؒ اور امام احمدؒ کا نام لیا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم انہی حضرات کی کتابوں کے حوالے عرض کریں تاکہ حقیقت بالکل بے نقاب ہو جائے ۔ بخاری میں یہ حدیث حضرت ابن عباسؓ سے چھ مقامات پر مذکور ہے ۔

ما و ما و ما میں الفاظ یہ ہیں

عن ابن عباسؓ قال لما اشتد	حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے
بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ	کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
وسلم وجعهٗ قال ائتونی	سلم پر مرض کی شدت ہوئی تو آپؐ نے
بکتاب اکتب لکم کتابا لا	فرمایا لاؤ مجھے کاغذ دو تاکہ میں تمہیں ایک
تضلوا بعدهٗ قال عمرؓ ان	نوشتہ لکھ دوں تاکہ تم میرے بعد

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غلبہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا الحدیث (بخاری ص ۲۲/۱ و ص ۸۴۶/۲ و ص ۱۰۹۵/۲)

گمراہ نہ ہو جاؤ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تکلیف کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے جو ہمیں کافی ہے الخ

اور قریباً یہی الفاظ مسلم ص ۴۳/۲ میں مذکور ہیں۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدردی اور خیر خواہی کے طور پر غلبہ الوجع الخ فرمایا!

ج ۱ و ص ۵ ج ۶ میں یہ الفاظ ہیں

اشتد برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجعہ یوم الخمیس فقال ائتونی بکتاب اکتب لکم کتاباً لن تضلوا بعدہ ابداً فتنازعوا ولا ینبغی عند نبی تنازع فقالوا اھجر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال دعونی فالذی انا فیہ خیر مما تدعوننی الیہ واوصٰی عند موتہ بثلاث

جمعرات کے دن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر مرض کی شدت ہوئی آپ نے فرمایا لاؤ کاغذ تاکہ میں تمہیں ایک تحریر لکھ (دوں) دوں تاکہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو حاضرین نے (کاغذ نے اور نہ لانے میں) اختلاف کیا اور نبی کے پاس اختلاف مناسب نہیں اور حاضرین نے کہا کیا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جدائی اختیار کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے چھوڑو جس حال میں ہوں وہ بہتر ہے اس چیز سے جس کی طرف تم مجھے دعوت دیتے

اخرجوا المشرکین من جزیرة العرب واجیزو الوفد بنحو ماکنت اجیزھم ونسیت الثالثة الخ (بخاری ص ۴۲۹/ج ۱، ص ۴۴۹/ج ۱، وص ۶۳۸/ج ۲)

ہمرا اور آپؐ نے اپنی وفات کے وقت تین وصیتیں کیں یہ کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو اور جس طرح میں وفد کو تحفہ دیا کرتا تھا تم بھی ویسا ہی دیا اور تیسری میں بھول گیا (یہ راوی کا بیان ہے)

اور بخاری ص ۴۴۹/ج ۱ میں یہ الفاظ ہیں فقالوا ما لہ اھجر استفھموہ اور بخاری ص ۶۳۸/ج ۲ اور مسلم ص ۴۲/ج ۲ اور مسند احمد ص ۲۲۲/ج ۱ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں فقالوا ماشانہ اھجر استفھموہ یعنی حاضرین نے کہا آپ کا کیا حال ہے کیا آپؐ جدائی اختیار کر رہے ہیں آپؐ سے دریافت کرو۔ الغرض بخاری مسلم اور مسند احمد کی کسی روایت میں صراحتہً قال عمرؓ ھجر رسول اللہ کے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ یہ الفاظ کہنے والے اور حضرات ہیں فقالوا جمع کا صیغہ ہے مگر جناب خمینی صاحب اپنے خبثِ باطن کی وجہ سے یہ الفاظ حضرت عمرؓ کے ذمہ لگاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ شعبدہ بازی بھی کرتے ہیں کہ اھجر میں ہمزہ استفہام انکاری کو شیر مادر سمجھ کر پی جاتے ہیں اور پھر مزید کمال یہ کرتے ہیں کہ لفظ ہَجَر کو جس کے معنی جدائی اور فراق کے بھی ہوتے ہیں ہجر و وصال کے الفاظ کس پر مخفی ہیں؟ جس کے معنی یہ ہیں کہ کیا آپؐ جدائی اور فراق اختیار کر رہے ہیں؟ آپؐ سے دریافت کرو (ای یھجر من الدنیا واطلق لفظ الماضی لما رأوا فیہ من علامات الھجرة عن دار الفناء حاشیہ بخاری ص ۴۲۹/ج ۱) علی التعیین ہذیان اور بیہودگی پر محمول کر کے حضرت عمرؓ کو معاذ اللہ تعالیٰ

بیہودہ گو کہہ کر بکواس کرتے ہیں اور کفر و زندقہ کے فتوے سے داغتے ہیں اتنی اور ایسی نکمی بات تو کسی بھنگی اور چرسی ملنگ کو بھی زیب نہیں دیتی جو نائب اللامام خمینی صاحب کر رہے ہیں حضرت امام نوویؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وقال القاضی عیاضؒ وقوله أَهَجَرَ رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم هکذا هو فی صحیح مسلم وغیره أَهَجَرَ علی الاستفهام وهو اصح من روایة من روی هجر ویهجر لان هذا لا یصح منه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لان معنی هَجَرَ هذی وانما جاء هذا من قائله استفهاما للانکار علی من قال لا تکتبوا ای لا تترکوا امر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم وتجعلوه کامر من هجر فی کلامه لانه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اہجر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لفظ ہی مسلم وغیرہ میں وارد ہوئے ہیں اَھَجَرَ میں ہمزہ استفہام ہے اور صحیح بھی یہی ہے بخلاف اس کے جس نے ہجر یہجر نقل کیا ہے کیونکہ ھجر بمعنی ہذیان کے آپؐ سے صحیح ہی نہیں ہو سکتا اور یہ جملہ اَھَجَرَ کہنے والے نے استفہام انکاری کے طور پر کہا ہے اور اس میں ان کا رد ہے جنہوں نے کہا کہ نہ لکھو قائل نے یوں رد کیا کہ تم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کو مت ترک کرو اور اس شخص کے کلام کی مانند آپؐ کا قول نہ سمجھو جو ہذیان کرتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہذیان نہیں کرتے۔

لا یہجر الخ (شرح مسلم ص ۴۳ ج ۲)

ان ٹھوس حوالوں سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ نہ تو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ہَجَرَ کا لفظ بولا ہے اور نہ علی التعیین ہَجَرَ بمعنی الھذیان ہے بلکہ اس کا معنی جدائی۔ فراق اور دارِ دنیا سے دارِ آخرت کی ہجرت بھی ہے اور اصل روایت ہمزہ استفہام کے ساتھ اَہَجَرَ ہے اور اس جملہ کے قائل دوسرے حضرات ہیں نہ کہ حضرت عمرؓ اور ہَجَرَ کا معنی ہذیان بھی ہو تو استفہام انکاری سے ان کی نفی ہے نہ کہ اثبات مگر خمینی جیسے ملحدوں زندیقوں اور دل کے اندھوں کو کچھ کا کچھ نظر آ رہا ہے۔ وثالثاً اس لیے کہ بخاری مسلم اور مسند احمد کی ان روایات میں قطعاً اس کا کوئی ذکر نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاغذ وغیرہ حضرت عمرؓ سے طلب کیا تھا بلکہ ان روایات میں جمع کا صیغہ ایتونی سے سب حاضرین مجلس کو خطاب ہے لیکن اگر کسی روایت سے یہ ثابت ہو جائے کہ کاغذ لانے کا حکم حضرت علیؓ کو تھا تو خمینی صاحب کی منطق کے رو سے معاذ اللہ تعالیٰ حضرت علیؓ ان تمام آیات کی خلاف ورزی کے مرتکب قرار پائیں گے جو انہوں نے حضرت عمرؓ کے مخالفِ قرآن ہونے پر پیش کی ہیں اور پھر حضرت علیؓ پر بھی مخالفت قرآن اور اطاعتِ رسول سے روگردانی کرنے کی وجہ سے کفر و زندقہ کا جاندار فتویٰ لگانا پڑے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ) لیجئے مسند احمد میں حضرت علیؓ سے یہ روایت مروی ہے۔

عن علیؓ بن ابی طالب عن ... وہ فرماتے ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی

النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال امرنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان آتیہ بطبق یکتب فیہ مالا تضل امتہ من بعدہ؟ قال فخشیت ان تفوتنی نفسہ قال قلت انی احفظ واعی قال اوصی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وماملکت ایمانکم

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کاغذ لانے کا حکم دیا تاکہ اس پر آپ ایک تحریر لکھ (دیں) دیں تاکہ آپؐ کے بعد آپؐ کی امت گمراہ نہ ہو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خدشہ پیش آیا کہ کہیں آپ میری غیر حاضری میں رحلت نہ فرمائیں میں نے کہا بے شک میں یاد رکھوں گا اور محفوظ کروں گا آپؐ نے فرمایا کہ میں نماز۔ زکوٰۃ اور غلاموں سے حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں

(مسند احمد ص ۹۰ ج ۱)

اس سے ثابت ہوا کہ کاغذ لانے کا حکم حضرت علیؓ کو تھا اور وہی اس کے مامور تھے مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس صریح اور بالمشافہ حکم کی تعمیل نہیں کی خمینی صاحب کی منطق کے رُو سے حضرت علیؓ ان تمام آیات قرآنیہ کے مخالف ہوئے جو انہوں نے حضرت عمرؓ کی مخالفت پر نقل اور پیش کی ہیں۔ جو چیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کاغذ پر لکھ کر دینا چاہتے تھے وہ آگے آرہا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تھی، چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ حضرت علیؓ سے غلط عقیدت جوڑنے والے روافض اور شیعہ وغیرہا نماز اور زکوٰۃ وغیرہ میں سخت کوتاہی کریں گے اس لیے بروایت حضرت علیؓ ہی آپؐ کی زبان مبارک سے اوصی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ

الحدیث کی وصیت جاری کرادی تاکہ روافض پر حجت مکمل ہوجائے واقعہ قرطاس حجرت کا تھا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس دن بیماری کی شدت تھی حضرت علیؓ کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپؐ دنیا سے رخصت ہوجائیں اور اس وقت میں غیر حاضر رہوں اس لیے وہ غیر حاضر نہیں ہوئے مگر آپؐ کی وفات اس کے پانچ دن بعد سوموار کو ہوئی اور حضرت علیؓ کا خیال درست نہ نکلا و رابعاً اس لیے کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تحریر لکھوانے کے لیے کاغذ طلب کرنا اپنے اجتہاد۔ ذاتی رائے اور امت کی خیر خواہی کے جذبے سے تھا اگر یہ حکم وحی الٰہی سے ہوتا تو آپؐ اس کو ضرور پہنچاتے کسی کے شور وغل مچانے اور اختلاف و ناراضگی کو ہرگز کبھی بھی خاطر میں نہ لاتے مگر حضرت عمرؓ کے اس معقول جواب سے آپؐ مطمئن ہوگئے کہ حسبنا کتاب اللہ اس لیے پھر اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی مگر اب اس امر پر غور کرنا ہے کہ اگر کوئی چیز تحریر کروا کے دیتے تو وہ کیا تھی؟ خمینی صاحب اور انکی جماعت کا تو یہ باطل نظریہ ہے کہ اگر تحریر ہوتی تو حضرت علیؓ کو خلیفہ۔ وصی اور امیر نامزد کرتے مگر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ وغیرہ نے اس میں رکاوٹ ڈالی اور یہ منصوبہ ناکام بنا دیا لیکن رافضیوں کا یہ نظریہ سراسر باطل اور مردود ہے قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ میں اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے یہ صرف شیعہ و روافض کا خالص اختراع اور افترا ہے۔ ایک تو اس لیے کہ خود حضرت علیؓ سے روایت ہے۔

قیل لعلیؓ الا تستخلف قال — حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ کیا آپ اپنے

ما استخلف رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم فاستخلف علیکم وان یرد اللّٰہ تبارك وتعالیٰ بالناس خیرًا فیجمعهم علیٰ خیرهم کما جمعهم بعد نبیهم علیٰ خیرهم (رواہ البزار ورجاله رجال الصحیح غیر اسمٰعیل بن ابی الحارث وهو ثقة مجمع الزوائد ص۴۷ ج۹ ومستدرک ص۷۹ ج۳ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

بعد خلیفہ نامزد نہیں کرتے، تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کو علی التعیین خلیفہ نامزد نہیں کیا، اگر میں بھی نامزد کر دوں اگر اللّٰہ تعالیٰ کو لوگوں کے ساتھ خیر منظور ہوئی تو ان کو کسی بہتر شخص پر جمع کر دے گا جیسا کہ اللّٰہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اُن میں سے بہتر پر سب کو جمع کر دیا تھا۔

اس صحیح حدیث سے چند واضح فوائد حاصل ہوئے (۱) آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو علی التعیین خلیفہ نامزد نہیں کیا (۲) آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اللّٰہ تعالیٰ کے علم اور ارادہ میں جو لوگوں کے حق میں بہتر تھا وہ حضرت ابوبکرؓ تھے اور لوگوں کی بھلائی کے لیے اللّٰہ تعالیٰ نے انہیں کو خلیفہ بنایا (۳) آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر حضرت ابوبکرؓ تھے (۴) حضرت علیؓ کے بعد تقریباً چھ ماہ حضرت حسنؓ خلیفہ رہے مگر صرف حجاز وغیرہ کے اور وہ لوگوں کے لیے بہتر تھے۔ (۵) پھر انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے خلافت اُن کے

سپرد کردی اور بقول حضرت علیؓ وہ بھی امت کے حق میں بہتر تھے حضرت حسنؓ کی حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت ثابت ہے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگرچہ علی التعیین نام لے کر کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا تھا کہ فلاں میرے بعد تم پر خلیفہ ہوگا مگر اشارۃً و کنایۃً سے آپ نے حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ اور پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت واضح فرادی۔

(۱) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک خواب بیان کیا کہ ایک کنواں تھا اس پر ڈول تھا آپؐ نے کنوئیں سے پانی نکالا آپؐ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے پانی نکالا پھر حضرت عمرؓ نے نکالا (محصلہ بخاری ص ۵۱۷ ج ۱، مسلم ص ۲۷۵ ج ۲ و مشکوٰۃ ص ۵۵۷)

(۲) حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو المصطلق نے مجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ آپؐ سے دریافت کرو کہ آپ کے بعد ہم زکوٰۃ و صدقات کس کو دیں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کو دینا پھر انہوں نے دوبارہ بھیجا کہ ان کے بعد ہم کس کو دیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ عمرؓ کو دینا انہوں نے سہ بارہ بھیجا کہ عمرؓ کے بعد ہم کس کو دیں تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ کو دینا (محصلہ، مستدرک ص ۷۷ ج ۳ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح)

چونکہ شرعاً اموال ظاہرہ یعنی زمینوں، باغات اور مال مویشی کی زکوٰۃ و عشر خلیفۂ وقت ہی وصول کرتا ہے اصالۃً یا نیابۃً اس لیے اس صحیح روایت سے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی خلافت ثابت ہوگئی۔

(۳) حضرت سفینہؓ (قیس اصلی نام تھا، مستدرک ص ۶۰۶ ج ۳) سے روایت

ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد (نبوی) تعمیر کی تو پہلا پتھر
آپؐ نے رکھا اس کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ نے اور ان کے پتھر کے ساتھ
حضرت عمرؓ نے اور ان کے پتھر کے ساتھ حضرت عثمانؓ نے پتھر رکھدیا۔
آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

هؤلاء ولاة الامر من بعدی — یہ میرے بعد حکام اور والی امر ہونگے

(مستدرک صفحہ ۱۳ ج ۳ قال الحاکم و الذہبیؒ صحیح)

اور اسلامی تاریخ تواتر سے بتلاتی ہے کہ ایسا ہی ہوا اور اسی ترتیب سے
یہ حضرات خلفاء ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی مرض الوفات
میں حضرت ابوبکرؓ کو اپنے مصلّٰی پر کھڑا کر کے ان کی وجہ تقدیم واضح اور ظاہر کر دی
اور وہی لوگوں کو نمازیں پڑھاتے رہے اسی طرح ایک بی بی آپؐ کی خدمت
میں حاضر ہوئی اور کوئی بات کرنا چاہتی تو آپؐ نے فرمایا پھر آنا اس نے
کہا کہ اگر میں آپ کے پاس آؤں اور آپ وفات پا چکے ہوں تو پھر میں کیا
کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ

فأتی ابا بکرؓ — پھر تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔

(بخاری صفحہ ۵۱۶ ج ۱ مسلم صفحہ ۲۷۳ ج ۲ مشکوٰۃ صفحہ ۵۵۵ ج ۲)

یہ صحیح احادیث حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کو بالکل واضح سے واضح تر
کرتی ہیں اور اپنے مصلّٰی پر حضرت ابوبکرؓ کو کھڑا کرنا تو بمنزلہ نص کے ہے صرف
ایک ہی نماز آپؐ کی لاعلمی میں حضرت عمرؓ نے پڑھائی تو اس پر آپؐ سخت ناراض

اور فرمایا کہ

فاین ابوبکرؓ یأبی اللّٰہ ذالک	ابوبکرؓ کہاں ہے؟ اس کے بغیر کسی
والمسلمون یأبی اللّٰہ ذالک	کو آگے کرنے کا اللہ تعالیٰ بھی انکار کرتا
والمسلمون۔ وفی روایۃ قال	اور مسلمان بھی (دو دفعہ آپؐ نے یہ فرمایا)
لا لا لا لیصل للناس ابن ابی	اور ایک اور روایت میں ہے نہیں نہیں نہیں
قحافۃ (ابوداؤد ص ۲۸۵/۲)	چاہیے کہ لوگوں کو ابو قحافہؓ کا بیٹا ابوبکرؓ ہی نماز پڑھائے

اور ناراضگی کی وجہ یہ تھی کہ اس سے حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب پر زد پڑنے کا خدشہ تھا لہٰذا آپؐ ناراض ہوئے سچ ہے کہ

رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند

دوسرے اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قلبی خواہش حضرت ابوبکرؓ کو خلافت کے لیے نامزد کرنے کی تھی اس لیے آپؐ نے کاغذ اور قلم دوات طلب کیے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو منظور یہی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تھی اور وہی امت میں خیر اور بہتر تھے اور مؤمن بھی کسی اور پر راضی نہ تھے اور نہ ہو سکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر میں اس پر مطمئن بھی تھے اس لیے یہ ارادہ ترک کر دیا اور یہ بات صرف مفروض ہی نہیں بلکہ صحیح روایات سے ثابت ہے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ

قال لی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ	آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
تعالیٰ علیہ وسلم فی مرضہ	اپنی بیماری میں مجھ سے کہا کہ اپنے باپ
ادعی لی اباب بکرؓ اباک واخاک	ابوبکرؓ اور بھائی (عبدالرحمٰنؓ) کو بلاؤ کہ

حتیٰ اکتب کتاباً فانی اخاف ان یتمنیٰ متمنٍ و یقول قائل انا اولیٰ ویأبی اللّٰہ والمؤمنون الّا ابابکرؓ (مسلم ص۲۷۳ ج۲ واللفظ لہ والدارمی ص۲۳ ومشکوٰۃ ص۵۵۵ ج۲)

میں ایک تحریر لکھ (وا) دوں اس لیے کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا یہ نہ کہہ دے کہ (خلافت کے لیے) میں بہتر ہوں مگر اللہ تعالیٰ بھی اور مومن بھی ابوبکرؓ کی خلافت کے بغیر کسی اور کی خلافت کا انکار کرتے ہیں۔

اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ ہی کو خلافت لکھ کر دینا چاہتے تھے لیکن خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ بھی منظور نہیں کرتا اور مومن بھی انکار کریں گے کہ حضرت ابوبکرؓ کے علاوہ کسی اور کو خلافت ملے اس لیے یہ ارادہ آپ نے ترک کر دیا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے۔

فقال النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ...... لقد ھممت او اردت ان ارسل الی ابی بکرؓ وابنہ فاعھد ان یقول القائلون او یتمنّی المتمنون ثم قلت یأبی اللّٰہ ویدفع المؤمنون او یدفع اللّٰہ ویأبی المؤمنون

کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا... بے شک میں ارادہ کر چکا ہوں کہ ابوبکرؓ اور اس کے بیٹے کو پیغام بھیجوں وہ آئیں اور ابوبکرؓ کو ولی عہد بنا دوں تاکہ کہنے والے اور آرزو کرنے والے کچھ نہ کہہ سکیں پھر میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ کے بغیر کسی اور کا انکار کرتا ہے اور مومن مدافعت کریں گے یا یہ فرمایا

کہ اللہ تعالیٰ مدافعت کرتا ہے اور مومن انکار کرینگے (بخاری ص۴۲۸ ج۲ و ص۱۰۲۱ ج۲)

اس سے بالکل واضح ہوگیا کہ جو چیز آپؐ تحریر کر کے دینا چاہتے تھے وہ ابوبکرؓ کی خلافت تھی مگر بعد کو آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلافت و امارت تحریر کر کے دینے کا ارادہ اس لیے ترک کر دیا کہ آپؐ کو یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی اور مومن بھی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کے بغیر کسی اور پر راضی نہیں ہوں گے لہٰذا تحریر کی ضرورت نہیں پڑی ؎

اُسے کس پیار سے سب دیکھتے ہیں خدا کا ہو کے پیارا ہو گیا وہ

وخامساً[۲۵] تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ کاغذ لانے کے مامور حضرت عمرؓ نہ تھے بلکہ حضرت علیؓ تھے اور ہجر کا لفظ حضرت عمرؓ سے ثابت نہیں اور یہ کہ اَہَجَرَ کا جملہ اور حضرات نے کہا تھا اور ہجر کے معنیٰ ہذیان ہی نہیں جدائی اور فراق کے بھی ہیں اور اگر ہذیان کے معنیٰ میں بھی ہوں تو ہمزہ استفہام انکاری ہے جس سے ہذیان کا اثبات نہیں بلکہ نفی ہے حضرت عمرؓ سے اس موقع پر (بلکہ کسی بھی موقع پر) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ایسا کوئی لفظ ثابت نہیں جس سے ہذیان اور توہین کا پہلو نکلتا ہو اُن سے اس مقام پر جو ثابت ہے وہ یہ ہے کہ۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد غلب علیہ الوجع وعندنا کتاب اللہ حسبنا الحدیث (بخاری ص۲۲ ج۱)	بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف غالب ہے اور ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے۔ جو ہمیں کافی ہے۔

اس بیان سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت حسن عقیدت اور خیر خواہی کا پہلو ہی واضح ہے کہ آپ کو تکلیف زیادہ ہے اس لیے آپ کے مزید پریشان نہیں کرنا چاہیئے اور فرمایا کہ ہم میں اختلاف اور افتراق کیوں ہو گا جبکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم ہمارے پاس موجود ہے جس میں یہ حکم بھی ہے

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا ‌‌ اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی
وَلَا تَفَرَّقُوا (پ ۴، آل عمران۔ رکوع) ‌‌ سے پکڑو اور تفرقہ مت ڈالو۔

غرضیکہ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی اگر جناب خمینی صاحب کی اس منطق سے کام لیا جائے تو حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صریح حکم کی خلاف ورزی کی زد میں ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا جناب خمینی صاحب اپنے کفر اور زندقہ کے تھیلے سے ان کی تکفیر کا بھی کوئی تیر نکالتے ہیں یا وہ تیر صرف حضرت عمرؓ اور دیگر حضرات صحابہ کرامؓ کے لیے ہی وقف ہیں؟ ایک حوالہ تو پہلے گذر چکا ہے کہ خود حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طبق (کاغذ) لانے کا حکم دیا مگر میں تعمیل نہ کر سکا دوسرا حوالہ ملاحظہ کر لیں۔ حضرت براءؓ بن عازب کی طویل روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذوالقعدہ ۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر قریش کے نمائندہ سہیل بن عمرو سے صلح کی شرطیں طے کیں اور حضرت علیؓ نے صلح کی تحریر لکھی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکھوائی تو اس میں یہ بھی تھا۔

ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللّٰہ ‌‌ یعنی ان شرائط پر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح کی

قریش کا نمائندہ بولا اگر ہم آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول تسلیم کریں تو پھر آپ سے لڑائی کیوں کریں، آپ محمد بن عبداللہ تحریر کرائیں اس پہ خاصی بحث اور لے دے ہوئی بالآخر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

فقال لعلیؓ امح رسول	حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ کے
اللہ قال لا واللہ لا امحوکَ	الفاظ کاٹ دو انہوں نے فرمایا خدا تعالیٰ
ابدًا الحدیث (بخاری ص $\frac{۳۷۲ و ۴۵۲}{ج ۱}$	کی قسم میں ہرگز نہ کاٹوں گا۔
ومسلم ص $\frac{۱۰۴}{ج ۲}$ ومشکوٰۃ ص $\frac{۳۵۵}{ج ۲}$)	

اس صحیح حدیث میں تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام لیکر حضرت علیؓ کو لفظ رسول اللہ مٹانے کا حکم دیا تھا لیکن حضرت علیؓ نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھا کر کہا کہ میں ہرگز نہیں مٹاؤں گا بقول خمینی صاحب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحی جبرائیل کے بغیر تو بولتے نہ تھے لہٰذا یہ ارشاد وحی سے ہی ہوگا تو وہ تمام آیات جو خمینی صاحب نے حضرت عمرؓ کے مخالف قرآن اور مخالفِ رسول ہونے پر نقل کی ہیں اور پھر حضرت عمرؓ پر کفر اور زندقہ کا فتویٰ لگایا ہے کیا وہ ساری کاروائی اول سے لے کر آخر تک حضرت علیؓ پر فٹ نہیں ہوتی؟ یقیناً ہوتی ہے۔ یا تو حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں کو کافر کہو اور یا دونوں کی تکفیر سے اپنی زبان بند رکھو سہ

ظالم تو لب سی ہے یہ اچھا ہو گا تیری بات پر اچھا اچھا کون کرے

یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ حضرت علیؓ کا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صریح حکم کی خلاف ورزی کرنا اہل السنت والجماعت ہی کی

کتابوں میں نہیں بلکہ خمینی صاحب کے معتمد علیہ قدوۃ المحدثین۔ عمدۃ المجتہدین شیخ الاسلام ملا باقر مجلسی (وغیرہ) نے بھی اسے نقل اور تسلیم کیا ہے چنانچہ وہ غزوۂ حدیبیہ کی تفصیل میں لکھتے ہیں کہ

حضرت فرمودہ من رسول خدایم ہر چند شما اقرار نکنید پس گفت یا علیؓ محو کن آن را و محمد بن عبد اللہ بنویس چنانچہ او میگوید حضرت امیر فرمودہ کہ من نام ترا از پیغمبری ہرگز محو نخواہم کرد پس حضرت رسول بدست مبارک خود آن را محو کردہ اھ

(حیات القلوب ص ۴۹۳/۲ طبع لکھنؤ)

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (قریش کے نمائندہ سے) فرمایا کہ اگرچہ تم اقرار نہیں کرتے مگر میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں اور آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ لفظ رسول اللہ کو مٹا دو اور محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لکھو جیسا کہ قریش کا نمائندہ کہتا ہے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپؐ کا نام پیغمبری سے ہرگز نہیں مٹاؤں گا پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے لفظ رسول اللہ کاٹ دیا الخ

شیعہ اور خمینی کے اس محقق کے حوالہ سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت علیؓ نے جب کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام لے کر ان کو حکم دیا تھا آپؐ کے حکم کی تعمیل نہیں کی اگر حضرت عمرؓ خمینی صاحب اور ان کی جماعت کے ظن کا فر ہیں تو اس کی معقول وجہ کیا ہے؟ اگر حضرت علیؓ کفر سے بچتے ہیں تو اس کا سبب کیا ہے؟ مگر ؎

ہانگے وفا کی سند اہل جفا سے امین — گردش ایام خوب چرخ کہن واہ واہ

باب پنجم

روافض کے مذہب کے بطلان اور ان کی خارج از اسلام ہونے کی تین بنیادی باتیں تو قارئین پوری تفصیل سے پڑھ چکے ہیں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں مگر طلبۂ علم کے افادہ کے لیے ان کے بعض حیا سوز اور اہم نظریات مزید پیش کیے جاتے ہیں تاکہ خواص و عوام ان سے بخوبی آگاہ ہو سکیں۔

بداء کا عقیدہ

جملہ اہل اسلام کا یہ قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازل و ابد کو محیط ہے اور کوئی بھی ہونے والا واقعہ اس سے مخفی نہیں اور اس کے فیصلہ میں کبھی غلطی نہیں ہوئی اور نہ ہوتی ہے اور شیعہ اور امامیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے بارے بداء کا عقیدہ رکھنا ایک بہت ہی بڑی عبادت ہے۔ چنانچہ اصولِ کافی میں ہے۔

عن احدھما علیھما السلام قال ما عبد اللہ بشئ مثل البداء۔ (اصول کافی کتاب التوحید جز دوم باب بست

امام محمد باقرؒ یا امام جعفر صادقؒ میں کسی ایک سے یہ روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور کسی چیز سے ایسی نہیں ہوتی جیسا کہ بداء کے عقیدہ

وچہارم باب البداء صـ ۲۲۸ سے ہوتی ہے

طبع لکھنؤ و صـ ۱۴۶ طبع تہران)

اور صـ ۲۲۹ و طبع تہران صـ ۱۴۶ میں ہے :

ماعظم الله بمثل البداء	یعنی اللہ تعالیٰ کی تعظیم جیسے بداء سے ہوتی ہے اور کسی چیز سے نہیں ہوتی۔

بداء کے معنی ظہور و انکشاف کے ہیں یعنی پہلے ایک چیز معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں ہوتی۔ پھر وہ اس پہ ظاہر ہوتی ہے، اور اس کا ظہور ہو جاتا ہے بالفاظ دیگر معاذ اللہ تعالیٰ پہلے اللہ تعالیٰ ایک چیز کو نہیں جانتا اور اس سے جاہل رہتا ہے پھر وہ چیز اس پہ واضح ہو جاتی ہے اور اس کو اس کا علم ہو جاتا ہے اس بداء کے عقیدہ کے پیش نظر شیعہ اور امامیہ کا یہ مذہب معلوم ہوا کہ معاذ اللہ تعالیٰ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کو جاہل جاننا ایک بہت ہی بڑی عبادت ہے کہ اس جیسی اور کوئی عبادت نہیں ہے شیعہ اور امامیہ تقیہ سے کام لیتے ہوئے عوام کو غلط فہمی اور اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بداء کا یہ معنیٰ اور مفہوم نہیں مگر یہ سب کچھ دفع الوقتی ہے اصول کافی ہی میں ہے کہ

بدا لله في ابي محمد بعد	ظاہر ہوا اللہ تعالیٰ پہ ابو جعفر کے بعد
ابي جعفر مالم يكن تعرف	ابو محمد کے بارے میں وہ کچھ جو اس سے
له كما بدا له في موسیٰ	پہلے اس پہ منکشف نہ ہوا تھا جیسا کہ ظاہر ہوا

بعد مضی اسمٰعیل ماکشف
بہ عن حالہ از اصول کافی
کتاب الحجۃ جزو سوم باب ہفتاد
وچہارم باب الاشارۃ والنص

خدا کے لیے موسیٰ کے بارے میں اسمٰعیل
کے بعد (یعنی موسیٰ کاظم اور اسمٰعیل پسران
جعفر بن محمد) وہ کچھ جس سے اس کا حال
منکشف ہوگیا۔

علی ابی محمد ص۲۸۲ طبع لکھنؤ و طبع تہران ص ۱/۳۲۷)

اور بہ حوالہ کافی ص ۱/۳۲۸ طبع ایران میں بھی سب ہے اس میں ما لم یکن
یعرف لہ کے الفاظ ہیں۔

اس عبارت میں کما بدا لہ اور ماکشف بہ عن حالہ سے کے الفاظ اس کو عیاں کرتے ہیں کہ بدا کے یہی معنیٰ ہیں کہ ایک چیز پہلے معلوم نہ تھی اور بعد کو معلوم ہوئی اور علامہ خلیل قزوینی بداء کا معنی کرتے ہیں۔

ظاہر شدن چیزے برائے کسے بعد
از پنہاں بودن آں از آنکس خواہ
آں چیز مصلحت در کارے باشد
وخواہ مفسدہ باشد خواہ غیر اینہا۔
باشد مثل بَدَا لَهُمْ مَا لَمْ
يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ واثبات
بدا بایں معنی برائے اللہ تعالیٰ جائز
نیست مگر بنوعے از مجاز وغلط
اولیاء و ادبار

ظاہر ہونا کسی چیز کا کسی پر بعد اس کے
مخفی ہونے کے اس سے خواہ وہ چیز
کسی کام کی مصلحت کے بارے میں ہو یا
مفسدہ یا ان کے علاوہ کسی اور چیز کے
بارے میں ہو جیسا کہ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے)
ظاہر ہوئی ان کے لیے وہ چیز جس کا وہ
گمان بھی نہیں کر سکتے تھے اور اس معنیٰ
میں بداء کا اثبات اللہ تعالیٰ کے لیے
جائز نہیں ہے مگر مجاز کے طریقہ سے اور

(صافی مع الکافی کتاب التوحید جزو دوم ۲۲۸) اللہ تعالیٰ کے اولیاء کو اس کے ساتھ تذکرہ کرتے ہے

شیعہ و امامیہ کے بداء والی رام کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؒ نے منجانب اللہ تعالیٰ اپنے بڑے فرزند اسماعیل کے بارے یہ اعلان کیا کہ وہ میرے بعد امام ہوگا گویا اللہ تعالیٰ کے اعلان کے مطابق حضرت امام جعفر صادقؒ کی وفات کے بعد ان کے بڑے بیٹے اسمٰعیل کو امامت ملنی تھی لیکن خدا تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ اسمٰعیل سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کوئی ایسا کام سرزد ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ پسند نہ آیا اور اسمٰعیل اپنے والد محترم حضرت امام جعفرؒ کی زندگی ہی میں وفات پاگئے اور ان کے بارے خدا تعالیٰ کا فیصلہ صحیح اور درست ثابت نہ ہوا لیکن امام جعفرؒ کے آدھے مرید و عقیدتمند اسماعیل ہی کی امامت کے قائل ہیں یہی فرقہ اسماعیلی اور آغاخانی کہلاتا ہے جو شیعہ کا ایک طبقہ ہے اللہ تعالیٰ کا (معاذ اللہ تعالیٰ) پہلا فیصلہ غلط نکلا اللہ تعالیٰ نے اسماعیل کے چھوٹے بھائی موسیٰ کاظم کو امام جعفر صادقؒ کے بعد امامت عطا کردی اور وہ امام قرار پائے۔

قارئین کرام ملاحظہ کریں کہ شیعہ اور امامیہ کے نزدیک خدا تعالیٰ کی غلطی اور جہالت کا عقیدہ ایک بہت ہی بڑی عبادت ہے کہ اس جیسی اور کوئی عبادت نہیں اور بقول ان کے اللہ تعالیٰ کے غلط کار اور جاہل ہونے کا نظریہ اس کی تعظیم کا نظریہ ہے نہ کہ توہین کا (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ کے بداء کا ظہور دوسری مرتبہ یوں ہوا کہ امام تقیؒ کے بڑے فرزند امام ابوجعفر محمدؒ کی امامت کا منجانب اللہ اعلان کیا گیا کہ امام نقیؒ کے بعد ان کے بیٹے ابوجعفر محمدؒ امام ہوں گے مگر (معاذ اللہ تعالیٰ) اللہ تعالیٰ کا اعلان اور فیصلہ اس موقعہ پہ بھی درست اور صحیح ثابت نہ ہوا اس لیے کہ

امام ابو جعفر محمدؒ کی وفات اپنے باپ کی زندگی ہی میں ہو گئی اور ان کے امامت کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا بلکہ امام تقیؒ کی وفات کے بعد ان کے فرزند ابو محمد حسن عسکریؒ کو امامت مل گئی اور اللہ تعالیٰ کا پہلا فیصلہ یہاں بھی (معاذ اللہ تعالیٰ) بداء ہوا اور غلط ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ کو امام ابو جعفر محمدؒ کی زندگی کا پتہ نہ چل سکا یہ

اک مشت خاک ہے اور وہ بھی ہوا کی زد میں ہے
زندگی کی بے بسی کا استعارہ دیکھنا

قارئین کرام! ان تاریخی واقعات کی روشنی میں جو اصول کافی جیسی کتاب میں مذکور ہیں علمی اور تحقیقی طور پر بداء کا مطلب بغیر جہالت اور غلط فیصلہ کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ ادھر ادھر کی باتوں اور تاویلوں سے اس بھاری چٹان کو اپنی جگہ سے ہٹانا یا سرکا دینا کوئی آسان کام نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ علامہ قزوینی جیسے منطقی اور فلسفی کو بھی یہ کہنا پڑا کہ بداء بمعنی جہالت کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز نہیں مگر مجازی طور پر اور اولیاء اور ائمہ کرامؒ کو خدا تعالیٰ سے مخلوط اور گڈمڈ کر کے بایں طور کہ یہ بداء کا ظہور تو حضرات ائمہ کرامؒ کے حق میں ہوا کہ ان کی ٹئے۔ فیصلہ اور اعلان درست نہ ہوا مگر چونکہ معاذ اللہ تعالیٰ وہ خدا تعالیٰ سے مخلوط اور اس میں گڈمڈ ہیں تو گویا یوں مجازاً درست ہے کہ ائمہؒ کا غلط فیصلہ اور جہالت (معاذ اللہ تعالیٰ) گویا اللہ تعالیٰ کی غلطی اور جہالت ہے مگر بنوع از مجاز دخلط اولیاء اوباد کا یہی مفہوم ہے لیکن یہ تاویل بھی انتہائی کمزور اور بے حد نکمی ہے اولاً اس لیے کہ خالق و مخلوق کو گڈمڈ کرنا خالص کفر ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے اتحادیہ اور حلولیہ فرقہ کو پہلے

کافر کہا پھر ان کا عقیدہ بتایا۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ الآیۃ	البتہ تحقیق سے وہ کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم (میں مخلوط اور گڈمڈ) ہے۔

(پ ۶-المائدہ)

وثانیاً اس لیے کہ باحوالہ یہ بات (صفحہ ۸۵ میں) بیان ہو چکی ہے کہ شیعہ وامامیہ کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے اور اس سے غلطی، بھول چوک اور لغزش صادر نہیں ہوتی جب کسی امام سے بڑی کی صورت میں غلطی صادر ہوئی تو وہ معصوم تو نہ رہے پھر ان کی معصومیت کے گیت گانے کا کیا مطلب؟

وثالثاً اس لیے کہ شیعہ وامامیہ کے عقیدہ کے رو سے حضرات ائمہ کرام کو قیامت تک ہونے والے تمام امور کا علم ہوتا ہے جب وہ علم غیب سے متصف ہیں (معاذ اللہ تعالیٰ) تو قیامت تک کے واقعات میں کسی واقعہ سے بے خبری اور لاعلمی کا کیا معنیٰ؟

اصول کافی میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان یہ ہے کہ

ان الائمۃ علیھم السلام یعلمون ما کان وما یکون وانہم لا یخفیٰ علیھم شیئ صلوات اللہ علیھم	بے شک حضرات ائمہ کرام علیہم السلام جو کچھ پہلے ہو چکا اس کو بھی اور جو کچھ آئندہ ہوگا اس کو بھی جانتے ہیں اور ان پر کوئی چیز مخفی نہیں رہتی۔

(اصول کافی صفحہ ۲۶۰/۱)

اس کے بعد پھر کلینی نے حضرت امام جعفرؒ سے روایتیں نقل کی

ہیں جن میں سے پہلی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام جعفرؒ نے اپنے خاص رازداروں کی مجلس میں فرمایا کہ اگر میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے پاس ہوتا تو میں ان کو بتلاتا کہ میں ان دونوں سے زیادہ علم رکھتا ہوں اور میں ان کو وہ چیزیں بتاتا جن کا انہیں علم نہیں تھا کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کو تو صرف مَاکَانَ کا علم حاصل تھا اور مایکون اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس کا علم انہیں عطا نہیں کیا گیا اور ہم کو وہ علم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بطور وراثت حاصل ہوا ہے (اصول کافی صفحہ ۱۶۰) اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ حضرات ائمہ کرامؒ پہ تاقیامت کوئی شی مخفی نہیں ہے تو پھر بدا اور ظہور کا کیا معنیٰ؟

ورابعاً اس لیے کہ اصول کافی کی عبارت میں مالم یکن تعرف لہ۔ مالم یکن یعرف لہ اور کما بداء اللہ لہ نیز مضی اسماعیل ماکشف بہ عن حالہ وغیرہ تمام جملے اس کو متعین کرتے ہیں کہ اس مقام پہ بداء کا معنیٰ جہالت اور غلطی ہی کی ہے۔ اور کوئی معنی اس مقام پہ فٹ نہیں ہوتا ۔

ترے سوا بھی کئی رنگ خوش نظر تھے مگر
جو تجھ کو دیکھ چکا ہو وہ اور کیا دیکھے

تقیہ مذہب اسلام میں بغیر کسی اشد مجبوری کے جھوٹ بولنا بڑا گناہ و سنگین جرم ہے مگر شیعہ اور امامیہ کے نزدیک اصل بات کو چھپانا، جھوٹ بولنا اور تقیہ کرنا خالص دین ہے بلکہ ان کے نزدیک دین کے نو حصے جھوٹ

اور تقیہ میں مضمر ہیں۔

چنانچہ اصول کافی میں تقیہ کا مستقل باب ہے اس میں امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ کا یہ ارشاد ہے کہ

ان تسعة اعشار الدين في التقية	بے شک دین کے نو حصے تقیہ میں ہیں
ولا دين لمن لا تقية له	اور جو شخص تقیہ نہیں کرتا وہ بے دین ہے

ومع الصافی جزء چہارم حصہ دوم صفحہ ۱۳

(اصول کافی صفحہ ۲۱۷/۲ طبع تہران)

اور امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؑ اپنے والد امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں۔

سمعت ابى يقول لا والله	میں نے اپنے والد محترم سے سنا انہوں نے
ما على وجه الارض شئ	فرمایا کہ خدا کی قسم روئے زمین پر مجھے
احب الى من التقية	کوئی چیز تقیہ سے زیادہ محبوب نہیں۔
يا حبيب انه من كانت	(امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں) اے حبیب
له تقية رفعه الله يا حبيب	ابن بشر! جو شخص تقیہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو
ان من لم تكن له تقية	بلند کرے گا اور جو تقیہ نہیں کرے گا اسے
وضعه الله - (اصول کافی صفحہ ۲۱۷/۲ طبع ایران)	ذلیل کرے گا۔

ومع الصافی جزء چہارم حصہ دوم صفحہ ۱۴)

اصول کافی کے ان واضح اور صریح حوالوں سے ثابت ہوا کہ تقیہ شیعوں کے نزدیک روئے زمین کی تمام اشیاء سے محبوب ترین چیز ہے کہ دین کے

نو حصے اسی میں شامل ہیں، اور اسی میں عزت رفعت اور درجات کی بلندی منحصر ہے یعنی جھوٹ میں ثواب ہے ؎

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا — تقیہ ہم نے کیا تھا ہمیں ثواب ملا

اور جو تقیہ سے کام نہیں لے گا تو وہ بے دین بھی ہوگا اور اللہ تعالےٰ اُسے قعر ذلت میں بھی ڈال دے گا۔ کھلی بات ہے کہ عزت اور دین کو چھوڑ کر کون ذلت اور بے دینی کو گوارا کرتا یا کر سکتا ہے ؟

اور حضرت امام جعفر صادقؒ ہی اپنے ایک شاگرد اور مرید سے یوں گویا ہیں کہ

یا سلیمان انکم علی دین من	اے سلیمان (بن خالد) تم ایسے دین پر ہو جو
کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ	اس کو چھپائے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے عزت
اذلہ اللہ (اصول کافی ص۲۲۲ طبع تہران)	دے گا اور جو دین کو ظاہر اور اسے شائع کریگا
و مع الصافی جزء چہارم حصہ دوم ص۲۲)	تو اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کرے گا۔

دُنیا والوں کا طریق ہے کہ وہ عزت اور شہرت حاصل کرنے کے لیے زمین کی خاک تک چھانتے ہیں اور بے حد دولت خرچ کر کے عزت حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں اور شیعہ کے قاعدہ کے مطابق دین کو چھپانے سے ہی عزت حاصل ہوتی ہے اور عزت بھی اہل دُنیا کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو پھر جو اس عمدہ حلیہ کو جو حاصل نہ کریگا اس سے زیادہ بدبخت اور کون ہو سکتا ہے؟ ؎

اور کیا بخشیں گے اک تقدیر کے مارے کو آپ
عشق اور رسوائی دنیا مجھے سب دیجئے

روافض کے مشہور مستند اور محقق صدوق بن بابویہ قمی اپنے رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں کہ

والتقية واجبة لا يجوز رفعها الى ان يخرج القائم فمن تركها قبل خروجه فقد خرج عن دين الله تعالى وعن دين الامامية وخالف الله ورسوله والائمة

تقیہ واجب ہے اس کا ترک کرنا جائز نہیں اس وقت تک جبتک کہ القائم امام مہدی کا ظہور نہ ہو جس نے ان کے ظہور سے پہلے اسے چھوڑا تو وہ اللہ تعالیٰ کے دین اور امامیہ (روافض) کے دین سے نکل جائیگا اور وہ اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور حضرات ائمہ کا مخالف ہوگا۔

(رسالہ اعتقادیہ مع اردو شرح احسن العقائد ص ۲۷۲ طبع سرگودھا)

متعہ لغوی طور پر متعہ کا مطلب فائدہ کے ہیں اور شیعہ امامیہ کی اصطلاح میں متعہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مرد بغیر عورت کے ولی، گواہوں اور نکاح خواں وغیرہ کے کسی بے خاوند غیر محرم عورت سے متعین وقت کے لیے خواہ دن ہو یا رات یا صرف گھنٹہ دو گھنٹے معاملہ طے کرلے اور اس وقت کے اندر وہ جماع و ہمبستری کریں اور خوب داد عیش دیں متعہ کرنے والے مرد پر اس عورت کے نان و نفقہ لباس و رہائش وغیرہ کسی بوجھ کی ذمہ داری نہیں ہوتی بس مقرر کردہ اجرت ہی دینا پڑتی ہے اور خمینی صاحب لکھتے ہیں کہ۔ متعہ کم سے کم مدت کے لیے بھی کیا جاسکتا ہے لیکن بہرحال مدت اور وقت کا تعین ضروری ہے۔ (تحریر الوسیلہ ص ۲۹۰/۲)

اور یہ کاروائی ان کے نزدیک نہ صرف جائز ہے بلکہ بہت بڑے درجہ واجب کی عمل ہے۔ چند حوالے ملاحظہ ہوں۔

(۱) شیعہ و امامیہ کے مشہور اور مستند و قدیم مفسر ملا فتح اللہ کاشانی حدیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

من تمتع مرة فدرجته کدرجة الحسینؑ ومن تمتع مرتین فدرجته کدرجة الحسنؑ ومن تمتع ثلاث مرات فدرجته کدرجة علیؑ ومن تمتع اربع مرات فدرجته کدرجتی
(تفسیر منہج الصادقین ص۳۵۶)

جو ایک دفعہ متعہ کرے وہ امام حسینؑ کا درجہ پائیگا اور جو دو دفعہ متعہ کریگا وہ امام حسنؑ کا درجہ پائیگا اور جو تین دفعہ متعہ کرے گا وہ امیر المؤمنین حضرت علیؓ کا درجہ پائیگا اور جو شخص چار دفعہ متعہ کرے گا وہ میرا (یعنی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا) درجہ پائے گا۔

اگر معاذ اللہ تعالیٰ متعہ اور زنا سے یوں درجات حاصل ہوتے ہیں تو پھر کنجریوں اور زانیوں سے زیادہ درجہ کسی کا نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ شبانہ روز اسی مشغلہ میں مشغول رہتے ہیں۔

(۲) ملا باقر مجلسی نے جو امامیہ اور شیعہ کے دسویں اور گیارھویں صدی ہجری کے بہت بڑے مجتہد محدث اور محقق ہیں اور جو ساٹھ کتابوں کے مصنف بھی ہیں انہوں نے متعہ کی فضیلت پر ایک مستقل رسالہ متعہ تحریر کیا ہے جو فارسی زبان میں ہے اس کا اردو ترجمہ شیعہ عالم سید محمد جعفر قدسی جائسی نے کیا ہے جس کا نام عجالہ حسنہ ہے۔ جو ۱۴۱۱ھ میں امامیہ جنرل کتب ایجنسی لاہور کا شائع کیا ہوا ہے اس میں ایک

طویل (محمد جبلی ۔ صفحہ ۲) حدیث حضرت سلمان فارسیؓ حضرت مقدادؓ بن الاسود اور حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نقل کی ہے اور جسے صحیح بھی قرار دیا ہے اس میں ہے ۔

۱۔ جو شخص اپنی عمر میں ایک دفعہ متعہ کرے گا وہ اہل بہشت میں سے ہے ۔

۲۔ دونوں (متعہ کرنے والا مرد اور عورت) کا آپس میں گفتگو کرنا تسبیح کا مرتبہ رکھتا ہے ۔

۳۔ جب مرد عورت کا بوسہ لیتا ہے خدائے تعالیٰ ہر بوسہ پر انہیں ثواب حج وعمرہ بخشتا ہے ۔

۴۔ جس وقت وہ عیش مباشرت میں مشغول ہوتے ہیں پروردگار عالم ہر ایک لذت و شہوت پر ان کے حصہ میں پہاڑوں کے برابر ثواب عطا کرتا ہے ۔

۵۔ وقت غسل جو قطرہ اُن کے موئے بدن سے ٹپکتا ہے ہر ایک بوند بوند کے عوض میں دس ثواب عطا، دس دس گناہ معاف اور دس دس درجہ مراتب ان کے بلند کیے جاتے ہیں ۔

۶۔ جس وقت فارغ ہو کر غسل کرتے ہیں باری تعالیٰ عزاسمہٗ ہر قطرہ سے جو ان کے بدن سے جدا ہوتا ہے ایک ایسا ملک (فرشتہ) خلق (پیدا) کرتا ہے جو قیامت تک تسبیح وتقدیس ایزدی بجا لاتا ہے اور اس کا ثواب ان کو (یعنی متعہ کرنے والے مرد اور عورت کو) پہنچتا ہے ۔

(عجالہ حسنہ ترجمہ رسالہ متعہ مؤلفہ علامہ باقر مجلسی اصفہانی صہ ۱۲ تا صہ ۱۴ طبع لاہور)

۷۔ اس کے بعد ملا باقر مجلسی نے متعہ کی فضیلت کی دوسری مختصر حدیث پر بیان

کی ہے۔ حضرت سید عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا جس نے زن مومنہ سے متعہ کیا گویا اُس نے ستر مرتبہ خانۂ کعبہ کی زیارت کی (عجالۂ حسنہ صد۱۶)

۸۔ یہ لوگ بجلی کی طرح صراط سے گذر جائیں گے ان کے ساتھ ساتھ ستر صفیں ملائکہ کی ہوں گی دیکھنے والے کہیں گے یہ ملائک مقرب ہیں یا انبیاء ورسل فرشتے جواب دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سنت پیغمبر کی اجابت (یعنی بجا آوری اور تعمیل) کی ہے اور وہ بہشت میں بغیر حساب داخل ہوں گے یا علیؓ! ہر دار مومن کے لیے جو سعی کریگا اس کو بھی انہی کی طرح ثواب ملے گا۔ (عجالۂ حسنہ صد۱۶) مزید سنیئے۔

۹۔ پسندیدہ مذہب ہے کہ زن بالغہ عاقلہ اگرچہ باکرہ (کنواری) ہو صحیح ترین اقوال کے مطابق اسے متعہ کرنے میں اجازت ولی کی احتیاج نہیں ہے (عجالۂ حسنہ صد۲۲)

۱۰۔ اور قبل گذرنے عدت زوجہ کے سالی سے متعہ کرنا جائز ہے (عجالۂ حسنہ صد۲۴)

قارئین کرام! جب متعہ پر اس قدر اور اتنا ثواب مرحمت ہوتا ہے تو کون بدبخت اس نعمت عظمیٰ اور غنیمت باردہ سے محروم رہ سکتا ہے؟ اور کون کم بخت دُنیا کی لذت اور آخرت کے ثواب کی تحصیل سے جان چرائیگا۔ ہم خرما و ہم ثواب!

ممکن ہے دُنیا کی لذت کا دلدادہ کوئی متعہ باز یہ کہدے سے

اِک حقیقت سہی فردوس میں حوروں کا وجود
حُسن انسان سے نمٹ لوں تو وہاں تک دیکھوں

(۳) متعہ کے لیے کوئی نیک عورت ہی شرط نہیں زانیہ سے بھی مُتعہ جائز ہے مگر باکراہت چنانچہ شیعہ کے امام خمینی لکھتے ہیں کہ

یجوز التمتع بالزانیۃ علی	زانیہ عورت سے متعہ کرنا بھی جائز ہے
کراھتہ خصوصاً لوکانت	مگر کراہت کے ساتھ خصوصاً جب کہ
من العواھر المشھورات	وہ مشہور پیشہ ور زناکاروں میں سے ہو اور
بالزنا وان فعل فیمنعھا	اگر اس سے متعہ کرے تو اس کو بدکاری
من الفجور (تحریر الوسیلہ ص۲۹۲ ج۲)	کے پیشہ سے روکے

خمینی صاحب نے عجیب گورکھ دھندہ بتایا ہے کہ زانیہ سے مع الکراہتہ متعہ تو جائز ہے مگر اس کو بدکاری سے منع کرے متعہ بھی تو زنا ہی ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ خود تو اس سے زنا کرتا رہے لیکن اس عورت کو اور لوگوں سے زنا کرنے سے روکے اور اُسے اپنے لیے ہی مختص کرے کہ دشتہ آید بکار اور یا یہ مطلب ہے کہ اُجرت کے بغیر اُسے زنا سے منع کرے تاکہ مفت میں وہ مزے نہ اُڑاتی رہے بلکہ خوراک و پوشاک وغیرہ کے لیے لوگوں سے کچھ رقم بھی بٹورتی رہے اور حسن و عشق کی قدر بھی ہاتھ سے نہ چھوٹے الیا نہ ہو کہ سہ

کھویا تجھے حسن و عشق کے جھگڑوں میں — کچھ قدر نہ کی ہم نے تم جوانی تیری

متفرقات

(۱) کربلا کی کعبہ پر فضیلت

اہلِ حق یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ زمین کے ایک خطہ کے علاوہ جس میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدفون ہیں کیونکہ وہ کعبہ کرسی اور عرش سے بھی افضل ہے۔ ملاحظہ ہو درمختار ص۱۳۷ ج۱ طبع نولکشور لکھنؤ و بدائع الفوائد ص۱۳۵ ج۳ ،

لابن القیمؒ و خصائص الکبریٰ ص۲۰۳ للسیوطیؒ)

تمام روئے زمین کے خطوں میں کعبۃ اللہ افضل ہے لیکن شیعہ اور امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ کربلا کو کعبہ پر بھی فضیلت حاصل ہے چنانچہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؒ کے ذمہ یہ روایت لگائی کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ بلاشبہ زمین کے مختلف خطوں نے ایک دوسرے پر فضیلت اور برتری کا دعویٰ کیا۔ سو کعبۃ اللہ نے بھی کربلا پہ اپنے فخر اور برتری کا دعویٰ کیا۔

حق تعالیٰ وحی فرمود بکعبہ کہ ساکت شود فخر بر کربلا مکن (حق الیقین ص۱۴۵)

تو اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو وحی بھیجی کہ خاموش ہو جاؤ اور کربلا پہ فخر و برتری کا دعویٰ مت کرو

اس سے بالکل عیاں ہو گیا کہ شیعہ و امامیہ کے نزدیک کربلائے معلّٰی کا درجہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شیعہ امیر مینائیؒ کی زبان میں یہ کہہ دیں۔ ؎

دیر کی تحقیر کر اتنی نہ اے شیخ حرم
آج کعبہ بن گیا کل تک یہی بُت خانہ تھا

۲۔ عقیدۂ امامت کا درجہ

جملہ اہل اسلام اس نظریہ اور عقیدہ پر قائم ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے (۱) اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) حج (۵) روزۂ رمضان (بخاری ص۶ ج۱ و مسلم ص۳۲ ج۱) مگر شیعہ اور امامیہ کے نزدیک بروایت امام ابو جعفر محمد باقرؒ انہوں نے فرمایا کہ

بنی الاسلام علیٰ خمس علی الصلوٰۃ	اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے
والزکوٰۃ والصوم والحج والولایۃ	نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور امامت
ولم ینادبشئ ما نودی	(یعنی عقیدہ امامت کو تسلیم کرنا) اور ان
بالولایۃ	ارکان میں سے کسی رکن کے بارے میں
(اصول کافی ص۱۸ ج۲ طبع ایران)	اتنا اہم اعلان اور تاکید نہیں کی گئی جتنی کہ
	امامت کے بارے میں

یعنی شیعہ امامیہ کے نزدیک اسلام کے تمام ارکان میں عقیدۂ امامت کو اولیت حاصل ہے اور اہل اسلام کے ہاں جو درجہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت کو حاصل ہے امامیہ کے نزدیک اس خانہ میں عقیدۂ امامت آباد ہے شیعہ کے مشہور اور معتبر راوی ابوبصیر نے حضرت امام باقرؒ سے دریافت کیا کہ ان پانچ ارکان اسلام میں سے کون سا رکن افضل ہے؟

فقال الولایۃ افضل۔ (اصول کافی ص۱۸ ج۲ طبع ایران) تو انہوں نے فرمایا کہ عقیدۂ امامت کا ماننا افضل ہے

(۳) اہل اسلام شرعی عقلی اور فطری تقاضا کے تحت یہ سمجھتے ہیں کہ بغیر کسی اشد ضرورت اور مجبوری کے کسی دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا خواہ وہ مرد ہو یا عورت مسلم ہو یا غیر مسلم جائز اور درست نہیں ہے کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے کہ مرد کے لیے ناف سے لیکر گھٹنوں تک کا حصہ پردہ ہے بلا کسی مجبوری کے اس کا ننگا کرنا یا کسی دوسرے کا اس حصہ کو دیکھنا حرام و گناہ ہے جب مرد کا یہ حصہ ممنوعہ علاقہ ہے تو عورت کا کیا پوچھنا ؟ مگر امامیہ و شیعہ نے

حضرت امام جعفر صادقؒ کے ذمہ یہ فتویٰ لگایا کہ انہوں نے فرمایا کہ

النظر الی عورۃ من لیس بمسلم	غیر مسلم کی (خواہ وہ مرد ہو یا عورت)
مثل نظرک الی عورۃ الحمار	شرمگاہ کو دیکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ گدھے
(فروع کافی جلد دوم جزء ثانی ص۱۰۱)	کی شرمگاہ کو دیکھنا (یعنی جیسے وہ شرم چھپانے کی جگہ نہیں ایسے ہی یہ بھی۔

روافض انصاف سے بتائیں کہ کہاں حضرت امام جعفر صادقؓ کا تقویٰ اور ورع اور کہاں یہ بے پردگی کا سبق؟ مگر روافض کہہ سکتے ہیں سے

نگاہِ شوق کو حاصل ہے کیا کیا لطف نظارہ ـ کہ عریاں دیکھنا جائز ہے معشوقان کافر کو

(۴) بیوی سے لواطت اور غیر وضع فطری عمل

لواطت کی قرآن و حدیث اور فقہ اسلامی میں بڑی سخت تردید آئی ہے اور اس پر شدید قسم کی وعیدیں وارد ہیں اور حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ

اف اف یفعل ذالک مؤمن او مسلم (مسند دارمی ص۳۵ و تفسیر ابن جریر ص۲۲۲/۱۲)	اُف اُف کیا کوئی مؤمن یا مسلمان بھی اس کاروائی کا ارتکاب کرتا ہے؟

مگر شیعہ امامیہ کا دستور ہی نرالا ہے الاستبصار میں ہے۔ (جو شیعہ وامامیہ کے نزدیک اصول اربعہ یعنی بنیادی چار کتابوں میں سے ایک ہے وہ چار یہ ہیں۔ اصول کافی من لا یحضرہ الفقیہ۔ احتجاج طبرسی۔ تہذیب الاحکام) کہ سائل نے حضرت امام جعفر صادقؒ سے سوال کیا۔

عن الرجل یأتی المرأة فی دبرها فقال لا باس بہ (الاستبصار ص۲۴۳ ج۲)	اس شخص کے بارے جو اپنی بیوی سے لواطت کرے۔ انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

امام خمینی لکھتے ہیں کہ مشہور اور قوی مذہب یہی ہے کہ اپنی بیوی سے لواطت جائز ہے۔ (تحریر الوسیلہ ص۲۴۱ ج۲)

اور لکھتے ہیں کہ۔ زانیہ عورت کے ساتھ متعہ کرنا جائز ہے (تحریر الوسیلہ ص۲۹۲ ج۲) لیجیے شیعہ امامیہ کی ون وے ٹریفک سے جان چھوٹی کیونکہ شہوت رانی کی منزل تک پہنچنے کے لیے ان کے نزدیک لائن ڈبل ہے۔

(۵) شرمگاہ کا عاریہ

قرآن و حدیث اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ مرد کے لیے عورت کی شرمگاہ صرف دو طریقوں سے جائز ہے اوّل یہ کہ اس سے شرعی طور پر نکاح کیا جائے دوم یہ کہ عورت ملک کے طور پر اس کی لونڈی ہو اس کے علاوہ شرعاً جس طریقہ سے عورت سے وطی اور جماع کیا جائے حرام ہے مگر شیعہ امامیہ اس سلسلہ میں بڑے فراخ دل اور سخی واقع ہوئے ہیں چنانچہ ان کے مستند راوی الحسن العطار کہتے ہیں کہ

سألت ابا عبد اللہ عن عاریۃ الفرج قال لا باس بہ (الاستبصار ص۱۴۱ ج۳)	میں نے امام ابو عبد اللہ جعفر صادقؒ سے پوچھا کہ شرمگاہ کو عاریہ کے طور پر دینا کیسا ہے؟ انہوں نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے

اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ اور امامیہ کے نزدیک استعمال کے لیے کسی دوسرے شخص کو شرمگاہ بھی دی جا سکتی ہے محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادقؒ سے اس شخص کے بارے سوال کیا جو اپنی لونڈی کی شرمگاہ دوسرے کے لیے حلال کر دے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ اس کے لیے حلال ہے (الفیہ ص ۱۳۶ ج ۲)

محمد بن مضارب راوی کہتا ہے کہ مجھ سے امام ابو عبداللہ جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ

یا محمد خذ هذه الجارية	اے محمد! یہ لونڈی لے جا تیری خدمت
تخدمك وتصيب منها	کریگی اور تم اس سے جماع بھی کرنا پھر
فاذ ردها الينا	یہ لونڈی ہمیں واپس کر دینا۔

(الاستبصار ص ۱۳۸ ج ۳)

اندازہ کیجیے کہ شیعہ اور امامیہ کے مذہب میں جنسی خواہشات کی تکمیل کے لیے کس قدر وسعت اور فراوانی ہے کہ آزاد عورت ہو یا لونڈی ہو منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ اس کی شرمگاہ کسی دوسرے کو لطف اندوز ہونے کے لیے عاریۃً دینے میں قطعاً کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔ شائد شیعہ امامیہ کا ورد ہی یہ ہو ہے

شب وصل تھی چاندنی کا سماں تھا ۔۔۔ بغل میں صنم تھا خدا مہرباں تھا

مختصرات ناظرین کرام نے شیعہ اور امامیہ کے بعض اصولی اور بنیادی عقائد و نظریات اور بعض دیگر مسائل مشہورہ اور متفرقہ تو ملاحظہ کر لیے ہیں اب ان کے بعض فقہی مسائل جو دور حاضر میں ان کے اہم انقلاب خمینی

گے۔ یہ مادہ روقلم سے صادر ہوئے ہیں۔ اختصاراً ملاحظہ کر لیں۔

۱۔ استنجاء کا پانی پاک ہے خواہ پیشاب کے بعد استنجا کیا ہو یا پاخانہ کے بعد (تحریر الوسیلہ ص ۱۶ ج ۱)

۲۔ نماز میں صرف سجدے کی جگہ پاک ہونی چاہیئے۔ باقی جگہ ناپاک ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے (ایضاً ص ۱۱۹ ج ۱)

۳۔ تمام فرقوں کا ذبیحہ جائز ہے بغیر نواصب (سُنیوں) کے اگرچہ وہ اسلام کا دعویٰ کریں (ایضاً ص ۱۴۶ ج ۲)

۴۔ ناصبی (سُنی مسلمان) اور خارجی خدا ان پر لعنت کرے بلا توقف نجس (پلید) ہیں (ایضاً ص ۱۱۸ ج ۱)

۵۔ ہر قسم کا کافر یا وہ لوگ جن کا حکم کافروں جیسا ہے جیسے نواصب اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے اگر شکاری کتا شکار پہ چھوڑے تو وہ شکار حلال نہیں ہے (تحریر الوسیلہ ص ۱۳۶ ج ۲)

۶۔ کافر یا وہ جو کافر کے حکم میں ہے جیسے نواصب (یعنی اہل السنت والجماعت) اور خوارج ان کی نماز جنازہ پڑھنی جائز نہیں ہے (تحریر الوسیلہ ص ۷۹ ج ۱)

۷۔ نفلی صدقہ بھی ناصبی (سُنی) اور حربی کو دینا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (تحریر الوسیلہ ص ۹۱ ج ۱)

۸۔ اور قوی فتویٰ یہ ہے کہ ناصبیوں کو اہلِ حرب (وہ کھلے کافر جو دار الحرب میں رہتے ہیں) کے ساتھ ملایا جائے چنانچہ ناصبیوں کا مال جہاں اور جس طریقہ سے ملے لے لیا جائے اور اس میں سے خمس نکالا جائے (تحریر الوسیلہ ص ۳۵۲ ج ۱)

۹- نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہونے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے ہاں مگر تقیۃً ایسا کیا جا سکتا ہے (الیفاً صہ ۲۸/۱)

۱۰- نماز پڑھتے ہوئے سلام کہنے میں کوئی حرج نہیں اور نماز کے دوران سلام کا جواب دینا واجب ہے (الیفاً صہ ۱۸۷/۱)

حضرت امام مہدی کے بارے شیعہ کا نظریہ

بمطابق روایت شیعہ ان کے گیارہویں امام معصوم امام حسن عسکری کی ملک میں جب زرخرید لونڈی شاہ روم کی پوتی ملیکہ (نرگس) آئیں اور ان کے حرم میں داخل ہوئیں تو ان کے بطن سے ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ میں بارہویں امام محمد بن الحسنؒ پیدا ہوئے اور وہ اپنے والد محترم امام حسن عسکریؒ کی وفات سے دس دن پہلے چار یا پانچ سال کی عمر میں عجیب و غریب طریقہ سے لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہو گئے اور بقول شیعہ امامیہ کے ملک عراق میں بغداد سے تقریباً ساٹھ میل دور غار سر من رای میں روپوش ہو گئے اور اپنے ساتھ اپنا قرآن۔ امامت کے آلات تابوت سکینہ اور عصاء موسیٰ وغیرہ بھی لے گئے اور وطن خوف کے مارے چھپ گئے اور قرب قیامت ان کا ظہور ہوگا شیعہ امامیہ اپنی خاص اصطلاح میں انہیں الامام، الحجۃ، القائم المنتظر اور صاحب الزمان کہتے ہیں۔ اور بقول ان کے وہ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہی رہیں گے جب روئے زمین کے اطراف و اکناف میں اصحاب بدر کی گنتی کے مطابق تین سو تیرہ ۳۱۳ مخلص مسلمان اور ساتھی جمع ہو جائیں گے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کا معاملہ ظاہر کر دیگا۔ (محصلہ احتجاج طبرسی صہ ۲۳۰ طبع ایران) اور وہ تقریباً ۲۶۰ھ

میں غائب اور روپوش ہوتے ہیں اور اس وقت جو ۱۴۰۷ھ ہے گویا تقریباً ساڑھے گیارہ سو سال تک تمام دنیا میں تین سو تیرہ مخلص شیعہ وامامیہ کبھی پیدا اور جمع نہیں ہوئے تاکہ المنتظر کا ظہور عمل میں آتا اور دنیا ان کے وجود مسعود سے فائدہ اٹھاتی افسوس کہ اس منتظر کی آمد کی انتظار میں آنکھیں تھک گئیں دل بیتاب ہو گیا مگر وہ آنے کا نام ہی نہیں لیتے سے

میلا رنگ روپ بگڑ گیا میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں

ظہور کے بعد بقول امامیہ حضرت امام مہدی کے کارنامے

جب حضرت امام مہدی کا ظہور ہوگا تو بقول ملا باقر مجلسی

جب قائم آل محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ظاہر ہوں گے تو خدا تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ ان کی مدد کرے گا۔

داول کسیکہ با او بیعت کند محمد باشد
وبعد از آں علیؑ
(حق الیقین ص ۱۳۹ طبع ایران)

اور سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے بیعت کریں گے اور اس کے بعد حضرت علیؓ ان سے بیعت کریں گے

اس سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ تعالیٰ امام مہدی کا درجہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ سے بھی بڑا ہے۔ اور بیعت کے بعد جب وہ بااختیار ہوں گے تو امامیہ کی ایک طویل اختراعی داستان اور رام کہانی کے مطابق حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو زندہ کریں گے جب کہ ان کے عقیدت مند اور شیدائی بھی پاس جمع ہوں گے اور امام مہدی ان عقیدتمندوں سے مطالبہ کریں گے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے بیزار ہو جاؤ وہ بیزاری سے انکار کریں گے تو امام مہدی کالی آندھی کو حکم دیں گے

کر وہ ان لوگوں پر سے چلے اور ان کو موت کے گھاٹ اُتار دے۔ اور حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کو درختوں پر لٹکا کر سولی پر چڑھا دیں گے کیونکہ بقول امامیہ کے ان دونوں نے حضرت علیؓ کی خلافت و امامت کا حق غصب کیا ہے۔ جس کی وجہ سے دُنیا میں ظلم وجور برپا ہوا ہے۔

حتّٰی آنکہ در شبانہ روزے ہزار مرتبہ ایشاں را بکشند و زندہ کنند پس خدا بہر جا کہ خواہد ایشاں را ببرد و معذب گرداند	یہاں تک کہ دن رات میں دونوں کو ہزار مرتبہ مار ڈالا جائیگا اور زندہ کیا جائے گا اس کے بعد خدا جہاں چاہیگا ان دونوں کو لے جائیگا اور عذاب دیتا رہے گا۔
(حق الیقین باب رجعت صفحہ ۱۴۵)	(معاذ اللّٰہ تعالیٰ)

اور حضرات شیخینؓ کے ساتھ اس کاروائی کے علاوہ امام مہدی یہ بھی کرینگے کہ

عائشہؓ را زندہ کند تا بر او حد بزند وانتقام فاطمہؓ ما ازو بکشد	حضرت عائشہؓ کو زندہ کریں گے اور زندہ کر کے ان پر حد لگائیں گے اور ہماری فاطمہؓ کا انتقام ان سے لیں گے۔
(حق الیقین صفحہ ۱۳۹)	

لاحول ولا قوۃ اِلّا باللہ

نہ معلوم ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے حضرت فاطمہؓ کا وہ کونسا نقصان کیا جس کی پاداش میں امام مہدی ان کو زندہ کرکے ان پر شرعی حد نافذ کریں گے امامیہ نے اپنے ماؤف دِل کی بھڑاس نکالنے کے لیے یہ کیسا گندہ شوشہ چھوڑا ہے اور اس کاروائی کے علاوہ امام مہدی یہ فریضہ بھی ادا کریں گے کہ

پیش از کفار ابتدا بہ سنیاں خواہد کرد	کافروں سے پہلے وہ سُنیوں اور ان

وبا علماء ایشاں و ایشاں را بخواہ کشت — کے علماء سے کارروائی شروع کریں گے اور ان سب کو قتل کردیں گے (سبحان اللہ)

(حق الیقین ص۵۲۷)

کیا شیعہ کے امام خمینی اسی اکسیر اعظم پہ تو عامل نہیں کہ اسلامی انقلاب کے خوشنما نعرہ کی آڑ میں تقریباً پینتالیس ۴۵ مسلمان ملکوں کے سربراہوں کی اسلامی سربراہی کانفرنس کے مبنی بر انصاف فیصلوں کو مسترد کرتے ہوئے عراق کی مظلوم اور سنی پبلک کا تہ دل سے صفایا کر رہے ہیں اور کسی کی نصیحت پہ کان نہیں دھرتے؟

شیعہ و امامیہ کے نزدیک حضرت امام مہدی کا درجہ

اہل السنت والجماعت کا یہ صاف ستھرا اور صحیح عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے سب سے اونچا درجہ اور عہدہ نبوت اور رسالت کا ہے غیر نبی اور غیر رسول خواہ کتنے ہی بلند درجہ پہ فائز ہو نبی اور رسول کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا چہ جائیکہ وہ اس سے بڑھ جائے مگر شیعہ اور امامیہ کا عقیدہ اور نظریہ اس سے جدا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ اور ان کے علاوہ بقیہ حضرات ائمہ کرامؒ کا درجہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر ہے چنانچہ شیعہ و امامیہ کے قدوۃ المحدثین ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

امام ابو عبداللہؓ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ

كان علی علیه السلام افضل الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تمام انسانوں سے افضل و اولیٰ تھے۔

(فروع کافی ص۸ ج۸ طبع تہران)

اور ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

علیؓ بن ابی طالب از جمیع پیغمبران بغیر از پیغمبر آخر الزمان افضل است اھ

(حیات القلوب صـ ۶۳۱/۲ج)

حضرت علیؓ بن ابی طالب بجز پیغمبر آخر الزماںؐ کے باقی تمام پیغمبروں اور صحابہ کرامؓ سے افضل ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام)

بلکہ یہ تصریح کی ہے کہ

اکثر علمائے شیعہ را اعتقاد آنست کہ حضرت امیر و سائر ائمہ افضل اند از سائر پیغمبران و احادیث مستفیضہ بلکہ متواترہ از ائمہ خود دریں باب روایت کردہ اند

(حیات القلوب صـ ۶۳۲/۲ج)

اکثر علماء شیعہ کا اعتقاد ہے کہ حضرت امیر علیؓ اور باقی سب ائمہ کرامؓ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل ہیں اور مشہور بلکہ متواتر احادیث خود حضرات ائمہ کرامؓ سے اس باب میں مروی ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اکثر شیعہ وامامیہ کے نزدیک حضرت علیؓ اور دیگر ائمہ کرامؓ کا درجہ تمام حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ہے (معاذ اللہ تعالیٰ) اور یہی ان کا اعتقاد ہے۔ شیعہ وامامیہ کے دور حاضر میں امام و بادشاہ امام خمینی صاحب میں آگے لکھتے ہیں۔

ومن ضروریات مذھبنا ان لائمتنا مقاما لا یبلغہ ملک مقرب ولا نبی مرسل

(الولایۃ التکوینیۃ صـ ۵۲)

اور ہمارے مذہب کے ضروری عقائد میں سے ہے کہ ہمارے آئمہ کا وہ درجہ ہے کہ جہاں تک کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل نہیں پہنچ سکتا۔

اس کا مطلب بالکل واضح ہے کہ شیعہ امامیہ کے بنیادی عقائد میں سے یہ بات ہے کہ ان کے بارہ بلکہ بعض کے ہاں چودہ[۱۴] ائمہ کرامؒ کا درجہ حضرت جبرئیل حضرت میکائیل حضرت اسرافیل حضرت عزرائیل اور تمام حضرات انبیاء کرام اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جن میں سر فہرست حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں بڑھ کر ہے کہ اس مقام و درجہ تک کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی بھی نبی مرسل نہیں پہنچ سکتا معاذ اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر غلو تعصب اور کفر اور کیا ہو سکتا ہے! حضرت مولانا حالی مرحوم نے کیا ہی سچ فرمایا ہے ؎

اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

اور اس افضلیت کا مدار کام اور اس کی نوعیت سے ہے یعنی جو کام حضرت امام مہدی اور دیگر ائمہ کرامؒ سے ہوا یا ہوگا وہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نہیں کر سکے (العیاذ باللہ تعالیٰ) چنانچہ ان کے امام خمینی نے کہا کہ تمام انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) دنیا میں معاشرتی عدل و انصاف لے کر آئے تھے مگر وہ کامیاب نہ ہوئے یہ وہ فریضہ ہے جس میں پیغمبر اسلام محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بھی پوری طرح کامیاب نہیں ہوئے تھے امام زمان (مہدی علیہ السلام) معاشرتی انصاف کے لیے اس پیغام کے حامل ہوں گے جو تمام دنیا کو بدل دیگا (ترجمہ تہران ٹائمز مورخہ ۲۹ جون ۱۹۸۰ء) اور اُن کا ایک چیلہ یوں گویا ہے جو نبی بھی آئے وہ انصاف کے نفاذ کے لیے آئے ان کا مقصد بھی یہی تھا کہ تمام دنیا میں انصاف کا نفاذ کریں لیکن وہ کامیاب نہ ہوئے یہاں تک کہ ختم المرسلین (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جو انسان کی اصلاح کے لیے

آئے تھے اور انصاف کا نفاذ کرنے کے لیے آئے تھے انسان کی تربیت کے لیے آئے تھے لیکن وہ بھی کامیاب نہیں ہوئے ملفوظ (اتحاد و یکجہتی امام خمینی کی نظر میں ص۱۵ مطبوعہ خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران ملتان)

اگر معاذ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نفاذ انصاف کے نیک مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے تو دنیا میں اور کون نبی اور رسول کامیاب ہوا ہے یا ہوا ہوگا؟ شیعہ وامامیہ کا یہ انتہائی گستاخانہ اور خالص کافرانہ نظریہ ہے اور بایں ہمہ وہ پیغمبروں سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ گویا بقول شاعر وہ اس پر عمل پیرا ہیں کہ ے

بہتر یہ ہے کہ لفظ و معانی میں ہو تضاد ۔۔۔ تم جہل کہ رہے ہو ہم عرفاں کہیں گے

حضرت امام مہدی کے بارے اہل السنت والجماعت کا نظریہ

اہل حق کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قیامت سے پہلے امام مہدی ضرور آئیں گے اُن کی اس وقت پیدائش آمد اور ظہور کے بارے میں اہل السنت والجماعت کا کوئی اختلاف نہیں ہے حضرت امام مہدی کی پیدائش اور آمد سے پہلے دُنیا میں جو ظلم و جبر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اقتدار میں آنے کے بعد زیر اثر علاقہ میں، وہ عدل وانصاف قائم کریں گے اور ناانصافی کو نیست و نابود کر دیں گے اور اُسی دور میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہونگے جہاد اور دجال کے قتل کرنے میں حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا پورا پورا تعاون کریں گے۔ حضرت ابوسعید الخدریؓ کی روایت میں ہے۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المھدی مِنّی اجلی الجبہۃ اقنی الانف یملأ الارض قسطاً وعدلاً کما ملئت ظلماً وجوراً ویملک سبع سنین (ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲ ومستدرک حاکم ص ۵۵۷ ج ۴ قال الحاکمؒ والذہبیؒ صحیح علی شرطہما والجامع الصغیر ص ۱۸۷ ج ۲ وقال صحیح)

وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی میری نسل سے ہوگا بلند پیشانی اور اونچی ناک والا ہوگا زمین کو انصاف وعدل سے بھر دیگا جیسا کہ وہ پہلے ظلم وجور سے بھرپور ہوگی اور سات سال تک وہ حکمرانی کرے گا ۔

حضرت امام مہدی کا نام محمد اور والد ماجد کا نام عبد اللہ ہوگا (ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲) اور وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی اولاد سے ہوں گے (ایضاً والجامع الصغیر ص ۱۸۷ ج ۲) اور حضرت فاطمہؓ کے بڑے فرزند حضرت حسنؓ کی نسل سے ہوں گے (الحاوی للفتاوی ص ۹۵ ج ۲)

یہ یاد رہے کہ حضرت علیؓ کی حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد اور بیبیاں بھی تھیں اور کل نرینہ اولاد حضرت علیؓ کی اکیس ۲۱ تھی اور اٹھارہ ۱۸ لڑکیاں تھیں ان کی تعداد میں تاریخی طور پر کچھ اختلاف بھی ہے (الحاوی للفتاوی ص ۲۱ ج ۲)

علامہ عزیزیؒ فرماتے ہیں کہ

قال الحافظ عماد الدین بن کثیر

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ احادیث

الاحادیث دالۃ علی ان المهدی یکون من اهل البیت من ذریۃ فاطمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا من ولد الحسن لا الحسین (عون السراج المنیر ص ۲۰۹ ج ۲)

اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام مہدی اہل بیت سے ہوں گے حضرت فاطمہؓ کے بیٹے حضرت حسنؓ کی اولاد سے ہوں گے نہ کہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد سے

حضرت امام مہدی مدینہ طیبہ کے باشندے ہوں گے من اهل المدینۃ (ابوداؤد ص ۲۳۳ ج ۲) اور ان کے اقتدار کا مرکز عرب کا ملک ہوگا حدیث میں تصریح ہے یملک العرب رجل من اهل بیتی الحدیث (ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲) اور ان کی بیعت ابتداءً حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان کی جائے گی (ابوداؤد ص ۲۳۳ ج ۲) اور وہ اپنے دورِ اقتدار میں حکومت و خلافت کے زور سے (نہ کہ صرف وعظ و نصیحت سے) زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور ظلم و جور کو مٹا دیں گے (ابوداؤد ص ۲۳۲ ج ۲) ظلم کا مطلب ہے حقوق اللہ کی خلاف ورزی اور جور کا معنی ہے حقوق العباد کو پامال کرنا اور ان کی آمد پیدائش اور ظہور سے پہلے زمین ان گناہوں سے اٹی اور بھری پڑی ہوگی۔ یہ بھی یاد رہے کہ بعض نادان جنونی اور ہوسِ اقتدار اور شہرت کے دلدادہ خلیفۃ اللہ کا مصداق کسی اور کو اور المہدی کا مصداق کسی اور کو بنانے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور اپنے ناخواندہ حواریوں سے اپنے خلیفۃ اللہ ہونے کا پرچار کرا رہے ہیں اور وہ مراقی اور مالیخولیا کے شکار سچ مچ ان کو خلیفۃ اللہ سمجھ رہے ہیں جو قطعاً باطل ہے حدیث میں خلیفۃ اللہ المہدی۔ (مشکوٰۃ ص ۴۷۱ ج ۲) ایک ہی شخص کو کہا گیا ہے خلیفۃ اللہ موصوف ہے اور المہدی

ترکیب کے لحاظ سے اس کی صفت ہے غرضیکہ کسی بھی پاکستانی اور غیر عربی پر جو فاطمی نسل کا نہ ہو اور حکومت واقتدار بھی اُسے حاصل نہ ہو اور حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اسکی بیعت بھی نہ کی گئی ہو خلیفۃ اللہ المہدی کا اطلاق شرعاً درست نہیں ہے ویسے دنیا میں سینکڑوں جعلی اور فراڈی مہدی ہوئے ہیں تفصیل کے لیے کتاب ائمہ تلبیس ملاحظہ ہو۔ وہی محفوظ رہا جو فراڈیوں کے دام سے بچا

شیخ صاحب سے رسم و راہ نہ کی　　شکر ہے زندگی تباہ نہ کی

حضرت امام مہدی کی آمد کی احادیث متواتر ہیں

اُن علامات اور نشانیوں کے ساتھ جن کا حوالہ ذکر ہو چکا ہے

حضرت امام مہدی کی آمد ضروری ہے اور ان کی آمد کو تسلیم کرنا واجب ہے۔ چنانچہ امام سفارینیؒ (علامہ محمدؒ بن احمدؒ بن سالمؒ بن سلیمان المتوفی ۱۱۸۸ھ) فرماتے ہیں کہ

فالایمان بخروج المہدی	امام مہدی کی آمد پر ایمان لانا واجب ہے
واجب کما ھو مقرر عند	جیسا کہ اہل علم کے ہاں یہ بات ثابت ہے
اھل العلم و مدون فی	اور عقائد اہلسنت میں یہ مدون ہے۔
عقائد اھل السنۃ	

(عقیدۃ السفارینی ص۸/۲)

اس سے واضح ہو گیا کہ حضرت امام مہدی کی آمد کا مسئلہ اہل السنت والجماعت کے عقائد کے رُو سے اہم ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ امام سیوطیؒ (عبدالرحمٰن بن ابی بکر المتوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں کہ

قد تواترت الاخبار واستفاضت　　آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر

بكثرة رواتها عن المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمجئ المهدی وانه من اهل بيتي وانه يملك سبع سنين وانه يملأ الأرض عدلاً وانه يخرج مع عیسیٰ علیہ السلام فيساعده علیٰ قتل الدجال بباب لُدٌ بارض فلسطين وانه يؤم هذه الامة وعیسیٰ علیہ السلام يصلي خلفه (الجزء الحاوی للفتاوی ج۲ ص۸۵، ۸۶)

اور شہرت کے ساتھ احادیث مروی ہیں جن کے راوی بکثرت ہیں کہ امام مہدی آئیں گے اور وہ اہل بیت میں سے ہوں گے اور وہ سات سال حکومت کریں گے اور زمین کو عدل سے پُر کر دیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں اُن کی آمد ہوگی اور وہ باب لُدّ کے مقام جو فلسطین کی زمین میں ہے قتل دجال کے سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مدد کریں گے اور وہ ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے

امام سیوطیؒ نے الحاوی للفتاوی میں العرف الوردی فی اخبار المہدی کے عنوان سے کئی صفحات پر مشتمل ایک مفصل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور دیگر بعض علماء کرام نے بھی اس مضمون پر الگ تالیفات کی ہیں۔

علامہ عبدالعزیز فرہارویؒ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) رقمطراز ہیں کہ

تواترت الاحاديث فی خروج المهدی وافردها بعض العلماء بالتاليف اھ (نبراس ص۵۲۵)

حضرت امام مہدی کی آمد کی احادیث متواتر ہیں اور بعض علماء نے اس پر مستقل کتابیں تالیف کی ہیں۔

ان حوالوں سے حضرت امام مہدی کی آمد کی احادیث کا متواتر ہونا اور ان کی آمد پر یقین رکھنے کا وجوب ثابت ہوا، اور یہ کہ اہل السنت والجماعت کے عقائد میں سے یہ بات ہے۔ یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ ابتداً بعض نمازیں حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام مہدی کی اقتدا میں پڑھیں گے امامکم منکم اور تکرمۃ لهذه الامۃ کے رُو سے کیونکہ وہ من جانب اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شریعت کے پابند اور مکلف ہوں گے۔ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ

واخرج الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی البعث بسند جید عن عبد اللہؓ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یلبث الدجال فیکم ماشآء اللہ تعالیٰ ثم ینزل عیسٰی بن مریم علیہما السلام مصدقا بمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلٰی ملتہ اماما مهدیا وحکماً عدلاً فیقتل الدجال (الحاوی للفتاوی ص۱۵۶ ج۲)

امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر میں اور امام بیہقیؒ نے البعث میں کھری سند کے ساتھ حضرت عبد اللہؓ بن مغفل سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جتنا عرصہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا۔ دجال تم میں ٹھہرے گا پھر حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے اور وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کریں گے اور وہ آپؐ کی ملت پر ہوں گے وہ امام۔ ہدایت یافتہ اور حاکم عادل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

ابتداء میں حضرت عیسٰی علیہ السلام حضرت امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اس کے بعد جہاں وہ ہوں گے خود امامت کرائیں گے کیونکہ ان کا درجہ یقیناً حضرت مہدی سے زیادہ ہے اہل حق کا طائفہ منصورہ بھی بفضلہ تعالےٰ تا ظہور امام مہدی و نزول حضرت عیسٰی علیہ السلام ضرور باقی رہے گا مگر دنیا میں اکثریت ان لوگوں کی ہوگی جو حقوق اللہ تعالیٰ اور حقوق العباد کو پامال کرنے والے ہونگے اور اُس وقت ساری زمین ظلم و جور اور اثم و عدوان سے اٹی اور بھری ہوگی اُس وقت مظلوموں کی امداد کے لیے اللہ تعالیٰ حضرت امام مہدی کو بیدار کرے گا اور وہ حکومت و خلافت کے ذریعہ ظلم و جور کو مٹا کر عدل و انصاف سے سات سال تک حکمرانی کریں گے اور اُن کی زندگی ہی میں حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے (کتاب الاسماء والصفات للبیہقیؒ ص۳۰۱ و کنز العمال ص۲۶۸ ج۷ و مجمع الزوائد ص۳۴۹ ج۷ میں ینزل من السماء کے الفاظ موجود ہیں و قال الہیثمیؒ رواہ البزار و رجالہ رجال الصحیح غیر علی بن المنذر و ہو ثقۃ) اور حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان سے یہ نزول فجر کے وقت ہوگا (عند صلوٰۃ الفجر مجمع الزوائد ص۳۴۲ ج۷) اور دمشق میں (جامع اموی کے) سفید مشرقی مینار پہ نزول ہوگا (مسلم ص۴۰۱ ج۲ و مجمع الزوائد ص۲۰۵ ج۸) اور دجال لعین کے قتل کے بعد جس علاقہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا اقتدار ہوگا وہاں بغیر اسلام کے اور کوئی مذہب باقی نہ رہے گا سب مذاہب ختم ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں مٹا دیگا۔ (ابوداؤد ص۲۳۸ ج۲ و الطیالسی ص۳۳۵) اور نازل ہونے کے بعد حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام دلجمعی اور اطمینان سے چالیس سال تک حکومت کریں گے، پھر اُن

کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کا جنازہ پڑھیں گے (ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۸ والطیالسی ص ۲۳۱ ومستدرک ج ۲ ص ۵۹۵ ومجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۰۵) اور روضۂ اقدس کے اندر انہیں دفن کیا جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فیدفن معی فی قبری الحدیث — کہ ان کو میری قبر (یعنی میرے مقبرہ) میں میرے ساتھ دفن کیا جائے گا۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۸۰ وفاء الوفیٰ ج ۱ ص ۳۹۷ ومواہب اللدنیۃ ج ۲ ص ۳۸۲ وزرقانی شرح مواہب ج ۸ ص ۳۲۸)

مظالم شیعہ

کس باشعور مسلمان کو تاریخ کا یہ مشہور متواتر اور دلگداز واقعہ مخفی ہو گا جس کو پڑھ کر بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں دل لرزتا ہے اور آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں کہ خلیفہ ابو احمد عبد اللہ مستعصم باللہ (المتوفی ۶۵۶ھ) کا وزیر مؤید الدین ابن علقمی شیعہ اور خواجہ نصیر الدین طوسی شیعہ کی نمک حرامی اور مذہبی تعصب کی وجہ سے عروس البلاد بغداد پر تاتاریوں کا حملہ ہوا اور چالیس دن تک مسلمانوں پر وہ مظالم ڈھائے گئے کہ خدا کی پناہ اور سولہ لاکھ مظلوم اس عظیم فتنہ میں قتل اور شہید ہوئے (دیکھئے ابن خلدون ج ۳ ص ۵۳۷) علامہ تاج الدین ابو نصر عبد الوہاب سبکی (المتوفی ۷۷۱ھ) لکھتے ہیں کہ

مؤید الدین محمد بن محمد بن علی العلقمی وکان فاضلاً ادیباً وکان شیعیا رافضیا فی قلبہ غل للاسلام واھلہ الخ

مؤید الدین محمد بن محمد بن علی العلقمی فاضل اور ادیب تھا اور رافضی شیعہ تھا اس کے دل میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سخت کینہ تھا۔

[illegible]

اور نیز لکھتے ہیں کہ ہلاکو خاں بن تولی بن چنگیز خاں تاتاری نے ایسے مظالم کیے کہ اہل تاریخ نے کبھی ایسا واقعہ نہ سنا ہو گا جس نے آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان بنا دیا (صہ ۱۰۹/ج ۵) اور جلد اول میں اس بھیانک واقعہ کی تفصیل نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

ولعل الخلق لا يرون مثل
هذه الحادثة الى ان ينقرض
العالم وتفنى الدنيا الا ياجوج
وماجوج الى قوله قتلوا
النساء والرجال والاطفال
وشقوا بطون الحوامل
وقتلوا الاجنة۔ اھ (جلد اول صہ ۱۲۰)

شاید کہ تمام مخلوق یاجوج و ماجوج کے بغیر جہاں کے ختم ہونے اور دنیا کے فنا ہونے تک ایسا حادثہ نہ دیکھے (پھر کہا کہ) ان تاتاری ظالموں نے عورتوں مردوں اور بچوں کو قتل کیا اور حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر کے اندر سے بچے نکال کر قتل کیے۔

اور نصیر الدین طوسی (المتوفی ۶۷۲ھ) کے متعلق لکھتے ہیں کہ

فقام الشيطان المبين
الحكم نصير الدين الطوسى
وقال يقتل ولا يراق دمه
وكان النصير من اشد الناس
على المسلمين اھ
(طبقات صہ ۱۱۵/ج ۵)

شیطان مجسم نصیر الدین طوسی نے فیصلہ کیا کہ (خلیفہ مستعصم باللہ کو جو حضرت ابن عباسؓ کی اولاد میں سے تھے) قتل کیا جائے اور خون زمین پر نہ بہایا جائے اور نصیر الدین طوسی مسلمانوں کا تمام لوگوں سے بڑھ کر سخت دشمن تھا۔

ہلاکو خاں خلیفۃ المسلمین اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے سے

بڑا خائف اور ہراساں تھا مگر طوسی ملعون نے یہ کہہ کر ہلاکو خاں کی ہمت بڑھائی کہ

عادت اللہ درین عالم چنیں قرار
گرفتہ کہ امور بہ مجاری طبیعت عالم
باشد مستعصم باللہ در شرفت نہ بہ یحییٰ
بن زکریا میسر شد نہ بہ حسین بن علی رائیں
دو را اعادی بہ تیغ سر بریدند و جہاں
ہم چناں برقرار است (بحوالہ تاریخ
اسلام نصف ثانی ص۶۹۱ مصنفہ
شاہ معین الدین احمد ندوی ؒ)

اس جہان میں اللہ تعالیٰ کی عادت
یوں جاری ہے کہ جہان کی طبیعت
کے مطابق امور جاری ہوتے ہیں خلیفہ
مستعصم باللہ نہ تو شرافت میں حضرت
یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پہنچتا ہے
اور نہ حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کے رتبہ کو دشمنوں نے ان دونوں
کے سر قلم کر دیئے مگر جہاں اسی طرح برقرار
ہے (تو بھی ہمت کر اور آگے بڑھ)

الغرض اس طوسی خبیث اور ملعون شیعہ کی سازش سے اسلام اور مسلمانوں پر قیامت برپا ہوئی مگر خمینی لکھتا ہے کہ

نصیر الدین طوسی کا تاتاریوں سے اشتراک اور ان کی خدمت اگرچہ بظاہر استعمار کی خدمت نظر آتی ہے مگر در حقیقت وہ اسلام اور مسلمانوں کی مدد تھی (الحکومۃ الاسلامیۃ ص۱۴۲) لاحول ولا قوۃ الا باللہ کس بے حیائی سے خمینی طوسی ملعون کی اس ناپاک کاروائی کو خدمت اسلام سے تعبیر کرتا ہے۔

؎ صیاد نے لگائے ہیں پھندے کہاں کہاں
سائے سے پتے عیاں ہی اسی سبز باغ ہیں

ابن علقمی اور نصیر الدین طوسی کی تاتاریوں سے ساز باز محض اسلام اور

مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے تھی اور ایسا ہی ناپاک جذبہ اسلامی انقلاب کے خوش نما نعرہ کی آڑ میں اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کا خمینی کے ماؤف دل میں بھی موجزن ہے۔ نصیر الدین طوسی کے غالی اور متعصب شاگرد ابن مطہر حلی نے تاتاریوں کے اقتدار کے زور سے مسلمانوں کو بجبر رافضی اور شیعہ بنانے کے لیے مہم تیز کرنے کی خاطر کتاب منہاج الکرامۃ لکھی جس کا رد حافظ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں کیا اور حلی کی دسیسہ کاریوں کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیر کر رکھ دیں کہ ساری دنیا کے رافضی مجتہد جمع ہو کر بھی اس کا معقول جواب نہ دے سکے اور نہ تا قیامت دے سکتے ہیں منہاج السنۃ کے بارے میں بعض محققین کا یہ مقولہ ہے کہ

لم یصنف فی بابہ مثلہٗ لا قبلہٗ ولا بعدہٗ۔

رافضیوں کی تردید کے سلسلہ میں ایسی کتاب نہ تو پہلے لکھی گئی ہے اور نہ بعد

(التعلیقات السنیہ ص۳۴)

الحاصل عبد اللہ بن سبا یہودی (جو رفض کا بانی ہے) کی نسل نے پہلے ہی دن سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو کچھ کیا ابن علقمی۔ طوسی اور خمینی نے اسی کی تکمیل کی اور کرتے ہیں

مذکورہ نظریات کے شیعہ قطعاً کافر ہیں

کسی بھی متدین مسلمان سے جسے علم دین کے ساتھ کوئی بھی مس ہو یہ بات مخفی نہیں کہ نصوص قطعیہ احادیث متواترہ اجماع امت اور ضروریات دین کا انکار یا تاویل کفر ہے اور شیعہ و امامیہ ان تمام امور کے مرتکب ہیں یہی وجہ ہے کہ

جن حضرات اہلِ تشیع اور روافض کے عقائد و نظریات منکشف ہوئے انہوں نے ان کی تکفیر میں کوئی تامل نہیں کیا حضرت مجدد الف ثانیؒ حاصی بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ شیعہ کو کافر ٹھہرانا احادیث صحاح کے مطابق اور طریق سلف کے موافق ہے اھ (رد رفض ص ۳۹) اور مکتوبات میں ارقام فرماتے ہیں کہ تمام بدعتی فرقوں میں بدترین فرقہ وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کو کفار فرمایا ہے لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (مکتوبات دفتر اول مکتوب ص ۵۴)

حافظ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں کہ

واما من جاوز ذٰلك الٰى ان	بہرحال وہ شخص جس نے اس سے تجاوز
زعم انهم ارتدوا بعد	کیا اور یہ خیال کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالىٰ	علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے مگر تھوڑی
عليه وسلم الّا نفراً قليلاً	تعداد میں جو دس سے کچھ زیادہ تھی یا یہ کہ ان
لا يبلغون بضعة عشر نفسا	میں اکثر فاسق ہو گئے تھے تو ایسے شخص کے
او انهم فسقوا عامتهم	کفر میں کوئی شک نہیں کیونکہ وہ قرآن کریم
فهذا لا ريب ايضاً فى كفره	کی بے شمار نصوص کا مکذب ہے جن میں
لانه مكذب لما نصه القرآن	اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر رضیٰ اور تعریف
فى غير موضع من الرضىٰ عنهم	کا تذکرہ آتا ہے، بلکہ جو شخص ایسے شخص کے
والثناء عليهم بل من يشك	کفر میں شک کرے تو اس کا کفر بھی متعین ہے
فى كفر مثل هذا فان كفره متعين اھ	

(الصارم المسلول ص ۵۹۱ و ص ۵۹۲)

حافظ ابو الفداء اسماعیل بن کثیرؒ (المتوفی ۷۷۴ھ) لِیَغِیظَ بِہِمُ الْکُفَّارَ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

ومن هذه الآية انتزع الإمام مالك رحمة الله عليه في رواية عنه بتكفير الروافض الذين يبغضون الصحابة رضي الله تعالى عنهم قال لانهم يغيظونهم ومن غاظ الصحابة رضي الله تعالى عنهم فهو كافر لهذه الآية ووافقه طائفة من العلماء رضي الله تعالى عنهم على ذلك اه

(تفسیر ابن کثیر صـ۲۰۴ جـ۴)

اور اس آیت کریمہ سے حضرت امام مالکؒ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے جیسا کہ ان سے ایک روایت ہے کہ روافض جو حضرات صحابہ کرامؓ سے بغض کرتے ہیں کافر ہیں کیونکہ وہ حضرات صحابہ کرامؓ سے جلتے ہیں اور جو شخص بھی حضرات صحابہ کرامؓ سے بغض رکھتا اور ان سے جلتا ہے تو وہ اس آیت کریمہ کے مطابق کافر ہے اور حضرت امام مالکؒ کی علماء کرام کے ایک طبقہ نے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اس پر ان کی موافقت کی۔

اور علامہ السید محمود آلوسیؒ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) نقل کرتے ہیں کہ

ذكر عند مالكؒ رجل ينتقص الصحابةؓ فقرأ مالكؒ هذه الآية فقال من اصبح من الناس وفي قلبه غيظ من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت امام مالکؒ کے سامنے ایک شخص کا ذکر کیا گیا جو حضرات صحابہ کرامؓ کی تنقیص کرتا تھا حضرت امام مالکؒ نے یہ آیت (لِیَغِیظَ بِہِمُ الْکُفَّارَ) پڑھی اور فرمایا کہ جس شخص کے دل میں آنحضرت

فقد اصابتہٗ ھٰذہ الاٰیۃ وبعلم تکفیر الرافضۃ بخصوصھم۔ (روح المعانی ص ۱۲۸ ج ۲۶)

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ کے خلاف بغض ہے وہ اس آیت کی زد میں ہے اور اس سے خصوصیت سے رافضیوں کی تکفیر معلوم ہوتی ہے۔

امام اہل السنت حضرت امام مالکؒ نے جو فرمایا بالکل بجا فرمایا۔

علامہ ابو محمد علیؒ بن احمد ابن حزمؒ (المتوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں کہ

ھی طائفۃ تجری مجری الیھود والنصاریٰ فی الکذب والکفر فان الروافض لیسوا من المسلمین (الفصل فی الملل والنحل ص ۷۸ ج ۲)

یہ فرقہ جھوٹ بولنے اور کفر میں یہود و نصاریٰ کی مانند ہے۔ اور رافضی مسلمان نہیں ہیں۔

قاضی ابو الفضل عیاضؒ بن موسیٰ المالکیؒ (المتوفی سنہ ۵۴۴ھ) مال فئے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

قال مالکؒ من انتقص احداً من اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلیس لہٗ فی ھذا الفیئ حق (شفا ص ۲۶۸ ج ۲ طبع مصر)

حضرت امام مالکؒ نے فرمایا کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کی تنقیص کرے وہ مال فئے اور غنیمت کا مستحق نہیں ہے (اس لیے کہ وہ کافر ہے)

حضرت ملا علی ن القاریؒ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ

ولو انكر خلافة الشيخين رضي يكفر اقول وجهه انهما ثبتت بالاجماع من غير النزاع

اگر کوئی شخص حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خلافت بالاجماع بغیر نزاع کے ثابت ہے

(شرح فقہ اکبر ص۱۹۸)

اور چونکہ اجماع بھی قطعی دلیلوں سے ہے اس لیے اجماع کا منکر بھی کافر ہے اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ

الرافضة الخارجة فی زماننا فانهم يعتقدون كفر اكثر الصحابة فضلاً عن سائر اهل السنة والجماعة فهم كفرة بالاجماع من غير نزاع

ہمارے دور کے رافضی تمام اہلسنت والجماعت کی تکفیر کا اعتقاد تو اپنی جگہ اکثر حضرات صحابہ کرامؓ کی تکفیر کرتے ہیں لہٰذا بغیر کسی نزاع کے بالاجماع رافضی کافر ہیں

(مرقات ص۱۳۷ ج۹)

اور ایسا ہی مولانا نواب قطب الدین خان صاحبؒ (المتوفی ۱۲۷۹ھ) نے مظاہر حق ص۸۴ ج۴ میں فرمایا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری (جس کو سلطان اورنگ زیب عالمگیرؒ کے دورِ حکومت میں پانچسو جید محقق اور معتبر علماء کرام نے بڑی محنت کاوش اور علمی دیانت سے مرتب کیا تھا) اس میں تصریح موجود ہے۔

يجب اكفار الروافض ... وهؤلاء القوم خارجون

شیعہ اور روافض کو ان کے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر قرار دینا واجب ہے

عن ملة الاسلام واحکامهم (پھر آگے ہے) یہ سب لوگ ملت اسلام
احکام المرتدین سے بالکل خارج ہیں اور ان کے بارے
(عالمگیری ص ۲۶۸/۲ طبع ہند) میں وہی احکام ہیں جو مرتدوں کے لیے ہیں

یعنی جس طرح مُرتد کا کسی سے نکاح جائز نہیں کسی سے اُسے وراثت نہیں ملتی اس کا ذبیحہ مُردار اور حرام ہے اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں اور اسی طرح وہ تمام احکام جو شرعاً مرتدوں پر نافذ ہیں وہ بلاکم وکاست رافضیوں اور شیعوں پر بھی جاری اور ساری ہیں الغرض شیعہ کا کفر اتنا اور ایسا واضح ہے کہ اگر کوئی شخص ان کے عقائد پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں تأمل کرے وہ بھی کافر ہے چنانچہ تصریح موجود ہے۔

ومن توقف فی کفرھم کہ جو شخص شیعہ کے کفر میں تأمل کرے
فھو کافر مثلھم (عقود وہ بھی ان ہی جیسا کافر ہے۔
العلامة الشامیؒ ص ۹۲/۱ و
عالمگیری ص ۲۶۸/۲)

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مُبتلا ہیں کہ علماء دیوبند اور ان کے پیشوا حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ (المتوفی ۱۳۲۳ھ) رافضیوں کو کافر نہیں کہتے مگر یہ وہم سراسر غلط ہے حضرت گنگوہیؒ علماء کرام کے اُس گروہ میں شامل ہیں جو روافض کو کافر قرار دیتے ہیں چنانچہ ایک استفتاء اور اس کا جواب یہ ہے۔

سوال۔ جو عورت سُنیہ رافضی کے تحت میں بعد ظہور رفض کے بخوشی خاطر

رہ چکی ہو پھر رفض یا دوسری شے کو حیلہ قرار دیکر بلا طلاق علیحدہ ہو جاوے اور سُنی سے نکاح کر لیوے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے؟ اور اولاد سُنی کی اگر رافضی ہو جاوے تو پدر سُنی کے ترکہ سے محروم الارث ہوگی یا نہیں؟

الجواب :- جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتوٰی اول ہی سے بطلان نکاح کا دیتا ہے اس میں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار ہے! پس جب چاہے علیحدہ ہو کر بعد عدت کے نکاح دوسرے کر سکتی ہے اور جو فاسق کہتے ہیں اُن کے نزدیک یہ امر ہرگز درست نہیں کہ نکاح اول صحیح ہو چکا ہے اور بندہ اول مذہب رکھتا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم علیٰ ہٰذا رافضی اولادِ سُنی کو ترکہ سُنی سے نہ ملیگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، (فتاوٰی رشیدیہ جلد دوم ص۳۲ طبع جید برقی پریس دہلی) اس فتوٰی میں حضرت گنگوہی نے اپنا مذہب یہ بتایا ہے کہ وہ روافض کو کافر قرار دیتے ہیں اور کسی سُنی عورت کا نکاح ابتدا ہی سے رافضی سے ناجائز کہتے ہیں اور سُنی باپ کی رافضی اولاد کو باپ کے ترکہ سے بالکل محروم گردانتے ہیں حضرت گنگوہیؒ کا یہ فتوٰی بالکل واضح ہے اس میں کوئی ابہام نہیں۔

فسانۂ شدہ :- فتاوٰی رشیدیہ ص۱/۲ طبع دہلی میں کتابت کی غلطی سے حرف نہ زائد ہونے کی وجہ سے حضرت گنگوہیؒ کو اہل بدعت کی طرف سے مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے کہ وہ رافضیوں کو بھی اہل السنت والجماعت بتاتے ہیں اور افسوس ہے کہ فتاوٰی رشیدیہ مبوّب ص۱۲۱ طبع کراچی میں بھی اس غلطی کا احساس اور ازالہ نہیں کیا گیا۔ ایک طویل سوال و جواب میں ایک شق یہ بھی ہے

سوال اور صحابہؓ پر طعن و مردود و ملعون کہنے والا ....
اور میاں صاحب کا اصرار اپنے عقائد پر ان کو کس درجہ کا گنہگار بناتا ہے اور وہ اس کبیرہ کے سبب سے سنت جماعت سے خارج ہو ویگا یا نہیں ؟

الجواب: اور جو شخص صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے۔ ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔ (فتاوی رشیدیہ صفحہ ۱ و ۲/۲ طبع دہلی)

اس عبارت میں کتابت کی غلطی سے حرف نہ زائد لکھا گیا ہے اور پہلے دو جملے کہ وہ ملعون ہے اور ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے۔ اس کا واضح قرینہ ہے اور سابق صریح فتویٰ اس پر شاہد ہے الحاصل جن اکابر علماء کرام کو روافض کے باطل عقائد پر اطلاع ہو چکی ہے وہ ان کی تکفیر میں قطعاً تأمل نہیں کرتے۔ امامیہ نے اگرچہ اپنے باطل نظریات اور غلط عقائد پر تقیہ کا دبیز پردہ ڈال رکھا ہے مگر پردہ اٹھا کر دیکھنے والوں نے ان کی کتابوں کا خوب نظارہ کیا ہے ؎

نقاب کہتی ہے میں پردہ قیامت ہوں   اگر یقیں نہ ہو تو دیکھ لو اٹھا کے مجھے

قارئین کرام! ہم نے بحمد اللہ تعالیٰ نہایت ہی اختصار کے ساتھ شیعہ امامیہ کے بعض اہم بنیادی عقائد اور اصولی نظریات اور کچھ فقہی مسائل باحوالہ عرض کر دیے ہیں جن کا سمجھنا ہر مسلمان کا فریضہ ہے تاکہ اپنے ایمان اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ کی حفاظت کی جا سکے اس وقت اسلامی انقلاب کے نام سے جو طوفان بدتمیزی خمینی صاحب اور ایران کی طرف سے اٹھ رہا ہے جس کو

دین سے ناواقف اور بے دین صحافی مزے لے لیکر شائع کر رہے ہیں وہ کسی طرح بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے علمی طور پر اس کی خوب تردید اور سرکوبی ہونی چاہیئے تاکہ اس دورِ زندقہ والحاد میں جس میں ہر طرف سے بے دینی کی برسات برس رہی ہے مسلمانوں کا ایمان محفوظ رہے جس سمت خمینی صاحب اور ان کے چیلے امت کی کشتی لے جا رہے ہیں وہ ہلاکت اور بربادی کا راستہ ہے رشد و ہدایت کا ہرگز نہیں ہے ؎

سفینہ لے چلا ہے کس مخالف سمت کو ظالم
ذرا ملّاح کو سمجھائیے برسات کے دن ہیں

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ راست پر چلنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین وَصَلَّی اللّٰہ تعالیٰ وسلم علی رسولہ خیر خلقہ محمد خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واتباعہ الیٰ یوم الدین

ابو الزاہد محمد سرفراز خطیب جامع مسجد گکھڑ
و صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
۳ / جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
۲۵ / دسمبر ۱۹۸۷ء

مشہور غیر مقلد مولانا ارشاد الحق اثری صاحب

کا

مجذوبانہ واویلا

بجواب

مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں

از قلم :- حافظ عبدالقدوس قارن مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

کچھ عرصہ سے بعض حضرات بے جا گمراہ کن پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں کہ مولانا صفدر صاحب کی کتابوں میں تعارض ہے، مولانا صفدر صاحب نے اصول حدیث کی اصطلاحات غلط بیان کی ہیں۔ مولانا صفدر صاحب کسی جگہ ایک راوی کو ضعیف کہتے ہیں اور دوسری جگہ اس سے استدلال کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان ہی حضرات کی نمائندگی کرتے ہوئے مولانا ارشاد الحق اثری صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کا نام انہوں نے "مولانا سرفراز صفدر اپنی تصانیف کے آئینہ میں" رکھا ہے۔ اثری صاحب کی کتاب میں مندرجہ اعتراضات کا مدلل جواب اس کتاب میں دیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ یہ پروپیگنڈہ مخالف طبقہ کی بوکھلاہٹ اور فن حدیث سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے حقیقت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

قیمت : ساٹھ روپے

ناشر :- مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

تفریح الخواطر فی ردِّ تنویر الخواطر

بفضل اللہ تعالیٰ وحسن توفیقہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب مدظلہ نے آج سے کئی سال پہلے مسئلہ حاضر وناظر پر ایک کتاب تبرید النواظر لکھی تھی جس میں قرآن کریم، صحیح احادیث اور حضرات صحابہ کرامؓ کے صریح فتووں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نیز دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور حضرات اولیاء کرامؒ کے ہر جگہ اور ہر وقت حاضر وناظر ہونے کی نفی ثابت کی تھی۔ اور اس میں فریق ثانی کے تار عنکبوت دلائل اور بے سروپا شبہات کے مسکت جوابات بھی دیئے گئے تھے جس کو بحمد اللہ تعالیٰ ہر طبقہ میں بڑی ہی قبولیت حاصل ہوئی اور تھوڑے ہی عرصے میں اس کے کئی ایڈیشن نکل گئے مگر اس سے فریق ثانی کو بہت بڑی کوفت ہوئی اور ہونی بھی چاہیے تھی کچھ عرصہ تو انہوں نے خاموشی اختیار کی مگر ان کی باسی کڑھی میں آخر ابال آ ہی گیا چنانچہ ان کے نام نہاد مناظر اسلام صوفی اللہ دتہ صاحب نے اس کا رد لکھا جس کا نام تنویر الخواطر رکھا اور قریش مکہ (جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بجائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذمم رکھا تھا معاذ اللہ تعالیٰ (بخاری ج ۱ ص ۵۰۱ ومشکوۃ ج ۲ ص ۵۱۵) اور خانصاحب (جنہوں نے تقویۃ الایمان کا نام تفویۃ الایمان رکھا الکوکبۃ الشہابیہ ص ۵۸) کی پیروی میں تبرید النواظر کا نام دل ماؤف کی بھڑاس نکالنے کے لئے تسوید النواظر رکھ کر اخلاقی پستی کا واضح ثبوت دیا مگر اس سے کیا حاصل؟ اس پیش نظر کتاب میں بتوفیق اللہ تعالیٰ ان کے دلائل کی کل کائنات اور ان کے شبہات کا تانا بانا حضرت مولانا صاحب نے بحوالہ بیان کر دیا ہے جو اہل علم کے پڑھنے کے قابل ہے۔

الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی

جس میں بڑی تحقیق اور جستجو سے صحیح احادیث، حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور ائمہ اربعہؒ اور معتمد کتب فقہ کے جمہور فقہاء کرامؒ سے باحوالہ ثابت کیا گیا ہے کہ سادات کے لیے زکوۃ، عشر، صدقہ نذر اور واجب قسم کا کوئی بھی صدقہ جائز نہیں اور جن حضرات کو حضرت امام طحاویؒ کی جس عبارت سے جواز کا شبہ ہوا ہے اس کو خوب واضح کیا گیا ہے کہ وہ ہرگز جواز کے قائل نہیں اور اس میں نیز دیگر کئی ضمنی اور علمی و تحقیقی ابحاث ہیں جو صرف پڑھنے سے تعلق رکھتی ہیں

بخاری شریف

غیر مقلدین کی نظر میں

پہلا باب

غیر مقلدین کے امام بخاریؒ سے اختلافات

دوسرا باب

غیر مقلدین کے بخاریؒ کے بارے میں نظریات

- کہ امام بخاریؒ سے غلطیاں ہوئیں اور ان کو شک ہوا
- بخاری کے راویوں سے غلطیاں ہوئیں اور ان کو شک ہوا
- بخاری کے کاتب سے غلطیاں ہوئیں
- بخاری کے نسخوں میں فرق ہے
- بخاری میں منسوخ روایات بھی ہیں
- بخاری کی بعض روایات کی ترجمۃ الباب سے مناسبت نہیں

قیمت ——— ۱۸ روپے

مکتبہ صفدریہ نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ کی مطبوعات

- خزائن السنن — تقریر ترمذی
- احسن الکلام — مسئلہ فاتحہ خلف الامام کی مدلل بحث
- تسکین الصدور — مسئلہ حیات النبی پر مدلل بحث
- الکلام المفید — مسئلہ تقلید پر مدلل بحث
- ازالۃ الریب — مسئلہ علم غیب پر مدلل بحث
- راہِ سنت — رد بدعات پر لاجواب کتاب
- مقام ابی حنیفہ
- اسماع موتیٰ
- طائفہ منصورہ — ست پا بولے گروہ کی علامات
- ارشاد الشیعہ — شیعہ نظریات کا مدلل جواب
- آنکھوں کی ٹھنڈک — مسئلہ حاضر و ناظر پر مدلل بحث
- عبارات اکابر — اکابر علماء دیوبند کی عبارات پر اعتراضات کے جوابات
- صرف ایک اسلام
- گلدستہ توحید — مسئلہ توحید کی وضاحت
- دل کا سرور — مسئلہ مختار کل کی مدلل بحث
- درود شریف — پڑھنے کا شرعی طریقہ
- احسان الباری — بخاری شریف کی ابتدائی ابحاث
- تبلیغ اسلام — ضروریات دین پر مختصر بحث
- چراغ کی روشنی — معراج النبی کے بارہ میں اور [illegible] کے اعتراضات کے جوابات
- مسئلہ قربانی — قربانی کی فضیلت اور ایام قربانی پر مدلل بحث
- عیسائیت کا پس منظر — عیسائیوں کے عقائد کا رد
- مقالہ ختم نبوت — قرآن سنت کی روشنی میں
- بانی دارالعلوم دیوبند — مولانا محمد قاسم نانوتوی کے حالات اور ان پر اعتراضات کے جوابات
- راہ ہدایت — کرامات و معجزات کے بارہ میں صحیح عقیدہ کی وضاحت
- ینابیع — غیر مقلد عالم مولوی غلام رسول کے رسالہ ترویح کا اردو ترجمہ
- آئینہ محمدی — سیرت پر مختصر رسالہ
- تفریح الخواطر — بجواب تنویر الخواطر
- اتمام البرہان — در توضیح البیان
- حلیۃ المسلمین — داڑھی کا مسئلہ
- توضیح المرام — فی نزول مسیح علیہ السلام
- تنقید متین — بر تفسیر نعیم الدین
- شوق جہاد
- الکلام الحاوی — سادات کے لئے زکوٰۃ وغیرہ لینے کی مدلل بحث
- ملا علی قاری — اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر
- المسلک المنصور
- الشہاب المبین — بجواب الشہاب الثاقب
- عمدۃ الاثاث — تین طلاقوں کا مسئلہ
- شوق حدیث — حجیت حدیث پر مدلل بحث
- انکار حدیث کے نتائج — منکرین حدیث کا رد
- مودودی صاحب کا غلط فتویٰ
- چالیس دعائیں
- اخفاء الذکر — بجز جہتہ کرنا چاہیے
- باب جنت — بجواب راہ جنت
- حکم الذکر بالجہر
- اظہار العیب — بجواب اثبات علم الغیب
- اطیب الکلام — فی احسن الکلام
- چہل مسئلہ — حضرات بریلویہ
- مولانا ارشاد الحق — اثری صاحب کا مجادلانہ
- مرزائی کا جنازہ اور مسلمان
- خزائن السنن — جلد دوم کتاب الصوم
- بخاری شریف — غیر مقلدین کی نظر میں
- حمیدیہ — مولانا عمر کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ
- جنت کے نظارے — علامہ ابن القیم کی کتاب حادی الارواح کا اردو ترجمہ
- [illegible]

عمر اکادمی کی مطبوعات

- تین طلاقوں کے مسئلہ پر مقالہ کا جواب مقالہ
- علامہ کوثری کی تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ امام ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع